

# آئینہ تورو

نارکھیل گیلانی

ان لڑکیوں کے نام جن کی مجبوریاں ان سے جینے کا حق چھین لیتی ہیں۔ سوچ  
ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ بچے صحرا میں لو کے تھپڑے ان کو لمحہ لمحہ دباتے جاتے ہیں  
اور گرم ریت اوپر آتی جاتی ہے۔ پھر دکھ کی آہنی سلاخ سینے میں کھنچ سی جاتی ہے۔ وہ  
پیار کی موت پر نوحہ کناں نہیں رہتیں، بلکہ زندگی کا آئینہ توڑ دیتی ہیں۔

ناز کفیل گیلانی (سائبروال)

## تحریر تیری خامہ آب زر سے ہے

### آئینہ توڑ دو!

میں نے متعدد راتیں اسی انتظار میں گزار دیں کہ ”آئینہ توڑ دو“ کیسی کتاب ہو گی۔ کیونکہ جب بھی ناز کفیل سے اصرار کرتا جواب یہی ملتا بہار آنے دو ابھی میں صحرا میں کھڑی ہوں۔ میں پوچھتا یہ کیسا صحرا ہے جس کی اوٹ میں کوئی بہار نہیں۔ بب میرے تجسس نے انتہا کر دی تو میں اکیلے میں سوچتا کہ کب وہ وقت آئے گا کہ میں ”آئینہ توڑ دو“ پڑھ کر محسوس کروں گا کہ یہ کیا چیز منظر عام پر آئی ہے۔ ایک تو اس نام نے مجھے حد تک نزوس کر ڈالا تھا۔ اتنا تو سنا تھا کہ آئینے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن یہ کیا ہوا؟ ”آئینہ توڑ دو“ \_\_\_\_\_ خیر \_\_\_\_\_ وہ لمحہ بھی آیا جب میرے جذبات و احساس نے ”آئینہ توڑ دو“ مسودہ کے روپ میں میرے ہاتھوں میں آیا۔ کاغذات تو کیا میں الفاظ کی خوبصورتی فقروں کا بر محل استعمال اور تحریر کی لطافت کا بوجھ برداشت نہ کر سکا۔ یہ مصنفہ کی پہلی نہیں بلکہ تیرھویں کاوش ہے۔ ناز کفیل نے ادب کا ایک صحرا عبور کیا ہے اور پھر بھی وہ بہاروں کی متلاشی ہے۔ یہ کتاب اس لئے بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں واقعات و حالات فرضی نہیں بلکہ حقیقی داستان ہے۔ جسے ساہیوال کی آبادی نصف سے زیادہ جانتی ہے۔ ”آئینہ توڑ دو“ میں جو بھی پیش کیا ہے اس کے واقعات حقیقت پر مبنی ہیں۔ ناز کفیل نے بڑی عرق ریزی کے بعد ٹوٹے پھوٹے حالات و واقعات کو ایک کڑی میں پرونے کی جو سعی کی ہے اس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ بلاشبہ ناز کفیل کا قابل تعریف ناول ہے کہ کردار کے نام اور مقام تبدیل کر دیئے ہیں۔

سید افضل انجم بخاری

ساہیوال۔ (ریونیو آفس واپڈ اساہیوال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

جوانی کے دنوں میں ایک گلی اس کی گزرگاہ بن گئی۔ ایک چہرہ منظور نظر تھا۔  
 کاسنی سی صورت گرمی کا موسم جولائی کا مہینہ زبان سوکھ کر کانٹا ہو رہی تھی۔ ہڈیوں  
 کے گودے کو ابال کر رکھ دینے والی لو چل رہی تھی۔ کم ہمتی کے باعث وہ ہجر کے اس  
 دہکتے سورج کی تاب نہ لاسکا۔ وہ اس امید پر دیوار کے سائے میں جا کھڑا ہوا کہ شاید  
 اس کی تشنہ نظریں دوبارہ شربت دیدار سے سیراب ہو جائیں اور چند گھونٹ اس کی  
 پیاس بجھا دیں۔ اچانک گھر کے سامنے والے کمرے سے پردہ سرکا اور روشنی کی ایک  
 کرن چمکی۔ ایک دیوی جس کے حسن کی صباحتوں اور نگہتوں کو بیان کرنے سے زبان  
 قاصر تھی۔ وہ یوں نظر آتی تھی جیسے اندھیری رات میں پوہ پھٹنے پر سفیدی نمودار ہو یا  
 گھٹاؤپ اندھیرے میں آب حیات آشکار برف آلود ٹھنڈے میٹھے شربت کا گلاس جس  
 میں عرق گلاب کی آمیزش اپنے سفید ہاتھوں میں تھامے سامنے آئی۔ نہ جانے اس  
 میں واقعی عرق گلاب کی آمیزش تھی یا اس کے اپنے سرخ گلابی عارضوں کے چند معطر  
 قطرے اس میں گھل مل گئے تھے۔ چنانچہ میں نے وہ مشروب اس کے مرمریں ہاتھوں  
 سے پی لیا اور میری جان میں جان آئی۔ لیکن دل میں جو آگ بھڑک اٹھی وہ تو دنیا بھر  
 کے صاف و شفاف سمندروں کے پانی پی کر بھی بجھنے کی نہ تھی۔

بیٹا اور پیو !

شفقت میاں نے راسخ کے لئے دوسرا گلاس بھرنا چاہا۔

جی شکریہ ..... وہ لرزاں پردے کو دیکھتا رہ گیا۔

بارد ٹوٹ چکا تھا \_\_\_\_\_ وہ دھانی اوڑنی کو لراتی کمرے سے جا چکی

تھی۔ اس کا جی یہی چاہتا تھا کہ وہ بار بار شربت کا گلاس لے کر آئے اور وہ اپنی پیاس  
 بجائے اور سناؤ پڑھائی ٹھیک جا رہی ہے۔

شفقت میاں مکرانے۔

جی۔۔۔۔۔ بالکل ٹھیک ہے۔

وہ چونک سا گیا۔

گھر میں تو سب خیریت ہے نا۔

شفقت میاں نے اس کے چہرے کو دیکھ کر کہا۔

خدا کا لاکھ شکر ہے۔۔۔۔۔ نہ جانے اس کا جی کیوں نہیں لگ رہا تھا۔ اس کے وجود کی بھی دوری اسے گوارہ نہ تھی۔ قنوت نے اس کی نس نس میں جو چاہت و اپنائیت کی آگ بھڑکا دی تھی۔ وہ اس میٹھی میٹھی آگ میں جل رہا تھا۔ ایسی آگ جس نے اس کے اندر لازوال جذبے کو بیدار کر دیا تھا۔ وہ بہت جلد اپنی ماں سے ملنا چاہتا تھا۔ آخر اس کی ماں اس ہیرے سے اب تک کیوں نا آشنا رہی۔ اس نے تو اب تک بہت لڑکیاں دیکھی تھیں۔ لیکن قنوت کے چہرے پر شرم و حیا کی پرچھائیاں۔۔۔۔۔ چلتے ہوئے دامن سمیٹ کر چلنا، پلکیں اٹھانا اور اٹھا کر گرا دینا تو ایک قیامت تھا۔ وہ لمحہ لمحہ اس کے وجود کا حصہ بنتی جا رہی تھی۔

امی جان! کمرہ درست کر دیا ہے۔

وہ بے ساختہ اچھل سا گیا۔۔۔۔۔ مترنم جانی پہچانی سی آواز نے پھر اس کے

ذہن کو جھنجھوڑ ڈالا۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔

ماں نے کہا اور دوسری جانب سے راسخ سے مخاطب ہوئیں۔

اچھا بیٹا۔۔۔۔۔ آرام کرو۔

وہ اٹھا۔۔۔۔۔ اور انجان سا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرہ دیکھا دو بیٹی۔۔۔۔۔ راسخ آرام کرنا چاہتا ہے۔

ماں نے بلند اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

آئیے۔۔۔۔۔

ہوش رہا اس کے ساتھ چل دی۔۔۔۔۔ وہ اپنی چال بھول کر اس کی چال میں

سوٹا چلا گیا۔۔۔۔۔

خدا را یہ سفر ختم نہ ہو۔۔۔۔۔

کو ریڈور سے زینے تک کا فاصلہ خدا کرے بڑھتا ہی چلا جائے۔

یہ لیجئے۔۔۔۔۔ آپ کا کمرہ۔۔۔۔۔ آپ کو ضرورت کی ہر چیز ملے گی۔

قنوت نے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

Good۔۔۔۔۔ Y۔۔۔۔۔ بہت ہی نفیس مزاج کی لڑکی ہیں آپ۔

راسخ نے گویائی کو سارہ دے دی لیکن وہ صرف ہونٹوں پر مسکراہٹ کی کلیاں بکھیر کر رہ گئی۔

اب آپ آرام کیجئے۔۔۔۔۔ شام چائے پر ملاقات ہوگی۔۔۔۔۔

وہ ہلٹی۔

سنئے۔۔۔۔۔

راسخ نے پکارا۔

جی۔۔۔۔۔ وہ واپس ہوئی۔

کچھ نہیں۔۔۔۔۔

وہ کھسیانا سا ہو گیا۔

وہ اس کی حرکت پر ہنستی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ الٹی کھوپڑی کا مالک لگتا

ہے۔ وہ واپس آکر گھر کے کاموں میں الجھ گئی۔

شام چائے پر ملاقات ہوئی۔۔۔۔۔ وہ ایک سلجھی ہوئی سمجھدار پڑھی لکھی لڑکی

تھی۔ ایسی سمجھکر کہ چراغ لے کر روشنی کو تو نہ ملے۔

وہ بہت جلد ماں سے ملنا چاہتا تھا۔ قنوت نے اس کے اندر ایک ہلچل سی چا دی

تھی۔ یہ کیسی لڑکی ہے۔۔۔۔۔ اس کا حسن اس قدر تازہ ہے کہ سارا دن گھر

لے کاموں میں الجھی رہتی ہے اور پھر بھی چہ۔ کی راعنائی میں فرق نہیں آتا۔

میں تمہیں کسی قیمت پر دوسرے کے ہاتھ نہیں جانے دوں گا۔ اس عزم کے ساتھ اس نے دوسری صبح جانے کا پروگرام بنالیا۔

پھر وہ حسین یادیں دل میں بسائے کراچی پہنچ گیا۔

راخ بیٹے \_\_\_\_\_

ماں نے غسل خانے سے راخ کو باہر آتے ہی پکارا۔

جی امی \_\_\_\_\_

وہ بالوں میں تولیہ رگڑتا قریب آیا۔

کیسا لگا تمہیں ماموں کا گھر۔

راخ بیگم نے پوچھنا چاہا۔

بہت اچھا امی \_\_\_\_\_ گھر بھی اچھا \_\_\_\_\_ اور گھر والے بھی اچھے راخ دل

سے بولا۔

کیا مطلب؟

راخ بیگم حیرت زدہ سی ہو گئیں۔

میرا مطلب کہ اتنی مدت کے بعد غیریت کا احساس ہی نہیں ہوا۔

راخ نے کہا۔

ہوں \_\_\_\_\_ یہ بات تو ہے \_\_\_\_\_ قوت اور یاقوت اب جوان ہو

ہوں گی۔ بہت خوبصورت ہیں میرے بھائی کی بیٹیاں \_\_\_\_\_

راخ بیگم کا تجسس بڑھ گیا \_\_\_\_\_ اور بھتیجیوں کو دیکھنے کی خواہش بیدار ہو گئی

ہاں امی \_\_\_\_\_ قوت ہی دیکھی ہے \_\_\_\_\_ یاقوت تو نہیں \_\_\_\_\_

قوت کے تصور میں ڈوب کر بولا۔

یاقوت کہیں گئی ہو گی \_\_\_\_\_ ویسے تین چار ہی تو بچے ہیں تین بیٹیاں ا

ایک بیٹا۔

کاش میرا بھائی دل سے پرانی \_\_\_\_\_

راخ بیگم بے ساختہ کہہ اٹھیں۔

دشمنی ہے کوئی۔

راخ نے ایک دم بات اچک لی۔

نہیں بیٹا دشمنی بھی کوئی نہیں \_\_\_\_\_ بس خاندان میں چھوٹی چھوٹی باتوں سے جھگڑے طوالت پکڑ جاتے ہیں۔

راخ بیگم بہت دکھی نظر آ رہی تھیں۔ وہ رنجیدہ خاطر سی بیٹھ گئیں۔

ایسا بھی کونسا جھگڑا تھا۔ \_\_\_\_\_ جو ایک مدت تک آپ نے بھائی سے میل نول بند رکھا۔

راخ بات کی تہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

میں تو میل جول بند رکھنا نہیں چاہتی تھی \_\_\_\_\_ دراصل حالات ہی ایسے غمین تھے کہ دونوں خاندان دور سے دور ہوتے چلے گئے \_\_\_\_\_ بلکہ ایک دوسرے کی ورت دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے۔ راخ بیگم پرانی یادوں کے درپچوں سے جھانکنے لیں۔

آپ بات تو کریں امی \_\_\_\_\_ ہو سکتا ہے اب حالات سدھر جائیں \_\_\_\_\_ بسے اپنوں سے دوری کہاں کی عکسندی ہے۔ راخ کو افسوس ہو رہا تھا۔

بیٹے! میں اور شفقت بھائی دونوں ہی تو بہن بھائی تھے۔ ہمارے خاندان میں نہ اونچا رکھنے کا عام رواج تھا۔ اس لئے اگر بیٹی دوسروں کو دیتے تو ان کی لیتے بھی۔ یعنی یہ بدلے کی شادی ہوتی تھی۔ اس طرح کئی گھر بھی برباد ہوئے لیکن ہمیں حاصل نہ ہوا۔ اسی طرح میری شادی تمہارے باپ سے اور تمہارے باپ کی شادی تمہارے ماموں سے بیاہی گئی۔ تمہاری پھوپھی کی عادات بہتر نہ تھیں۔ بات بات مڑا کھڑا کرنا تو اس کا شیوہ تھا۔ اسی کھینچا تانی میں قوت پیدا ہوئی لیکن تب بھی کو سمجھ نہ آئی۔ آخر دونوں میں نباہ نہ ہو سکا \_\_\_\_\_ اور ایک دن شفقت نے حمیدہ کو طلاق دے دی۔ وہ کہانی سناتی جاتیں اور ماضی ایک فلم کی طرح ان

ابھی اسی وقت اس کو طلاق دو۔ میں اس کا وجود یہاں برداشت نہیں کر سکتی  
 یہ اس گھر میں نہیں رہے گی۔ وہ بھوکے شیر کی طرح دیکھ رہی تھی۔ وہ چیخ کر  
 بولی۔ اس کا اس طرح چلا کر بولنا میری آرزوؤں کے محل سمار کرنے کے لئے  
 کافی تھا۔ چولہے پر دودھ ابلتا جا رہا تھا۔ آگ ایک الاؤ کی صورت میں جل رہی تھی  
 لیکن جو الاؤ ہمارے دلوں میں جل رہے تھے وہ اس آگ سے کہیں  
 زیادہ۔ اذیت ناک تھے۔

یہ کیا کہہ رہی ہو تم۔  
 آخر کار حمید علی نے قوت گویائی کو مجتمع کیا۔  
 میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ شفقت میاں نے مجھے طلاق دے دی ہے  
 لہذا تم بھی اسے طلاق دے کر فارغ کرو۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے  
 بولی۔

حمیدہ بڑی رکیک نظریں میرے وجود پر ڈال رہی تھی اور میں خاموش۔  
 اسے کس قصور میں طلاق دے دوں۔

حمید علی بے ساختہ بولے۔  
 میں باورچی خانے کے باہر کانپے جا رہی تھی۔ سارا جسم نحیف اور کمزور ہو گیا  
 نا۔ اس کا یہ قصور ہے کہ یہ شفقت میاں کی بہن ہے۔  
 وہ پھر چلائی۔

یہ قصور کوئی معنی نہیں رکھتا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر تمہارا  
 س کے ساتھ نباہ نہیں ہوا تو میرا گھر برباد کیوں کرتی ہو۔ میں ایک بیٹے کا  
 پ بھی ہوں۔ حمید علی نے بڑی بے چارگی سے میری طرف دیکھا۔ میری  
 آنکھوں کی سجدہ ریزی کام آئی۔ عین اس وقت میری ساس لاشی ٹیکتی ہوئی باہر آئی۔  
 اماں۔ یہ میرا بے غیرت بھائی۔ بیٹے کا باپ بن کر غیرت داؤ پر  
 چکا ہے۔ میری بھی ایک بیٹی ہے۔ میں بھی چھوڑ کے آئی ہوں

کی آنکھوں میں گھومتا رہا۔  
 شب کے نو بج چکے تھے۔ سردی زوروں پر تھی۔ سرما کی ٹھنڈی ہوا  
 بیخ بستہ رات تھی۔ سب باورچی خانے میں آگ تپ رہے تھے۔ تم اس وقت  
 ایک سال کے تھے۔  
 ٹھک ٹھک۔ کسی نے بڑے زور سے دروازے پر دستک دی۔

کون ہے۔  
 حمید علی چائے کا پیالہ قریبی پتائی پر رکھ کر بولے۔  
 آپ بیٹھیں۔ میں دیکھتی ہوں۔ میں بڑی تیز رفتاری۔  
 دروازہ کھولنے لگی۔ حمید بیٹا اس وقت کون آگیا۔  
 دوسرے کمرے سے حمید علی کی بوڑھی والدہ نحیف آواز سے مگر پورا زور لگا  
 بولیں۔

جا رہی ہوں امی۔  
 اس کے ساتھ ہی میں نے دروازہ کھول دیا۔  
 حمیدہ تم۔  
 باریک دوپٹہ سردی سے لرزنی کا پتی ٹھنڈی ہوئی حمیدہ ایک بڑا سا لپچی۔  
 بڑے غصے سے میرے قریب سے گزر گئی۔  
 پیچھے ہٹو۔

وہ باورچی خانے میں داخل ہو گئی۔ جہاں سب لوگ بیٹھے تھے۔  
 خطرے کی گھنٹی بج چکی تھی۔ میری بربادی میں چند ٹانے باقی تھے۔  
 کیونکہ اس حالات میں حمیدہ کا آنا میرا مستقبل میرا حال دونوں طرح سے اجڑ  
 تھے۔

حمیدہ۔ اس وقت۔ تم۔  
 حمید علی بہن کو دیکھ کر سکے کبے رہ گئے۔

سکتی ہو۔۔۔۔۔ کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔۔۔۔۔ میرے آگن میں روشنیاں  
بکھیرنے والے آپ ہیں۔۔۔۔۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو میں بت عرصہ پہلے اجڑ چکی  
ہوتی۔۔۔۔۔ آپ نے کچھ نہیں کیا۔۔۔۔۔ آپ تو میرے محسن ہیں۔۔۔۔۔ آپ  
نے میری محبت کو دامن سے لگائے رکھا۔۔۔۔۔ ورنہ حمیدہ کی طرح میرا کیا حشر ہوتا  
۔۔۔۔۔

رابعہ بیگم نے نہایت مشکور نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھا جو آخری سانوں  
کے زیروہم میں الجھے ہوئے تھے۔۔۔۔۔

پھر ایک کرب ناک رات کی سویر ہوئی اور تمہارے والد ہمیشہ ہمیشہ کے  
لئے تم دونوں کو چھوڑ کر اس دنیا سے ابدی دنیا کی جانب سفر کر گئے۔

پھر ایک دن حمیدہ نے خواب آور گولیاں کھا کر اپنی زندگی کو ختم کر لیا۔۔۔۔۔  
اور میں اس بھری دنیا میں تنہا رہ گئی۔۔۔۔۔ بت عرصہ گزر گیا بھائی کو میری اور  
اس کی مجھے کوئی خبر نہ پہنچی۔۔۔۔۔ ادھر ادھر سے رشتہ دار برادری والے بتا دیتے کہ  
اب اس کے فلاں بچہ پیدا ہوا ہے۔۔۔۔۔ اس کی دو بیٹیاں ہیں یا بیٹا ہے۔۔۔۔۔  
اور اس نے دوسری شادی بھی کر لی ہے۔۔۔۔۔ میں سب کی سنتی اور چپ رہتی  
۔۔۔۔۔ چلو میرے بھائی کا گھر تو آباد ہے۔

رابعہ بیگم چند لمحے خاموش رہیں۔  
ای۔۔۔۔۔ آپ ماضی کو فراموش کر دیں۔۔۔۔۔ وہاں کوئی اس قسم کی بات  
نہیں کرتا۔ ممانی بھی بت اچھی ہیں۔

راخ نے ماں کو جیسے تسلی دی۔  
ٹھیک ہے بیٹے۔۔۔۔۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ بھائی کو ملوں۔  
بیگم رابعہ کا دل اچھل پڑا۔۔۔۔۔ کاش میں اڑ کر اپنے بھائی کے پاس جاسکتی۔  
تو چٹے ناامی۔۔۔۔۔ وہ سب آپ کو بت یاد کرتے ہیں۔  
رات تو بھند سا ہو گیا۔

۔۔۔۔۔ وہ دونوں ہاتھوں سے بلند آواز سے بولی۔  
حمیدہ بیٹی۔۔۔۔۔ مت حمیدہ کو طلاق کے لئے مجبور کرو۔۔۔۔۔ رابعہ میری  
بڑی اچھی بہو ہے۔۔۔۔۔ تمہارا شفقت کے ساتھ خود نباہ نہیں ہوا۔۔۔۔۔ تم۔  
خود نبھانے کی کوشش نہیں کی۔۔۔۔۔ شفقت برا لڑکا نہیں تھا۔  
اماں۔۔۔۔۔ تم بھی بیٹے کی سائیڈ لے رہی ہو۔۔۔۔۔ وہ بیٹا۔۔۔۔۔ جہ  
کی بیوی کے بھائی نے میرا گھر اجاڑا۔۔۔۔۔  
حمیدہ حیرت زدہ سی ماں کے قریب جا کر بولی۔

مقدر کی مار سنا پڑتی ہے۔۔۔۔۔ میری بچی۔۔۔۔۔ اس میں رابعہ اور حمیدہ  
کوئی قصور نہیں۔۔۔۔۔ حمیدہ علی کی والدہ نے اپنے کمزور بازوؤں میں حمیدہ کو۔  
لیا۔۔۔۔۔ اور وہ ماں کی آغوش میں کھل کر روئی۔۔۔۔۔ بادل چھٹے۔۔۔۔۔  
سویر ہوئی۔۔۔۔۔ اور پھر کئی سال گزر گئے۔۔۔۔۔ میرا بھائی مجھ سے جدا ہو

۔۔۔۔۔  
حمیدہ علی نے میرا گھر تو بچا لیا۔۔۔۔۔ لیکن میرا آنا جانا بالکل منقطع ہو  
۔۔۔۔۔ میں نے بھائی کو بھی چوری چوری خط لکھا کہ یہاں بالکل نہ آئے۔ ایسا نہ  
کہ دہی ہوئی چنگاری پھر سے بھڑک اٹھے۔۔۔۔۔ اور وہ آگ لپک کر میرے گھر  
نہ پہنچ جائے۔۔۔۔۔ میں نے اپنے شوہر کی خوشنودی کے لئے اپنے بھائی کو ہمیشہ  
لئے چھوڑ دیا۔۔۔۔۔ آخری دنوں میں جبکہ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا  
تو انہوں نے مجھے کہا تھا۔

رابعہ۔۔۔۔۔  
جی۔۔۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔۔۔  
میں ان کے اوپر جھکی۔۔۔۔۔ یہ ان کی آخری سانس تھیں۔  
میں نے تم پر بت ظلم کیا۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دینا۔۔۔۔۔ بہن کی  
آڑے آگئی۔۔۔۔۔ ورنہ میں ایسا کبھی نہ کرتا۔۔۔۔۔ تم چاہو تو اپنے بھائی سے



ہاں بیٹا کیوں نہیں \_\_\_\_\_ جاؤں گی میں \_\_\_\_\_ بھائی کو ملنے کے لئے میرا دل بے قرار ہے۔

رابعہ بیگم بہت ہی دگلی ہو گئیں۔

چنانچہ چند دنوں کے بعد بڑے اصرار کے بعد رابعہ بیگم راسخ اور چھوٹے بیٹا تہیز کو لے کر لاہور روانہ ہو گئیں۔ چند گھنٹوں کا سفر نہ جانے راسخ نے کیسے گزارا \_\_\_\_\_ چاروں جانب قوت کی من موہنی صورت اس کی آنکھوں کے سامنے گھومتی رہی \_\_\_\_\_ وہ چاہتا گاڑی کو چھوڑ پر لگا کر لاہور پہنچ جائے۔

شام چار بجے دروازے پر دستک ہوئی \_\_\_\_\_

دیکھو بیٹی کون ہے \_\_\_\_\_

صحن میں بیٹھی زینت بیگم بولیں۔

اچھا امی \_\_\_\_\_

اس کے ساتھ ہی لپک کر قوت نے دروازہ کھول دیا۔

آہا \_\_\_\_\_ امی \_\_\_\_\_ دیکھے کون ہے \_\_\_\_\_

قوت خوشی کا بے پنا اظہار کرتے ہوئے بولی۔ زینت بیگم نے بھی چونک کر باہر والے دروازے کی جانب دیکھا \_\_\_\_\_ اور ایک دم کھڑی ہو گئیں۔

رابعہ \_\_\_\_\_ تم \_\_\_\_\_

زینت بیگم کی حیرت عروج پر پہنچ گئی۔

قوت اور راسخ نے ایک دوسرے کو دیکھا \_\_\_\_\_ نظروں کا تصادم بڑا جان لیوا تھا۔ نظریں انھیں جھکیں اور پھر پلٹ گئیں۔

قوت نے شرم حجاب سے بے چین ہو کر چرا پھیر لیا۔ کیونکہ وہ راسخ کی نظروں کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔

بڑی گرم جوشی سے رابعہ بیگم اور زینت بغل گیر ہوئیں \_\_\_\_\_ ایک لمحہ کے لئے گلے شکوے ختم ہو گئے۔

بھابی \_\_\_\_\_ میرا بھائی کیسا ہے۔

رابعہ بیگم علیحدہ ہوتے ہوئے بولیں۔

اللہ کا شکر ہے \_\_\_\_\_ آتے ہی ہوں گے \_\_\_\_\_ ابھی ابھی کسی کام سے باہر گئے تھے۔ زینت بیگم نے کہا۔

چلے \_\_\_\_\_ اندر \_\_\_\_\_ کیا یہاں ہی وقت گزارنے کا ارادہ ہے۔ قوت نے کہا، اور سب ہنستے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔

شفقت میاں آتے ہی بڑے والہانہ انداز میں بہن کو ملے۔ گزرے وقتوں کے سب گھاؤ مندل ہو گئے \_\_\_\_\_ حالات نے پلٹا کھایا اور خاندان ایک ہونے کی سوچنے لگے۔

تمہیں بھائی کی یاد آئیے گی۔

شفقت میاں نے کہا۔

یاد تو میں ہمیشہ ہی رکھتی ہوں \_\_\_\_\_ کیا کرتی \_\_\_\_\_ آپ کو علم ہے نا \_\_\_\_\_ کہ \_\_\_\_\_ وہ بچوں کے سامنے بات کو ہونٹوں میں دبائی گئیں۔

ارے چھوڑو \_\_\_\_\_ گزرے مرنے اکھاڑنے سے فائدہ \_\_\_\_\_ یہ بتاؤ \_\_\_\_\_ تمہیں میاں نے اجازت دے دی تھی۔

شفقت میاں محتاط انداز سے بولے۔

ہاں جی \_\_\_\_\_ بالکل \_\_\_\_\_ شوہر کی اجازت کے بغیر تو میں آنگن نہیں چھوڑتی \_\_\_\_\_ وہ مرنے سے پہلے ہی مجھے آپ سے ملنے کی اجازت دے چکے تھے۔

رابعہ بیگم نے کہا۔

ہوں \_\_\_\_\_ شفقت میاں کچھ سوچنے لگے۔

عین اس وقت جبکہ باتوں کا دور چل رہا تھا تو \_\_\_\_\_ قوت بمعہ لوازمات کے چائے لے آئی لو بھی چائے آگئی۔

زینت بیگم نے اندر آئی قوت کو دیکھ کر کہا۔

عالی کے ذکر نے ماحول کو افسردہ سا بنا دیا تھا \_\_\_\_\_ لیکن یہ پڑمردگی بہت دیر تک نہ رہ سکی فراز کی موثر سائیکل اندر داخل ہوئی اور سب کے کان کھڑے ہو گئے۔  
آہا \_\_\_\_\_ یہ آج ہماری پیاری پیاری پھوپھو کو لاہور کا رستہ کیسے آگیا۔  
فراز نے آتے ہی رابعہ بیگم کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔  
چل ہٹ شرر \_\_\_\_\_ تو نے کون سی پھوپھو کی خبر لے لی۔  
رابعہ بیگم گلہ کرنے لگیں۔  
ارے واہ \_\_\_\_\_ یہ الٹا الزام ہم پر \_\_\_\_\_  
فراز نے اگلا فقرہ مکمل ہی نہیں کیا تھا کہ زینت بیگم نے آنکھیں نکالیں اور وہ خاموش ہو گیا۔

چار پانچ دن گزر گئے \_\_\_\_\_ لیکن ابھی تک رابعہ بیگم نے دل کی بات بھائی اور بھابھی سے نہیں بیان کی تھی \_\_\_\_\_ وہ تو خاموش ہی رہنا چاہتی تھی۔ لیکن اتنی اچھی لڑکی کا کوئی بھی رشتہ آسکتا ہے \_\_\_\_\_ آخر وہ کیوں اپنے بھائی سے جدا ہو۔ ایک مدت کے بعد تو بھائی سے ملاقات ہوئی ہے \_\_\_\_\_ اب وہ بھائی کو نہیں چھوڑ سکتی۔ شفقت میاں نے بھی بہن کی خاطر مدارت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔

راخ نے بے ساختہ نظریں اٹھائیں \_\_\_\_\_ قنوت نے یا قنوتی ہونٹوں کو اس وقت حسب عادت سکیڑا ہوا تھا۔ یہ اس کی عادت تھی وہ جب بھی زیادہ کام میں مصروف ہوتی ہونٹ یوں ہی کر لیتی۔

بناؤ بیٹا۔

زینت بیگم نے کہا۔

اور رابعہ بیگم کی نظریں گھر کے ہر کونے میں کسی اور افراد کی متلاشی تھیں۔  
زینت بھابی۔ باقی تینوں بچے کہاں ہیں \_\_\_\_\_ میں تو قنوت کو ہی دیکھ رہی، رابعہ بیگم کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔

یا قنوت تو نرسنگ کی ٹریننگ کے لئے کوسید گئی ہوئی ہے۔ فراز ابھی کالج سے نہیں آیا اور عالی اپنے کمرے میں ہو گی۔

عالی کے نام کے ساتھ ہی زینت بیگم بہت افسردہ سی ہو گئیں \_\_\_\_\_ لیکن قنوت اور راخ تیریز خاموش چائے سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

کیا بات ہے \_\_\_\_\_ عالی بیمار ہے کیا؟

رابعہ بیگم تشویش ناک انداز میں بولیں۔

بیمار نہیں \_\_\_\_\_ اس کی ذہنی حالت درست نہیں \_\_\_\_\_ آٹھ دس سال کی ہو چکی ہے ابھی تک بچوں کی طرح ضد کرنا \_\_\_\_\_ تو تلی باتیں کرتا۔

زینت بیگم بہت پریشان سی ہو گئیں۔

ڈاکٹروں کو دکھایا۔

رابعہ بیگم نے کہا۔

ہاں \_\_\_\_\_ بہت ڈاکٹروں کو دکھایا \_\_\_\_\_ سب یہی کہتے ہیں دماغ اس کی

عمر سے چھوٹا ہے \_\_\_\_\_ تب ہی وہ ایسی حرکتیں کرتی ہے۔

ہوں \_\_\_\_\_ ویسے انہیں عالی کے بارے میں بہت دکھ ہوا۔

رابعہ بیگم خاموش ہو گئیں۔

کیا ہے بھائی جان۔  
تمیز نے کہا۔

ارے بھی انڈیو کے لئے بلایا ہے۔  
راخ بات نہ کر سکتا تھا۔۔۔۔۔ بے انتہا خوشی سے آواز اس کی حلق میں اٹک  
ری تھی۔

کہاں؟

لاہور

راخ نے کہا۔

لاہور۔۔۔۔۔ باجی قنوت کے پاس۔۔۔۔۔

تمیز حیران رہ گیا۔

بیٹا راخ۔۔۔۔۔ تمہارا خط آیا تھا۔۔۔۔۔ کیا ہے اس میں رابعہ بیگم کرے میں  
داخل ہوئیں۔

ای جان۔۔۔۔۔ بھائی جان کا لاہور انڈیو ہے۔

تمیز نے کہا۔

لاہور جاؤ گے تم۔۔۔۔۔ کیا وہاں درخواست۔۔۔۔۔

رابعہ بیگم حیرت زدہ سی بولیں۔

نہیں امی درخواستیں تو کئی جگہوں پر دی تھیں۔

راخ نے ماں کی بات کاٹ دی۔۔۔۔۔ انڈیو کل لاہور سے آئی ہے۔

راخ بولا۔

پھر تمہیں وہاں جانا ہو گا۔

رابعہ بیگم نے کہا۔

اگر نوکری مل گئی تو ایسا ہی ہو گا۔

تو یہ کہو۔۔۔۔۔ میں تو یہاں تنہا نہیں رہوں گی۔

2

بہت دن قیام کرنے کے بعد رابعہ بیگم بمعہ اپنے بیٹوں کے واپس اپنے گھر لوٹ  
گئیں۔ لیکن وہ دل کی بات نہ کہہ سکیں۔ اس کے لئے انہوں نے وہ دن منتخب کیا کہ  
جب راخ کو اچھی ملازمت مل جائے۔۔۔۔۔ راخ نے بھی ماں کی بات مان لینے میں  
عافیت سمجھی۔۔۔۔۔

دن یوں ہی لمحہ لمحہ آگے آگے ریگتے رہے۔ دن ہفتے اور پھر کئی ماہ گزر گئے  
راخ نے امتیازی پوزیشن سے کلاس جیت لی تھی۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے کسی  
اچھی ملازمت پر فائز ہونا چاہتا تھا۔ سویوں ہی ہوا۔ پاس ہوتے ہی اس نے ملک کے  
تمام بڑے بڑے شہروں میں درخواستیں ارسال کر دی تھیں۔۔۔۔۔ وہ جن دفاتر میں  
چاہتا تھا کہ اچھی ملازمت ہو اچھی تنخواہ ہو۔۔۔۔۔ تاکہ اس کا مستقبل روشن  
ہو سکے۔ کیونکہ وہ ایک متوسط گھر کا فرد تھا۔ اس نے ترقی کرنا تھی اور قنوت بھی  
متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ آگے بڑھنا چاہتا تھا کیونکہ تمیز ابھی بچہ تھا  
۔۔۔۔۔ اس نے تعلیم حاصل کرنا تھی۔

آج صبح سے ہی موسم ابر آلود تھا۔ وہ ابھی تک کمرے سے نہیں نکلا تھا۔ بلکہ  
بستر میں ہی دھنسا ہوا تھا۔

نن ٹن۔۔۔۔۔ سامنے نصب شدہ کلاک نے دس کا گھنٹہ بجا دیا۔

ارے۔۔۔۔۔ وہ اچھلا اور دوسرے ہی لمحے تمیز کمرے میں داخل ہوا بھائی

جان۔۔۔۔۔

اس کے ساتھ ہی تمیز نے ایک لفافہ راخ کی جانب پھینک دیا آپ کا خط۔

اور راخ نے چاک کر بھی لیا۔

جوں جوں وہ پڑھتا جاتا تھا خوشی و مسرت کے طے جٹے جذبات اس کے چہرے

سے عیاں تھے۔

او ہو اے ابھی مجھے ملازمت تو مل جائے \_\_\_\_\_ رہنے کا بندوبست تو بعد میں  
 بھی ہو جائے گا \_\_\_\_\_ رنخ کے لئے سب سے بڑا مسئلہ لاہور جانے کا اور ماں کو  
 چھوڑنا تھا \_\_\_\_\_ وہ تو خود پریشان ہو گیا تھا۔ امی جان \_\_\_\_\_ آپ بے فکر رہنے کا  
 \_\_\_\_\_ جہاں بھی ملازمت ملی میں آپ کو وہاں ہی لے چلوں گا \_\_\_\_\_ میں تو خود  
 آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا رنخ نے بہت تسلی بخشی دی تو تب کہیں رابعہ بیگم کی  
 پریشانی دور ہوئی۔

آخر وہ دن بھی آن پہنچا \_\_\_\_\_ جس کا انتظار تھا \_\_\_\_\_ رنخ انڈیو میں  
 کامیاب ہو کر سائز لینڈ کا بڑا آفسر نامزد ہو گیا۔ لاہور شہر میں اچھی جگہ خوبصورت  
 کوٹھی اور نوکر اور بے شمار سولتیں میسر تھیں کراچی والے مکان کو کرایہ پر دینے کے  
 بعد سب لاہور میں ہی شفٹ ہو گئے تھے۔ تیرز کو بھی آٹھویں میں داخل کروا دیا تھا،  
 چند دنوں میں یہ سارا کام خفیہ خفیہ کیا گیا۔ وہ اچانک بتانا چاہتا تھا \_\_\_\_\_ لان میں  
 کرسیاں بچھی تھیں۔ ملازم درمیانی میز پر چائے رکھ گیا تھا۔

عبدل \_\_\_\_\_  
 رابعہ بیگم نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر ہاتھ میں پکڑی سیج کو میز پر رکھ  
 دیا، جی بیگم صاحبہ \_\_\_\_\_  
 عبدل چونک گیا۔

چل ہٹ گھوڑا \_\_\_\_\_ خبردار جو مجھے بیگم صاحبہ کہا \_\_\_\_\_ میں تو تیری ماں  
 کے برابر ہوں \_\_\_\_\_ بیگم صاحبہ تو تم رنخ میری بہو کو کہہ سکتے ہو \_\_\_\_\_ رابعہ  
 بیگم کی نظروں میں قوت کا سراپا گھوم گیا۔  
 تو پھر آپ ماں ہی ہوئی نا \_\_\_\_\_  
 عبدل ڈرتے ڈرتے بولا۔

ہاں بھئی \_\_\_\_\_ تم میرے بیٹوں کی طرح ہو \_\_\_\_\_ بلکہ میرے بیٹے ہی

ہو۔

رابعہ بیگم حسب عادت بہت ہی شفقت جتاتے گئیں۔  
 اچھا \_\_\_\_\_ یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں \_\_\_\_\_ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔  
 رنخ آتے آتے قریب کی کرسی پر بیٹھ کر بولا۔  
 عبدل سامنے کھڑا مسکراتا رہا۔  
 جاؤ تیرز کو بھی بلا لاؤ۔  
 بہت بہتر۔

رابعہ بیگم کے کہنے پر عبدل تیز رفتاری سے لان میں سے نکل گیا۔

امی جان۔

رنخ نے کہا۔

کیا بات ہے بیٹا \_\_\_\_\_ دو ماہ ہو گئے ہیں تمہیں یہاں آئے ہوئے \_\_\_\_\_

ادھر \_\_\_\_\_ رابعہ بیگم کی فوراً "رنخ نے بات کاٹ دی۔

میرا خود بھی ارادہ تھا امی جان کہ ہم لاہور سیٹل ہو جائیں \_\_\_\_\_ پھر ماموں  
 شفقت کے گھر والوں کی دعوت کریں گے \_\_\_\_\_ اس طرح وہ حیران بھی ہوں گے  
 اور خوش بھی۔

رنخ کے چہرے پر خوشی چھلک رہی تھی۔

ٹھیک یہی ہے تمہاری بات۔

رابعہ بیگم بولیں۔

چند دنوں میں گاڑی ملنے والی ہے۔

رنخ نے کہا۔

گاڑی کیا کرو گے بیٹے \_\_\_\_\_ نانگے میں چلے جائیں گے۔

رابعہ بیگم نہایت سادگی سے بولیں۔

ارے واہ امی جان \_\_\_\_\_ اب مانگوں مانگوں کا زمانہ بدل گیا ہے \_\_\_\_\_

گاڑیاں پسند کرتے ہیں لوگ۔ بہت دولت ہو \_\_\_\_\_ اونچا سٹینس ہو \_\_\_\_\_

راخ نے کہا \_\_\_\_\_ اور چائے بنانے لگا۔

ہاں بیٹا \_\_\_\_\_ تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ \_\_\_\_\_ ہر چیز ہی بدل گئی ہے۔  
میرا خیال ہے اب انسان ہی قدیم رہ گیا ہے۔

ہاں امی \_\_\_\_\_ واقعی انسان بہت قدیم ہے \_\_\_\_\_ بیس ارب سال تو ہو گئے  
انسان بنے ہوئے۔

راخ بولا \_\_\_\_\_ اور ماں کی سادگی پر ہنس دیا۔

آفتاب افق کی گود میں اتر گیا \_\_\_\_\_ کائنات پر چاروں اور سرخی سی پھیل گئی۔  
سرمایہ دلکش شام عجیب منظر پیدا کر رہی تھی۔ لاکھ روغنیاں اس شرارے کے سامنے  
ہچکچاہٹیں خوبصورت ڈنر سوٹ میں ملبوس سلیقے سے ہال بنائے وہ اچھی طرح تیار ہو کر  
باہر سڑک پر آگیا \_\_\_\_\_ ٹیکسی لئے سیدھا زینت بیگم کے ہاں پہنچ گیا۔  
ٹیکسی سے اتر کر چند قدموں سے آگے شفقت میاں کا مکان تھا۔

راخ نے آہستہ سے کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

اس کے ساتھ ہی جانی پہچانی آواز نے اس کی پیاسی روح کو سیراب کر دیا۔

کون \_\_\_\_\_

غلام \_\_\_\_\_

وہ بڑی بذلہ سنج کیفیت سے بولا۔

جی۔۔

اور قنوت نے مسکرا کر دروازہ کھول دیا۔

بہت شریر ہیں آپ \_\_\_\_\_ ہنستے ہوئے \_\_\_\_\_ ارے پھوپھو جان \_\_\_\_\_

وہ راخ کو بغیر سواری کے کھڑے دیکھ کر حیرت زدہ سی ہو گئی۔

اگر اندر داخل ہو جاؤں تو بات بنے۔

راخ اور قریب آگیا۔

آئیے \_\_\_\_\_

وہ دروازے سے سرک گئی۔

وہ اندر صحن میں آگیا۔

کہاں ہیں سب لوگ۔

راخ نے چاروں طرف تذبذب انداز میں دیکھا۔

اس وقت سوائے عالی کے اور کوئی گھر پر نہیں ہے۔

قنوت نے آنچل درست کیا۔

چلو اچھا ہوا \_\_\_\_\_

وہ بڑا بے تکلف صحن میں کچھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ آج آپ اس قدر

سرا کیوں لگ رہے ہیں \_\_\_\_\_ حالانکہ پہلے ایسا ہرگز نہ تھا۔

قنوت راخ کے سراپا کو بھی بغور دیکھ رہی تھی۔ یہ لباس میں سلیقہ \_\_\_\_\_

بت میں نکھار وہ بہت متذبذب سی اسے نکلے جا رہی تھی۔

کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟

راخ نے نظریں اٹھائیں۔

میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کراچی سے آئے نہیں لگتے۔ جیسے نزدیک سے ہی  
ہوں۔

قنوت نے اس کے گھنے بالوں کو سلیقے سے بنے دیکھ کر کہا۔

ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ نجوم سیکھ لیا میرا خیال ہے۔

راخ نے کہا۔

نہیں \_\_\_\_\_ ویسے آپ اتنے تروتازہ ہیں کہ طویل سفر کے بعد آدمی ایسا تو

وہاں۔ قنوت مسکرائی اور کچن کی طرف چل دی۔

ڈرائنگ روم میں چائے لے آؤ۔

وہ بے تکلف اٹھ کر ڈرائنگ روم کی جانب چل دیا۔

آج کتنا شادماں اور خوش تھا \_\_\_\_\_ ایک عرصے کے بعد محبوب کی رفاقت

وہ بھی خاموش چائے پیتی رہی۔

اور وہ قدرت کی گراں قدر مناعی پر متحیر سا چائے نوش کرتا رہا۔ جبکہ لڑکی میں سے آنے والی شریر ہوا قوت کے دراز گیسو ساری پشت سے ہٹا کر اس کے کس شامنے پر پھیلا دیتی پھر وہ ہلکی سی جنبش کے ساتھ بالوں کو واپس گرا دیتی۔ رہنے دو۔۔۔۔۔ کیا کہتے ہیں تمہیں۔

وہ بے چین سا بول اٹھا۔

وہ ایسی بھی کوڑھ مغز نہیں تھی۔۔۔۔۔ راسخ کی نظروں کا مضمون اچھی طرح فہمی تھی۔ خاموش رہی۔۔۔۔۔ پھر برتن سمیٹ کر باہر نکل گئی۔ رات پڑ گئی۔۔۔۔۔ ابھی تک کوئی بھی نہیں لوٹا۔ قوت ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے بولی۔ اچھی بات ہے۔

اس کے ساتھ ہی راسخ نے قوت کا مرمیس نازک ہاتھ تھام لیا۔ اور وہ ساری سے لرز گئی۔۔۔۔۔ رگ و پے میں ایک برقی سی دوڑ گئی۔

قوت۔۔۔۔۔

راسخ نے قوت کے کان میں سرگوشی کی۔۔۔۔۔ قوت کو یوں محسوس ہوا جیسے بہت دور سے اسے پکار رہا ہے۔۔۔۔۔ پورے وجود میں کچکی سی طاری ہو۔ انگ انگ ٹوٹنے لگا تھا۔

قوت۔۔۔۔۔

محبت کے لازوال جذبے کے تحت وہ حسن کا بے پناہ خزانہ اپنے قریب دیکھ کر نہ کر سکا۔۔۔۔۔ راسخ نے دونوں ہاتھوں سے قوت کے دلنشین چہرے کو ہاتھوں مایا اور اس کی روشن پیشانی پر محبت کی مرثیت کر دی۔

راسخ۔۔۔۔۔

وہ جیسے چلا اٹھی۔۔۔۔۔ لیکن آواز اس کے حلق میں اٹک کر رہ گئی

نصیب ہوئی تھی۔۔۔۔۔ وہ جی بھر کے باتیں کرنا چاہتا تھا۔

چند لمحوں کی تاخیر کے بعد وہ طشتی میں چائے لے آئی۔

ایک کپ قوت نے خود لیا اور دوسرا راسخ کو دیا۔

شکریہ!

وہ کپ تھام کر بولا۔

کہاں ہیں سب لوگ۔

راسخ نے کہا۔

شادی پہ اور ابو رائے ونڈ کسی کام کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں۔

اچھا!

راسخ نے بغور گہری نظروں سے قوت کو دیکھا۔۔۔۔۔ قوت ایک حسیر

لڑکی تھی۔ حسن اور سادگی۔۔۔۔۔ گھمبیرا۔۔۔۔۔ سب خوبیاں اس میں

تھیں۔ بلاشبہ وہ اس کی بیوی بننے کے قابل تھی۔

کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟

قوت کے ہاتھ لرز سے گئے۔۔۔۔۔ وہ شاید راسخ کی نظروں کی تاب نہ

تھی۔

دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ نظروں پہ پابندی ہے کیا۔

راسخ بھی خوشگوار لہجے میں بولا۔

ایسی تو کوئی چیز نہیں۔۔۔۔۔

قوت کسر نفسی سے کام لے رہی تھی۔۔۔۔۔ یا اس کو یہ احساس ہی

کہ وہ اس قدر خوبصورت بھی ہے۔

میں جو دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ تمہیں اس کا علم نہیں ہے شاید۔

وہ بغور نظریں قوت کی آنکھوں میں ڈال کر بولا۔

چند لمبے کمرے کا ماحول پر سکوت رہا۔۔۔۔۔ کسی نے بھی لب کشا

3

\_\_\_\_\_ اور وہ قنوت کا شانہ دبا کر باہر نکل گیا۔

وہ بہت دیر تک اس لمس کو محسوس کرتی رہی جو چند لمحے اس کے گرم گڑ  
ہونٹ اس کی ٹھنڈی پیشانی پر چھوڑ گئے تھے۔ وہ اس کی ہو گئی ہے۔

کلاس میں لپکھروینے کے بعد وہ ابھی چاک واپس میز پر رکھنے ہی والی تھی کہ  
ملازم کی آواز پر وہ چونک گئی۔

بہیش کے لئے \_\_\_\_\_ من کے اندر پھلنے والی تمام خواہشات نے تکمیل  
لبارہ اوڑھ لیا تھا \_\_\_\_\_ وہ اس کی ہو گئی تھی۔

کوئی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔  
منور نائب قاصد نے کہا۔

نس نس سے یہ آواز ابھری \_\_\_\_\_

کون \_\_\_\_\_؟

وہ ترامیت ہے \_\_\_\_\_ وہ تیرامیت \_\_\_\_\_ تو اس کی پجارن

وہ تیرا دیوتا اور تو اس کی داسی \_\_\_\_\_

جانتے ہوئے بھی اس نے لا علمی کا اظہار کیا۔

باچی جی وہی صاحب \_\_\_\_\_ پہلے بھی تو آتے ہیں۔

منور نے اس کی یادداشت کو لوٹانا چاہا۔

اچھا \_\_\_\_\_ اچھا \_\_\_\_\_ انہیں کو \_\_\_\_\_ آرہی ہوں۔

قنوت نے رومال سے ہاتھ صاف کئے اور پرس اٹھایا۔

اتنی دیر میں بل ہو چکی تھی۔

وہ خراماں خراماں گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔

آداب \_\_\_\_\_

راخ نے دیکھتے ہی شریر انداز میں کہا۔

ارے واہ بڑی شان ہے جناب کی۔

قنوت خوبصورت کروٹ لٹوٹا دیکھ کر اظہار مسرت کرتے بولی۔

ای بلا رہی ہیں \_\_\_\_\_ آجائو \_\_\_\_\_ راخ قریب آگیا۔

قنوت کو آج راخ عجیب عجیب سا لگ رہا تھا \_\_\_\_\_ بہترین سیاہ سوٹ میں

س خوبصورت وجیہ ڈیل ڈول دکش خدوخال کا مالک آج راخ بہت ہی اچھا لگ رہا

خیریت تو ہے \_\_\_\_\_ کس لئے بلا رہی ہیں پھوپھو جان؟

قوت نے پوچھا \_\_\_\_\_  
 معلوم نہیں \_\_\_\_\_ تم آ تو جاؤ۔  
 وہ جھلا گیا۔  
 چھٹی لینا پڑے گی۔  
 قوت نے کہا۔  
 تو لے لو نا \_\_\_\_\_ راسخ نے کہا \_\_\_\_\_ میں انتظار کرتا ہوں۔  
 انتظار میں تو آپ بڑے ماہر ہیں۔  
 قوت نے بھی شرارت کی۔  
 تو اور کیا \_\_\_\_\_ جب سر پر پڑی تو نبھائیں گے۔  
 وہ بھی آنکھیں نیم باز کرتے قوت کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے بولا۔  
 وہ شرم سے پرے ہٹ گئی۔  
 آتی ہوں \_\_\_\_\_ ویسے آج ہاف ڈے (نصف یوم) ہے۔ وہ پلٹ گئی۔  
 اف تو یہ \_\_\_\_\_ یہ نوکری تو عورتوں کے لئے عذاب ہے \_\_\_\_\_ کر۔  
 جب تک شادی نہیں ہوتی \_\_\_\_\_ وہ خود ہی باتیں کرتا رہا۔  
 وہ چند منٹوں میں پرس جھولاتی باہر آگئی۔  
 تشریف رکھئے سرکار۔  
 راسخ نے اپنے ساتھ والی سیٹ کا دروازہ کھولا۔  
 وہ خاموش بیٹھ گئی۔  
 راسخ بچیلی طرف سے ہوتا ہوا اپنی سیٹ پر سٹیرنگ پکڑ کر بیٹھ گیا۔  
 کچھ دیر کے بعد گاڑی تارکول کی چمکی سڑکوں پر پھسلتی ہوئی وسیع و عریض  
 کوٹھی کے سامنے رکی۔  
 دونوں اتر کر ڈرائنگ روم کی طرف چل دیئے۔  
 پھوپھو کہاں ہیں؟  
 قوت نے کہا \_\_\_\_\_  
 معلوم نہیں \_\_\_\_\_ تم آ تو جاؤ۔  
 وہ جھلا گیا۔  
 چھٹی لینا پڑے گی۔  
 قوت نے کہا۔  
 تو لے لو نا \_\_\_\_\_ راسخ نے کہا \_\_\_\_\_ میں انتظار کرتا ہوں۔  
 انتظار میں تو آپ بڑے ماہر ہیں۔  
 قوت نے بھی شرارت کی۔  
 تو اور کیا \_\_\_\_\_ جب سر پر پڑی تو نبھائیں گے۔  
 وہ بھی آنکھیں نیم باز کرتے قوت کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے بولا۔  
 وہ شرم سے پرے ہٹ گئی۔  
 آتی ہوں \_\_\_\_\_ ویسے آج ہاف ڈے (نصف یوم) ہے۔ وہ پلٹ گئی۔  
 اف تو یہ \_\_\_\_\_ یہ نوکری تو عورتوں کے لئے عذاب ہے \_\_\_\_\_ کر۔  
 جب تک شادی نہیں ہوتی \_\_\_\_\_ وہ خود ہی باتیں کرتا رہا۔  
 وہ چند منٹوں میں پرس جھولاتی باہر آگئی۔  
 تشریف رکھئے سرکار۔  
 راسخ نے اپنے ساتھ والی سیٹ کا دروازہ کھولا۔  
 وہ خاموش بیٹھ گئی۔  
 راسخ بچیلی طرف سے ہوتا ہوا اپنی سیٹ پر سٹیرنگ پکڑ کر بیٹھ گیا۔  
 کچھ دیر کے بعد گاڑی تارکول کی چمکی سڑکوں پر پھسلتی ہوئی وسیع و عریض  
 کوٹھی کے سامنے رکی۔  
 دونوں اتر کر ڈرائنگ روم کی طرف چل دیئے۔  
 پھوپھو کہاں ہیں؟  
 قوت نے کہا \_\_\_\_\_  
 معلوم نہیں \_\_\_\_\_ تم آ تو جاؤ۔  
 وہ جھلا گیا۔  
 چھٹی لینا پڑے گی۔  
 قوت نے کہا۔  
 تو لے لو نا \_\_\_\_\_ راسخ نے کہا \_\_\_\_\_ میں انتظار کرتا ہوں۔  
 انتظار میں تو آپ بڑے ماہر ہیں۔  
 قوت نے بھی شرارت کی۔  
 تو اور کیا \_\_\_\_\_ جب سر پر پڑی تو نبھائیں گے۔  
 وہ بھی آنکھیں نیم باز کرتے قوت کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے بولا۔  
 وہ شرم سے پرے ہٹ گئی۔  
 آتی ہوں \_\_\_\_\_ ویسے آج ہاف ڈے (نصف یوم) ہے۔ وہ پلٹ گئی۔  
 اف تو یہ \_\_\_\_\_ یہ نوکری تو عورتوں کے لئے عذاب ہے \_\_\_\_\_ کر۔  
 جب تک شادی نہیں ہوتی \_\_\_\_\_ وہ خود ہی باتیں کرتا رہا۔  
 وہ چند منٹوں میں پرس جھولاتی باہر آگئی۔  
 تشریف رکھئے سرکار۔  
 راسخ نے اپنے ساتھ والی سیٹ کا دروازہ کھولا۔  
 وہ خاموش بیٹھ گئی۔  
 راسخ بچیلی طرف سے ہوتا ہوا اپنی سیٹ پر سٹیرنگ پکڑ کر بیٹھ گیا۔  
 کچھ دیر کے بعد گاڑی تارکول کی چمکی سڑکوں پر پھسلتی ہوئی وسیع و عریض  
 کوٹھی کے سامنے رکی۔  
 دونوں اتر کر ڈرائنگ روم کی طرف چل دیئے۔  
 پھوپھو کہاں ہیں؟



راخ ڈنگا سا گیا۔ اچھا بابا \_\_\_\_\_ آؤ چلو \_\_\_\_\_ میں سارا الزام اپنے سر لے لوں گا۔ راخ  
یہ بڑی کھٹن راہ ہے \_\_\_\_\_ کانٹے ہی کانٹے ہیں اس پر \_\_\_\_\_ وہ جھک کر  
بولی۔

یہ علم ہے مجھے \_\_\_\_\_ میں نے اچھے راستے کا انتخاب کیا ہے \_\_\_\_\_ اور  
پھول پنے ہیں وہ مسرت بھرے انداز میں بولا۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ  
میں کانٹے چننا ہی نہیں چاہتا۔

اچھا \_\_\_\_\_ بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہیں آپ \_\_\_\_\_

قوت بے ساختہ اس کے کالر سے کھیلنے ہوئے بولی۔

قوت \_\_\_\_\_ بھولنا نہیں۔

راخ نے قوت کے کان میں سرگوشی کی۔

لیکن وہ سمیٹ کر آچھل چلنے کی عادی تھی \_\_\_\_\_ صرف کسماکس رہ گئی۔

شام کے دھندلے پھیلنے لگے تھے \_\_\_\_\_ باتوں باتوں میں دونوں کو یہ احساس  
ہی نہ رہا کہ سورج بھی افق کی گود میں اتر رہا ہے۔

راخ اب کیا ہو گا۔

وہ بہت بے چین نظر آرہی تھی۔

کچھ نہیں ہو گا \_\_\_\_\_ میں چھوڑ آؤں گا۔

راخ اس کے ہاتھ تھام کر دباتے ہوئے بولا۔

لیکن اس وقت ابا کیا کہیں گے۔

قوت نے کہا۔

ارے بھی کیا کہیں گے \_\_\_\_\_ کہہ دینا پارٹی تھی \_\_\_\_\_ دیر تو ہو ہی جاؤ

ہے \_\_\_\_\_ راخ مسکرایا۔

آپ کو مذاق سوچ رہا ہے \_\_\_\_\_ مجھے معلوم ہے \_\_\_\_\_ کیا ہو گا \_\_\_\_\_

قوت جیسے پچھتا رہی ہو۔

گاڑی سے اترتے قوت نے باتوں کی آواز سنی۔

ڈرائنگ روم میں بھیا کی آواز بھی آرہی تھی۔

قوت \_\_\_\_\_ بیٹا اتنی دیر کہاں لگا دی۔

شفقت میاں ایک دم سے بولے۔

ارے ماموں جان \_\_\_\_\_ میں اگر وقت پر نہ پہنچ جاتا تو یہ محترمہ کالج میں ہی

رات بسر کرتیں۔ راخ نے بات بتائی۔

کالج \_\_\_\_\_ کالج کہاں سے آگیا۔

ای جان کالج میں مشاعرہ تھا \_\_\_\_\_ وہاں دیر ہو گئی \_\_\_\_\_ میں کہاں جاتی

نمی وہ سعیدہ ہے زبردستی لے گئی۔

قوت نے جھوٹ کا سہارا لیا۔

جو اگر جانا تھا تو ذرا جلدی کر لیتیں \_\_\_\_\_ اتنا شوق ہے آپ کو شعر و شاعری

نہ۔ راخ نے بات مذاق میں ڈال کر معاملہ رفع دفع کر دیا۔ سب ہنسنے لگے۔

اچھا \_\_\_\_\_ بھائی اب اجازت دو۔

رابعہ بیگم ہنسنے ہنسنے انھیں \_\_\_\_\_ اور بیٹھو نا \_\_\_\_\_ کتنا اچھا ماحول تھا۔

زینت بیگم نے کہا۔

پھر سہی \_\_\_\_\_ دونوں ماں بیٹا راخ کے ساتھ گیٹ پر آگئے۔

کہیں ایسا نہ ہو \_\_\_\_\_ اپنی پھوپھو کا انتقام لیتا رہے۔

شفقت میاں آنے والے وقت سے خوفزدہ ہو گئے۔

نہیں نہیں آپ کے دل میں جس قسم کے بھی دوسے ہیں ان کو نکال دیجئے۔  
بے شک میرا بیٹا اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے \_\_\_\_\_ لیکن قوت بھی لاکھوں میں ایک ہے  
\_\_\_\_\_ ایسی لڑکی تو چراغ لے کر تلاش کریں تو نہیں ملتی۔

راجہ بیگم والمانہ انداز میں بولیں۔

قوت میری بہت ہی پیاری بیٹی ہے \_\_\_\_\_ اس کا دکھ میں سہ نہیں سکوں گا۔

شفقت میاں د گہرے آواز سے بولے۔

اوہو \_\_\_\_\_ بھائی جان آپ کیوں اس قدر دل برداشتہ ہو رہے ہیں \_\_\_\_\_

قوت کوئی غیروں میں تو نہیں جا رہی \_\_\_\_\_ میرے جسم کا ایک حصہ ہے \_\_\_\_\_

اس میں رنجور ہونے والی کوئی بات نہیں۔

اچھا کچھ دن ہمیں سوچنے کے لئے دو۔

شفقت میاں بولے۔

ہاں دو ایک دن کیوں \_\_\_\_\_ بہت دن سوچ لیں \_\_\_\_\_ لیکن ووٹ میرے

حق میں ہو۔

اس کے ساتھ شفقت میاں اور زینت دونوں ہنس دیئے۔

شام ہوتے ہی راجہ بیگم روانہ ہو گئیں \_\_\_\_\_ ملازم گاڑی لے آیا تھا۔

کس طرح قدرت نے دن پھیرے ہیں ان کے \_\_\_\_\_

زینت بیگم نے حیرت زدہ ہو کر انگلی ہونٹوں پر رکھی۔

خدا ایسی لائق اولاد سب کی کرے \_\_\_\_\_ راجہ بیگم نے محنت اور دکھ بہت

جھیلے ہیں۔ شفقت میاں کو ماضی یاد آنے لگا۔

یہ تو واقعی درست ہے \_\_\_\_\_ راجہ بیگم نے بہت اذیتوں کے بعد یہ مقام

حاصل کیا ہے۔ زینت بیگم نے کہا۔

راجہ بیگم کا بڑھتا ہوا التفات شفقت میاں اور زینت بیگم کے لئے حیرت انگیز  
اور دلچسپ بات تھی۔ شفقت میاں اندر اندر بہت خوشی محسوس کر رہے تھے کہ اگر  
راجہ کے ساتھ قوت کی نسبت طے ہو جائے تو کس قدر اچھی بات ہو \_\_\_\_\_ لیکن ابھی  
تک زینت بیگم کو یہ احساس نہ ہوا تھا کہ قوت اس کی سوتیلی ہے مگر اب راجہ کو اعلا  
عمدے پر فائز دیکھ کر وہ چاہنے لگی کہ اس کی اپنی بیٹی جس کو اس نے جنم دیا۔  
یا قوت کی نسبت اس سے طے ہو \_\_\_\_\_ وہ ان جذبات کو افشا بھی نہیں کرنا چاہتا  
تھیں۔ قوت کو بھی انہوں نے ماں بن کر پالا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں دل کے ک  
گوشے سے آواز آتی تھی کہ کسی اچھے گھر میں ان کی بیٹی بیاہی جائے۔ آخر وہ دن آ  
گیا جب راجہ بیگم نے شفقت میاں سے قوت کا رشتہ مانگ ہی لیا۔

امید ہے کہ میرا دل نہیں توڑیں گے آپ لوگ \_\_\_\_\_

راجہ بیگم نے زینت بیگم کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

اپنے بھائی سے بات کر لو۔

زینت بیگم نے شفقت کی طرف اشارہ کیا۔

کیا بات ہے \_\_\_\_\_ ہماری بہن کیا کہنا چاہتی ہے۔

شفقت میاں چائے کی چسکی لیتے مسکرا کر بولے۔

میں قوت کو اپنی بیٹی بنانا چاہتی ہوں بھائی \_\_\_\_\_

وہ سیدھی سادھی گفتگو کرنے لگیں۔

دیکھ لو راجہ \_\_\_\_\_ تمہارا بیٹا بہت اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔

شفقت میاں بولے۔

یہ بات مت کہیں بھائی \_\_\_\_\_ آخر میں آپ کی بہن ہوں \_\_\_\_\_

رگوں میں آپ کا ہی خون ہے۔ راجہ بیگم جیسے گزرا انھیں۔

ابھی ہم لوگ زندہ ہیں \_\_\_\_\_  
 زینت بیگم نے محبت سے بیٹے کو دیکھا۔  
 لیکن میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔  
 فراز کے انداز میں سوالیہ پن پوشیدہ تھا \_\_\_\_\_ نہ جانے اب وہ کیا کہہ دے  
 گا۔

کیا کہنا چاہتے ہو تم؟  
 زینت بیگم چونک سی گئیں۔  
 میں چاہتا ہوں \_\_\_\_\_ کہ \_\_\_\_\_ وہ رک گیا \_\_\_\_\_  
 ہاں ہاں \_\_\_\_\_ بات مکمل تو کرو \_\_\_\_\_  
 زینت بیگم کو احساس ہوا کہ جیسے اعراف میں لنگ رہی ہوں۔  
 اسی ہماری زمین ہے نا \_\_\_\_\_  
 فراز نے گلکھیاٹے ہوئے کہا۔  
 ہاں ہے \_\_\_\_\_ پھر \_\_\_\_\_  
 زینت بیگم نے کہا۔

میرا خیال تھا وہ فروخت کر کے میں کوئی کاروبار کر لیتا \_\_\_\_\_  
 فراز \_\_\_\_\_ یہ کیا کہہ رہے ہو \_\_\_\_\_ تمہیں معلوم ہے وہ نصف مربع  
 اراضی عالی کے لئے ہے۔ زینت بیگم کانوں کی لوڑوں تک سلگ اٹھیں۔  
 عالی ایک دیوانی لڑکی ہے \_\_\_\_\_ نصف مربع اراضی کو کیا کرے گی اسی \_\_\_\_\_  
 فراز خود غرض ہوتا جا رہا تھا۔  
 تمہیں معلوم ہے \_\_\_\_\_ ہمارے بعد اس کا کوئی ٹھکانہ ہے \_\_\_\_\_ یہی زمین  
 ہے جو اسے تحفظ فراہم کرے گی۔  
 تحفظ \_\_\_\_\_ کیسا تحفظ؟  
 وہ حیران رہ گیا \_\_\_\_\_

پھر ایک دن مبارک دیکھ کر دونوں خاندانوں نے قوت اور راسخ کی بڑی سادگی  
 سے منگنی کر دی \_\_\_\_\_ کسی بڑی دعوت کا اہتمام نہیں تھا \_\_\_\_\_ لاکھ رابعہ بیگم نے  
 کہا کہ کچھ تو دھوم دھڑکا ہونا چاہئے۔  
 نہیں \_\_\_\_\_ رابعہ تم اپنے گھر جا کر جو مرضی کرو \_\_\_\_\_ یہاں سادگی سے عی  
 ہو گا۔ شفقت میاں بولے۔

اچھا ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ جیسے آپ کی مرضی \_\_\_\_\_ میں کون ہوتی ہوں اصرار  
 کرنے والی۔ کیوں نہیں تم میری بہن ہو \_\_\_\_\_ کوئی غیر نہیں \_\_\_\_\_ دیکھو نا میں  
 نے یا قوت کو نہیں اطلاع دی \_\_\_\_\_ میں نے سوچا اس کو خط لکھ دوں گا \_\_\_\_\_  
 تاکہ اس کا وقت ضائع نہ ہو۔

چنانچہ رابعہ بیگم بڑی خوش و خرم اپنے گھر روانہ ہو گئیں۔ اپنے طور پر انہوں  
 نے بہت خوشی کی دعوت کا اہتمام کیا \_\_\_\_\_ غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلایا۔  
 فراز نے تعلیم مکمل کر لی تھی \_\_\_\_\_ اور اب ملازمت کی تلاش میں  
 سرگرداں تھا۔ لیکن اس کو حسب منشا ملازمت نہ مل سکی۔ چاروں جانب مایوس ہو کر  
 وہ زینت بیگم کے پاس آیا۔

ای \_\_\_\_\_  
 کیا بات ہے \_\_\_\_\_ زینت بیگم روٹی توے پر ڈالتے ہوئے بولیں۔  
 میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔  
 فراز کے چہرے پر جھکن کے آثار ہویدہ تھے۔  
 کو \_\_\_\_\_ لیکن ایسی کون سی بات ہے جو تم کہنا چاہتے ہو۔  
 زینت بیگم نے روٹی چنگیر میں رکھی \_\_\_\_\_ دوسری روٹی پکانے کا خیال ہی جیسے  
 ترک کر دیا۔ ملازمت تو مل نہیں رہی۔  
 فراز کے انداز میں حد درجہ ناامیدی دوڑ رہی تھی۔  
 مل جائے گی بیٹا \_\_\_\_\_ اس میں اس قدر دل چھوڑنے کی کیا بات ہے

قوت نے بڑے مطمئن انداز میں کہا۔  
لیکن بات یہ ہے کہ تم لوگوں کے منہ سے نوالہ چھین کر میں اس کو زمین کیسے  
دے دوں۔

شفقت میاں انتہائی کرب ناک لہجے میں بولے۔  
یہ سب سوچنے اور محسوس کرنے کی باتیں ہیں۔ وہ بیٹا ہے آپ کا  
بڑھاپے کا آسرا ہے۔  
قوت نے آخر کار راضی کر ہی لیا۔

اور پھر چند دنوں میں نصف مربع اراضی فراز کی ملکیت تھی۔  
زمین کو فروخت کر کے اس نے وسیع پیمانے پر کاروبار شروع کیا۔ خدا کا  
کرنا ایسا ہوا کہ کاروبار بہت چمکا۔ دن دو گنی اور رات چو گنی ترقی کی۔ چند ماہ یوں ہی  
گزر گئے۔

فراز اپنی علیحدہ دینا بسا لینا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا اپنا گھر ہو اس  
کی بیوی اور بچے ہوں۔ وہ ایسی ہی سوچوں میں غرق رہنے لگا۔ اس نے جو  
کچھ بھی بنایا صرف اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے کے لئے بنایا۔ وہ اپنی ذات کو بہت  
بلند دیکھتا چاہتا تھا۔ بیٹے کی خود غرضی شفقت میاں کو بڑی شاق گزرتی تھی۔ اسی  
سوچ نے ان کو بیمار سا کر دیا تھا۔ وہ کمزور ہونے لگے تھے۔ زینت بیگم خاموش رہتیں۔  
آخر وہ کہتیں تو کیا کہتیں۔  
آج صبح سے شفقت میاں کو موسمی بخار تھا۔ وہ کئی دنوں سے کام پر بھی نہیں  
گئے تھے۔

لیجے چائے پی لیں۔  
زینت بیگم نے پیالی شفقت میاں کے سامنے چھوٹی میز پر رکھ دی۔  
شفقت میاں خاموش تھے۔ ان کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا  
۔۔۔۔۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق ہیں یا حالات کی بھول۔ صلیوں میں کھو گئے ہیں

تم سمجھتے کیوں نہیں۔۔۔۔۔ عالی کو جو سنبھالے گا وہی زمین کی آمدن کھائے  
گا۔ تاکہ عالی کسی پر بوجھ نہ پڑے۔  
زینت بیگم نے کہا۔

تو امی عالی میری بہن ہے۔۔۔۔۔ میں نہیں سنبھال سکتا اسے۔  
فراز نے ایک اور چال چلی۔  
نہیں۔۔۔۔۔ تم نہیں اسے سنبھال سکتے۔۔۔۔۔ نہ جانے کل نکال کو تمہاری  
بیوی کیسی ہو۔ وہ آنے والے خوف سے لرز اٹھیں۔

گولو ماریں بیوی کو فی الحال تو مجھے قدموں پر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔  
فراز جھنجھلا اٹھا۔

کچھ وقت تو دو۔۔۔۔۔ میں تمہارے باپ سے بات کروں گی۔  
زینت بیگم دوبارہ روٹیاں پکانے میں مصروف ہو گئیں۔  
آپ ابو کو منالیں گی۔۔۔۔۔ یہ مجھے یقین ہے۔  
فراز جاتے جاتے بولا۔

چنانچہ دوسرے دن یہی بات شفقت میاں سے کی گئی۔ وہ کسی طور نہ  
مانے اس وقت قوت بھی موجود تھی۔

ابو جان۔۔۔۔۔ عالی کے لئے کیا میں کافی نہیں۔۔۔۔۔  
بیٹی تم کیا کہہ رہی ہو۔۔۔۔۔ وہ زمین فراز جب فروخت کر دے گا تو عالی کا  
کچھ نہیں ملے گا۔

کوئی بات نہیں امی جان۔۔۔۔۔ نہ ملے۔۔۔۔۔ میں ملازمت کرتی ہوں  
۔۔۔۔۔ عالی میری بہن ہے۔۔۔۔۔ جہاں میں وہاں عالی۔  
تم بھی ٹھیک کستی ہو بیٹی۔

زینت بیگم اور شفقت میاں ایک زبان بولے۔  
تو دوسرے دہائیے زمین بھائی کو۔۔۔۔۔ کوئی بات نہیں ابو جان۔۔۔۔۔

یا انہیں راستہ نہیں مل رہا۔۔۔۔۔

کیا سوچ رہے ہیں آپ؟

زینت بیگم نے ٹھوکا دیا۔

ہاں۔۔۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔۔۔ وہ چونک سے گئے۔

کچھ تو ہے۔۔۔۔۔ آخر چپ کیوں ہیں آپ۔۔۔۔۔ دل کی بات مجھ

کہیں بوجھ ہلکا ہو گا۔

زینت بیگم جیسے گڑگڑا اٹھیں۔

میں بہت کچھ سوچ رہا ہوں۔۔۔۔۔ میری سچوں کے دائرے لا محدود

۔۔۔۔۔ سروس ختم ہونے والی ہے۔۔۔۔۔ بیٹیاں ویسی کی ویسی بیٹھی ہیں۔۔۔۔۔

بنے گا؟

وہ بڑے تشویش ناک انداز میں بولے۔

یہ روگ آپ کیوں جان کو لگا رہے ہیں۔

زینت بیگم نے چائے ان کے ہاتھ میں تھمائی۔

کیا کروں۔۔۔۔۔ فراز نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔

وہ جیسے کراہ اٹھے۔۔۔۔۔

میں تو کہتی ہوں شادی کر دیں اس کی۔۔۔۔۔ بیوی آجائے گی تو سارے کس

نکل جائیں گے۔

شادی۔۔۔۔۔ کوئی لڑکی تلاش کی تم نے۔۔۔۔۔

وہ بھی شاید یہی چاہتے تھے۔

مل جائے گی لڑکی بھی۔۔۔۔۔ لڑکا کماؤ ہو۔۔۔۔۔ لڑکیوں کی کمی نہیں ہے

زینت بیگم نے عورتوں کی طرح ہاتھ نہچایا۔

ہوں۔۔۔۔۔ لیکن جب تک صاحب زادے پسند نہ کر لیں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔

ہو گی۔ شہقت میاں کا انداز تشویش ناک تھا۔ اور یہ بات چشم زدن میں برادری۔

قریبی گھروں تک پہنچ گئی کہ زینت بیگم کو اپنے بیٹے کے لئے لڑکی تلاش ہے اور جب

یہ معلوم ہوا کہ فراز کا کاروبار خوب چمک رہا ہے تو اس بات نے سونے پر سناگے کا

کام کیا۔ آئے دن کوئی نہ کوئی عزیز رشتہ دار اپنی جوان بیٹیوں کے ساتھ شفقت میاں

کے ہاں مسمان رہتا۔ وہ میزبانی کرتے کرتے تنگ آ گئے تھے۔ لیکن فراز کو کوئی لڑکی پسند

نہیں آتی تھی۔ حالانکہ زینت بیگم نے اور بہت سی لڑکیوں کے نام بتائے۔

لیکن اس کا یہی جواب ہوتا۔

نہیں امی جان۔۔۔۔۔ جو میں چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ وہ نہیں۔

تو پھر کون سی پری اترے گی آسمان سے۔۔۔۔۔

زینت بیگم جھلا کر کہتیں۔۔۔۔۔

اترے گی۔۔۔۔۔ چند دن اور صبر کیجئے۔

وہ کہتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

دوسرے دن آفس میں بیٹھے وہ ایک دم سے چونکا۔

صاحب: کوئی مس صاحبہ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔

مس صاحبہ۔۔۔۔۔ مجھے۔۔۔۔۔ یہاں آفس میں۔۔۔۔۔

وہ تذبذب کے عالم میں بولا۔

جی ہاں صاحب۔۔۔۔۔ وہ کل بھی آئیں تھیں۔۔۔۔۔ لیکن آپ نہیں تھے۔

زم نے کہا۔

اچھا۔۔۔۔۔ بھیجو۔۔۔۔۔

فراز نے اپنے سامنے رکھی فائل کو ایک طرف رکھ دیا۔

آسکتی ہوں۔۔۔۔۔

کھٹکتی ہوئی آواز سے وہ چونک گیا۔

آئیے۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ہی فراز بری طرح چونکا۔

دروازے پر جو لڑکی کھڑی تھی۔۔۔۔۔ وہ حد درجہ فریہ اور ٹھگنے قد کی تھی۔

ہوائے کٹ بالوں میں وہ اور بھی مذہقہ خیز لگ رہی تھی۔ نہایت گھیردار فراق اور اونچی ایڑی میں اس کی شخصیت کسی سرکس کے مسخرا عورت سے کم نہ تھی۔  
تشریف رکھے۔

وہ از راہ اخلاق بولا۔

Thank You وہ نہایت دلربائی سے پیشانی سے بال ہٹاتے بولی۔

فرمائیے۔

فراز کا دل چاہ رہا تھا کہ زور زور سے قہقہے لگا کر ہنسنے لگے لیکن آداب خاطر تھے۔

آپ کا اخبار میں اشتہار پڑھا تھا۔

وہ اٹھلا کر بولی۔

پھر۔

فراز نے صرف اتنا ہی کہا۔

آپ کو پرسنل سیکرٹری کی ضرورت ہے۔

وہ اپنے کاغذات فراز کے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔

جی ضرورت تو ہے۔

تو پھر میں اسی کام کے لئے آئی ہوں۔ مجھ سے بہتر یہ کام اور کوئی کر سکتا۔

لاہولادالا قوہ۔

وہ بے ساختہ بولا۔

جی۔

وہ ایک دم سے بولی۔

میرا مطلب کہ ابھی انڈیو کی تاریخ بہت دور ہے میڈم۔

فراز نے جان چھڑانا چاہی۔

انڈیو لیں گے آپ۔  
وہ کچھ پریشان سی ہو گئی۔

جی ہاں۔ اتنی اچھی پوسٹ کے لئے کسی بہتر شخصیت کی ضرورت ہو

گی۔

فراز نے کہا۔

میں نے B.A فیسٹ ڈویژن میں کیا ہوا ہے۔ میزبانی کے فرائض بڑی

اچھی طرح ادا کر لیتی ہوں۔

وہ جلدی جلدی اپنی خوبیاں گنواتے بولی۔

ٹھیک ہے محترمہ آپ 19 جنوری کو تشریف لائیے۔

وہ آتا کر بولا۔

بہت بہتر۔ مجھے یٹنا کہتے ہیں۔ یاد رکھئے۔

وہ کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

اف اللہ۔

جھنجھلا کر فراز نے زوردار مکہ میز پر مارا۔

چار بجتے ہی وہ آفس سے گھر لوٹ گیا۔

مہمانوں سے گھر بھرا پڑا تھا۔

ڈائننگ روم میں بڑے اہتمام سے چائے پیش کی گئی تھی۔

کون ہے۔

فراز نے اپنے کمرے سے نکلتے زینت بیگم سے پوچھا۔

میری خالہ زاد بہن ہے۔ اور ساتھ اس کے دونوں بچے۔ ایک

بیٹا اور ایک بیٹی۔ کوئی رشتہ وشتہ کا چکر تو نہیں۔

فراز نے قیاس آرائی کی۔

ہے تو ایسی بات۔ لیکن تمہیں کہاں لڑکی پسند آئے گی۔ باپ تو

کشم آفسر ہے۔

ردن عشق کا دلدارہ \_\_\_\_\_ لیکن ابھی تک شاید اس نعمت سے محروم ہی تھا  
\_\_\_\_\_ اب جو قوت نظر آئی تو محبت کے لئے تمام حربے آزمانے شروع کر دیئے۔

فراز صاحب اب تو میری نوکری پکی ہو گئی۔

ٹیٹا نے نیم باز آنکھوں سے فراز کو دیکھا۔

جی \_\_\_\_\_!

فراز چونک گیا۔

ہاں ہاں \_\_\_\_\_ کیوں نہیں \_\_\_\_\_ اپنوں کا یہی تو فائدہ ہے۔

ٹیٹا اور ری کی والدہ بیگم زاہد اپنے تراشیدہ بالوں کو جھٹک کر بولیں۔

فراز خاموش ہی رہا۔ اسے سوال اور جواب دونوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

خدا خدا کر کے چائے کا دور ختم ہوا۔

اچھا بھی ہم تو چلے۔

راخ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ارے اتنی جلدی \_\_\_\_\_ رات کھانے کے بعد جانا ہو گا راخ بھائی۔

فراز نے کہا۔

قوت نے دیکھا۔ نہ جائیں حرج ہی کیا ہے۔

لیکن راخ خاموش نظروں کی زبان سمجھ چکا تھا \_\_\_\_\_

بھئی ایک شرط پر \_\_\_\_\_

راخ نے کہا \_\_\_\_\_ دراصل وہ نہیں چاہتا تھا کہ قوت اکیلی سارے لوگوں کا

ٹپکائے اور اپنے آپ کو ہلکان کرے۔

کونسی شرط؟

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

آج رات کا کھانا میری طرف سے ہو گا۔

ارے واہ \_\_\_\_\_ یہ تو بڑی کڑی شرط ہے۔

زینت بیگم نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

کیا لڑکی لولی لنگڑی ہے \_\_\_\_\_

فراز شریر انداز میں بولا۔

اللہ نہ کرے \_\_\_\_\_ ایسی تو کوئی بات نہیں \_\_\_\_\_ دیکھ لیتا تم \_\_\_\_\_

زینت بیگم نے کہا۔

امی جان آئیے نا \_\_\_\_\_ چائے پر سب لوگ پہنچ گئے ہیں۔

قوت نے دونوں ماں بیٹا کو دیکھ کر کہا۔

قوت کے ساتھ دونوں کمرے میں داخل ہوئے۔

ارے آپ \_\_\_\_\_

فراز کے منہ سے ایک دم نکلا \_\_\_\_\_

اور ٹیٹا تو مارے خوشی کے جیسے پاگل ہو گئی \_\_\_\_\_

ہائے اللہ \_\_\_\_\_ آپ \_\_\_\_\_ کتنی Lucky لگی ہوں میں \_\_\_\_\_

ٹیٹا نے مسرت کا بھرپور اظہار کیا۔

آپ جانتے ہیں ایک دوسرے کو \_\_\_\_\_

قوت کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھے ہوئے راخ نے کہا۔

ہاں ہاں \_\_\_\_\_ چند گھنٹے پہلے یہ میرے آفس آئی تھیں۔

فراز نے سامنے بیٹھ کر کہا۔

شادی دفتر بھی کھولا ہوا ہے آپ نے \_\_\_\_\_

راخ نے مذاق کیا۔

سب ہنسنے لگے \_\_\_\_\_ ٹیٹا کے ساتھ اس کا بھائی ری قوت کو دیکھ کر

دار قہقہے برسانے لگا۔

ری بالکل اپنی بسن کی کاپی تھا۔ موٹا تازہ پست قد شانوں میں ٹھکی ہوئی

5

بس شاپ پر کھڑے ایک دم سے اس کے پاس سفید گاڑی آکر رکی۔  
 آؤ۔۔۔۔۔  
 راج نے دوسری طرف اسٹیرنگ کے ساتھ والی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا۔  
 میں بس پر چلی جاؤں گی۔  
 قنوت پر تکلف لےجے میں بولی۔  
 ارے واہ۔۔۔۔۔ ہمارے ہوتے ہوئے تم بس پر جاؤ۔۔۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا  
 ہے۔ اس کے ساتھ ہی راج نے قنوت کا بازو کھینچا۔۔۔۔۔  
 وہ کھیانی سی سبھی سنائی راج کے ساتھ سیٹ پر بیٹھ گئی۔  
 یہ نوکری شادی کے بعد نہیں چلے گی۔  
 راج نے موڑ کاٹنے ہوئے کہا اور قنوت نے مسکرا کر راج کو دیکھا۔  
 وہ کتنا سچا۔۔۔۔۔ اور کتنا محبت کرنے والا انسان لگ رہا تھا۔ راج میں واقعی  
 نرشتوں جیسی خوبیاں تھیں۔  
 وہ دل میں سوچ کر رہ گئی۔  
 گاڑی ایک وسیع العرض ریستوران کے سامنے رکی۔  
 یہ گھر تو نہیں۔  
 قنوت نے کہا۔  
 لیکن گھر سے زیادہ پرسکون۔  
 راج کے ساتھ وہ گاڑی سے اتر آئی۔  
 خوبصورت زینہ پار کر کے وہ ایک آراستہ پیراستہ کمرے میں داخل ہوئے۔  
 یہاں۔۔۔۔۔  
 قنوت تنہائی کا احساس پاتے ہی ٹھٹھکی۔

فراز نے کہا۔  
 کڑی نہیں۔۔۔۔۔ بالکل آسان ہو جائے گی۔۔۔۔۔ میرا خانا ماں آجائے  
 ۔۔۔۔۔ ادھر سے حمیرا اور امی کو بھی بلا لیں گے۔۔۔۔۔ سب کچھ یہیں پکے  
 راج نے کہا۔  
 قنوت نے گہری نظروں سے راج کو دیکھا۔  
 امی جان۔۔۔۔۔ امی جان۔۔۔۔۔ فراز نے زینت بیگم کو پکارا۔۔۔۔۔ کیا  
 ہے بیٹے۔  
 وہ اندر داخل ہوتے بولیں۔  
 رات کا کھانا راج بھائی یہاں دے رہے ہیں۔  
 فراز نے کہا۔  
 کیا مطلب؟  
 وہ ہاتھ پونچھتے ہوئے بولیں۔  
 امی جان راج بھائی اپنی طرف سے ڈنر دیں گے۔۔۔۔۔ یہاں ہمارے  
 فراز نے کھول کر ماں کو سمجھایا۔  
 بیٹا۔۔۔۔۔ کیوں اتنا تکلف کرتے ہو۔۔۔۔۔ ہم اور تم دو تو نہیں۔  
 زینت بیگم نے محبت سے کہا۔  
 اسی لئے تو کہا ہے ممانی جان۔۔۔۔۔ میرا بھی حق ہے۔۔۔۔۔  
 راج نے بڑی فرمانبرداری کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔





میری تصویر \_\_\_\_\_

راخ نے اپنی تصویر بغور دیکھا \_\_\_\_\_

قوت کتنا چاہتی ہے مجھے \_\_\_\_\_ اور آج میں کیا کرنے والا تھا \_\_\_\_\_

وہ ندامت محسوس کرنے لگا \_\_\_\_\_ چند لمحے وہ خاموش آئینے کے سامنے کھڑا

رہا \_\_\_\_\_ پھر اس نے پرس کو کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا۔ ٹرے میں ہوٹل کا

بل ادا کرنے کے بعد لباس درست کر کے وہ باہر سڑک پر آگیا۔ نہ جانے کیوں محسوس

کر رہا تھا کہ سب لوگ اسے دیکھ رہے ہوں۔ وہ شرمندہ شرمندہ سا گاڑی میں بیٹھ

گیا۔

کئی دن گزر گئے۔

اس نے قوت سے ملنا مناسب نہ سمجھا۔ اتنی مدت میں اس کا غصہ اتر چکا ہو گا

\_\_\_\_\_ لیکن آج جب کہ پندرہ دن ہو چکے تھے۔ دل بیتاب نے بری طرح اکسایا

\_\_\_\_\_ آفس سے سیدھی گاڑی سکول کی جانب موڑی۔ حسب عادت نائب قاصد کو

پیغام بھیجا۔ ویسے بھی چھٹی ہونے والی تھی۔

باجی جی \_\_\_\_\_ باہر گاڑی آئی ہے۔

قوت چونک سی گئی۔ جو شخص دولت اور شیطانی ہوس کا غلام ہے وہ کیا محبت

بھائے گا۔

انہیں کہہ دو \_\_\_\_\_ میں خود آجاؤں گی \_\_\_\_\_ آپ کا شکریہ۔ اسی سوچ کے

ساتھ بولی۔

قوت نے کہا اور آفس میں گھس گئی۔

ملازم نے اسی طرح کہہ دیا۔

اچھا \_\_\_\_\_ شرمسار سیدھا قوت کے گھر پہنچا۔

آؤ آؤ بیٹا \_\_\_\_\_ بہت دن ہوئے تمہیں آئے ہوئے۔

زینت بیگم مسرت بھرے انداز میں بولی۔

وہ خاموش سا زینت بیگم کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا۔

کیا بات ہے بیٹا \_\_\_\_\_ بہت دکھی لگ رہے ہو۔ واقعی وہ اس وقت رنجیدہ تھا۔

زینت بیگم نے دیکھا وہ بہت اداس لگ رہا تھا۔

کچھ نہیں \_\_\_\_\_ ممانی جان \_\_\_\_\_ کچھ بھی نہیں \_\_\_\_\_

وہ خاموش سا رہ گیا۔

عین اس وقت جبکہ وہ ڈرائنگ روم کی جانب آ رہا تھا \_\_\_\_\_ قوت گھر میں

داخل ہوئی وہ اسے نظر انداز کرتے اپنے کمرے کی جانب چل دی۔

تم بیٹھو بیٹا \_\_\_\_\_ میں کھانا لاتی ہوں \_\_\_\_\_ قوت بھی آگئی ہے۔ زینت بیگم

نے کہا۔

وہ چپ سادھے ڈرائنگ روم میں بیٹھا رہا۔

چند لمحوں کے بعد چائے بھی زینت بیگم ہی اس کے لئے لے کر آئی تھیں۔

اسلام و علیکم آئی \_\_\_\_\_

کھٹ سے دروازہ کھلا اور رمی داخل ہوا۔

آؤ بیٹا \_\_\_\_\_ ٹھیک ہو \_\_\_\_\_ امی ٹھیک ہیں۔

جی ہاں سب ٹھیک ٹھاک ہیں \_\_\_\_\_ آپ سائیں ٹھیک ہیں۔

رمی ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

اللہ کا شکر ہے۔

فراز بھائی نہیں آئے۔

رمی نے تمہید باندھی \_\_\_\_\_ وہ بات کو شروع کرنے سے پہلے مطلوبہ شخص کے

بارے میں پوچھتا۔

نہیں \_\_\_\_\_

اور وہ کیا نام ہے آپ کی بیٹی کا \_\_\_\_\_ کیا نام ہے \_\_\_\_\_ بھلا سا \_\_\_\_\_

رمی آنکھیں بند کئے سوچتا ہی رہ گیا۔  
قوت کی بات کر رہے ہو۔  
زینت بیگم نے اس کا حافظہ جھنجھوڑا۔  
ہاں ہاں۔۔۔۔۔ قوت۔۔۔۔۔ کیا حال ہے۔ ان کا۔۔  
وہ ہنس دیا۔

اور کہاں ہے۔۔۔۔۔ میں مل سکتا ہوں ان سے۔  
وہ عجیب قسم کا منہ بناتے ہوئے بولا۔  
ہاں ضرور۔۔۔۔۔ اپنے کمرے میں ہو گی۔  
اور وہ چائے لے کر ڈرائنگ روم میں راسخ کے پاس چل دیں۔  
لو بیٹا چائے پیو۔  
زینت بیگم نے درمیانی میز پر چائے کا کپ رکھا۔  
رمی چلا گیا ہے۔  
راسخ نے جان بوجھ کے پوچھا۔

نہیں۔۔۔۔۔ وہ اب شام کو ہی جائے گا۔۔۔۔۔ بڑا شریر ہے۔۔۔۔۔ قوت  
کے پاس گیا ہے۔

گہیں ہانک رہا ہو گا۔  
ہوں۔۔۔۔۔

راسخ جل کر کباب ہو گیا۔۔۔۔۔ قوت تو بہت زیادہ اس سے ناراض ہے۔ میرا  
خیال ہے قوت نے کسی قسم کی کوئی بات ماں سے نہیں کہی۔  
یہ سوچ کر راسخ چپ سا ہو گیا۔

قوت کا اتنی دور چلے جانا اس کے لئے ایسے تھا جیسے کوئی اس کی روح کو سینے  
سے کھینچ لے اور اس کا بے جان لاشہ تڑپتا رہا ہو۔ وہ اس کو پسند کرتا تھا۔ نہ جانے  
اس سے غلطیاں کیوں سرزد ہو جاتی ہیں۔ وہ بہت دیر تک بیٹھا رہا۔۔۔۔۔ قوت اس

کے سامنے نہ آئی۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ حسن اس قدر قریب ہو تو  
مشق کیوں نہ مچلے۔ یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے۔ وہ شرمندہ شرمندہ سا ڈرائنگ روم  
میں بیٹھا اوپر والے کمرے سے قوت کی آواز سن رہا تھا۔ وہ رمی کے ساتھ بڑی  
فوشدلی کے ساتھ محو گفتگو تھی۔  
وہ جل کر کباب ہو گیا۔

ایک دم اٹھا۔۔۔۔۔ اور قوت کے کمرے کا زینہ پار کر گیا۔  
آ سکتا ہوں۔

وہ پردا اٹھا کر بڑی خوش دلی سے بولا۔  
آئیے آئیے راسخ بھائی۔۔۔۔۔ کئے کیسی طبیعت ہے آج کل۔۔۔۔۔  
راسخ نے پلٹ کر قوت کو دیکھا جو قریب سے کوئی میگزین اٹھا کر خواخوہ ورق  
گردانی کر رہی تھی، آپ کو کس نے کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔  
راسخ پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔ اسے ویسے بھی رمی کا وجود زہر لگ رہا  
تھا، کتنا کیا ہے۔۔۔۔۔ آپ کے چہرے سے عیاں ہے۔۔۔۔۔ بیمار سے لگ رہے ہیں

رمی ہنس دیا۔

چند لمحے گزر جانے کے بعد رمی کھڑا ہو گیا۔

اچھا قوت جی۔۔۔۔۔ مجھے اجازت دیجئے۔

وہ بڑا سادب قوت کے سامنے جھکا اور پھر پلٹا۔

بیٹھو نا رمی۔۔۔۔۔ ابھی کہاں شام ہوئی ہے۔

ارے نہیں قوت جی۔۔۔۔۔ آپ کیس اور ہم نہ بیٹھیں۔۔۔۔۔ یہ تو نہیں  
ہو سکتا۔ تو پھر کون سی مجبوری ہے۔

قوت دراصل راسخ کے سامنے تنہا بیٹھنا نہیں چاہی تھی۔

مٹی کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہے۔۔۔۔۔ کل سے بخار ہے انہیں۔

وہ کرسی پر سے کرتا ہوا بولا۔

اچھا \_\_\_\_\_

قوت نے افسردہ سا چہرہ بنایا۔

اور ری زینہ اتر گیا۔

وہ خواہ مخواہ ورق گردانی کرتی رہی \_\_\_\_\_ اور وہ اس کی تمام حرکات  
سکنت کو بغور دیکھتا رہا۔

ناراض ہو ابھی تک۔

راخ نے جرات مردانہ سے کام لیا۔

نہیں تو \_\_\_\_\_ میں بھلا آپ سے کیوں ناراض ہونے لگی \_\_\_\_\_ میرا  
حیثیت؟ قوت نے سوالیہ نظریں راخ کے چہرے پر ڈالیں۔

معاف نہیں کرو گی \_\_\_\_\_ کہہ جو رہا ہوں کہ غلطی ہو گئی \_\_\_\_\_ آؤ  
انسان ہوں \_\_\_\_\_ وہ شرمسار سا بول اٹھا۔

لیکن اعتبار تو اٹھ گیا نا \_\_\_\_\_

قوت نے کہا۔

کیوں؟ \_\_\_\_\_ اعتبار کو کیا ہوا؟

آپ کو اپنے جذبات پر کنٹرول ہی نہیں ہے \_\_\_\_\_ ہر بات کا ایک وقت مقرر  
ہوتا ہے۔ قوت نے راخ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ میں مانتا ہوں \_\_\_\_\_ میں اب وقت کا انتظار کروں گا۔  
راخ نے جیسے دل سے فیصلہ کر لیا ہو۔

قوت مسکرا دی۔

میرا پرس غالباً میں وہیں چھوڑ آئی تھی۔

قوت نے حافظے پر زور دیا۔

تمہاری امانت میرے پاس موجود ہے \_\_\_\_\_ کسی دن لے جانا آکر \_\_\_\_\_

راخ نے سرخرو ہوتے بولا \_\_\_\_\_ جیسے منوں بوجھ اتر گیا ہو۔

ارے واہ \_\_\_\_\_ اب نہ میں آئی \_\_\_\_\_ آپ کل یہاں لے آئیے گا۔  
وہ ہنس کر بولی۔

اس کا مطلب کہ تم نے دل سے بات کو نکالا نہیں۔

راخ نے بغور قوت کو دیکھا \_\_\_\_\_ حسن پاکیزہ یا معصوم حسن کہا جاسکتا تھا۔  
وہ انتہائی دلکش اور اچھی لگ رہی تھی۔

شرم و حجاب کی پوٹ بنی وہ ایک طرف کو سٹ گئی \_\_\_\_\_ وہ راخ کی گرم  
نگاہوں کی تپش سے پگھلی جا رہی تھی۔ سفید پیشانی چند ٹانپے میں عرق آلود ہو گئی۔  
اسکی آنکھوں میں تھرکتا ہوا شمار راخ کی جان لینے کے لئے کافی تھا۔

شام کے سائے بڑھتے جا رہے تھے۔ وہ اجازت لے کر اپنے گھر کو چل دیا۔ وہ  
قوت کے بغیر ایک لمحہ بھی اب بسر نہیں کر سکتا تھا۔ قوت کی کمی وہ شدت سے  
حسوس کرنے لگا تھا۔ ایک مجبور ہو کر اس نے ماں سے بات کر ہی دی۔

امی جان \_\_\_\_\_

کہو بیٹا کیا بات ہے۔

ماں نے سبزی بناتے ہوئے کہا۔

آپ شادی کی تاریخ پکی کیوں نہیں کرتیں۔

بیٹا \_\_\_\_\_ جب تک یا قوت کا رشتہ نہیں ملتا \_\_\_\_\_ قوت کی شادی نہیں  
وگی۔

کیا مطلب؟

وہ جھلا کر بولا۔

میں درست کہہ رہی ہوں بیٹے \_\_\_\_\_ وہ قوت اور یا قوت دونوں کی شادی  
ایک ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔

رابعہ بیگم نے کہا۔

یہ فیصلہ تو نہیں ہوا تھا۔

راخ نے کہا۔

بے شک! اس وقت طے نہیں ہوا۔۔۔۔۔ لیکن اب ایسا ہے۔ آپ ان بات تو کر کے دیکھیں۔

راخ سخت الجھن میں گرفتار ہو چکا تھا۔ قوت کی علیحدگی اس کے لئے سہ روح تھی۔ وہ بہت جلد اسے بیاہ کر لانا چاہتا تھا۔  
ٹھیک ہے میں بات کر لوں گی۔  
ماں نے کہا اور اپنے کمرے میں چل دی۔

ای جان جلدی تیار ہو جائیے۔۔۔۔۔ اور باقی کو بھی کہہ دیجئے۔  
فراز نے آتے ہی زینت بیگم سے کہا۔  
کہاں؟

زینت بیگم نے کہا۔

ای۔۔۔۔۔ امی۔۔۔۔۔ بڑی معصوم بھولی بھالی لڑکی پسند کر لی ہے میں نے  
از خوشی کا زبردست اظہار کرتے بولا۔

کیا۔۔۔۔۔ لڑکی۔۔۔۔۔ پسند کر لی ہے۔۔۔۔۔

ہاں! ہاں تیار ہو جائیے۔۔۔۔۔ باقی باقی۔۔۔۔۔ جلدی چینیج کیجئے۔۔۔۔۔ وہ  
ت کو اوپر منہ کر کے پکارتا بولا۔

اچھا۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔

چند لمحوں میں سفید ساڑھی میں قوت دراز بالوں کی چوٹی لٹکائے۔۔۔۔۔ اونچی  
ہی کا جوتا۔۔۔۔۔ وہ تو قیامت لگ رہی تھی۔ ایک ایسی قیامت جو ہر ایک کے دل  
برپا ہو سکتی تھی۔

اچھے خاٹے دولت مند لوگ تھے۔ ان لوگوں نے بہت آؤ بھگت سے فراز اور  
ا کے گھر والوں کو خوش آمدید کہا۔۔۔۔۔ قوت سے سب نے ہی خوش اخلاقی کا  
ہرہ کیا۔ قوت کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ کوئی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔  
ب بیٹھے بیٹھے ایک عورت بوا الفت زینت بیگم کے پاس آئی۔  
بہن یہ لڑکی تمہاری ہے۔

بوا الفت نے قوت کی طرف اشارہ کیا۔ جو اس وقت فراز کی ہونے والی دہسن  
مومٹگو تھی۔

جی میری بیٹی ہے۔

زینت بیگم نے کہا۔  
کیس بات ہوئی ہے اس کی۔

ہوا الفت دراصل اپنے بیٹے کے لئے اسے پسند کر بیٹھی تھی۔  
ہاں ہوا \_\_\_\_\_ قوت کی تو متکلی ہو چکی ہے۔ \_\_\_\_\_ اللہ کرے فراز کی  
پکی ہو جائے تو دونوں بہن بھائی ایک ساتھ ہی شادی کے بندھن میں بندھ جائیں گے۔

ہوں \_\_\_\_\_ جب بات پکی ہو گئی تو چند ماہ ٹھہر کر شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔

ہوا الفت خاموش ہو گئی۔ جیسے ان کے دل کو بڑا صدمہ پہنچا ہو۔  
زینت بیگم خاموش ہو گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ شاید یاقوت کی بات  
\_\_\_\_\_ چند لمحے سکوت رہا۔ پھر اس خاموشی کو زینت بیگم نے خود ہی توڑا۔  
لیکن ہوا تم کیوں پوچھتی ہو۔  
زینت بیگم آگے کی ٹوہ لینے لگیں۔

ارے بی بی میرا لڑکا گھبرو جو ان ہے \_\_\_\_\_ مجھے اس کے لئے ویسی ہی  
لڑکی کی ضرورت ہے۔ ہوا الفت نے پھر سامنے بیٹھی قوت کو دیکھا۔  
کیا کرتا ہے تمہارا بیٹا۔  
زینت بیگم نے کہا۔

ہیڈ کلرک ہے واڈا میں \_\_\_\_\_ بڑی کمائی ہے۔  
ہوا الفت نے ہاتھ سے دولت مند ہونے کا اشارہ کیا۔  
زینت بیگم کی امید ٹوٹ گئی۔ \_\_\_\_\_ وہ یاقوت کا بھی قوت کی طرح اچھا  
رشتہ طے کرنا چاہتی تھیں وہ چپ سی ہو گئیں۔ کلرک کا رشتہ انہیں پسند نہ آئے  
لئے بات کو وہیں چھوڑ دیا۔

شام کو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔  
شازیہ اچھی لڑکی تھی \_\_\_\_\_ ویسے بھی اچھی پڑھی لکھی تھی اور۔  
قوت کو حیرت ہوئی۔  
اتنا اچھا خوبصورت دلہن ملا ہے \_\_\_\_\_ ایمان سے مجھے تو رشک آنے لگا۔  
وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔  
فکر نہ کرو \_\_\_\_\_ تمہیں بھی ایسا ہی لے دیں گے۔  
کہ اچانک کمرے کے دروازے سے راج نمودار ہو گیا۔

سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس کے وجود کو نظروں میں تول رہا ہو یا وہ یاقوت سے بے تکلفی کی خواہش رکھتا تھا۔  
اسلام و علیکم۔

اوپر آتے ہی رمی نے سلام کیا۔  
آؤ بھی آؤ رمی تمہارا ہی انتظار تھا۔  
راخ نے کہا۔

میرا انتظار \_\_\_\_\_ وہ کس لئے۔  
رمی نے حیرت زدہ ہو کر دریافت کیا۔  
رمی کیرم کھیلیں گے \_\_\_\_\_ آؤ نا \_\_\_\_\_  
یاقوت درمیانی میز پر کیرم سجا کر گولیاں درست کرنے لگی۔  
آؤ بیٹھو باجی۔

یاقوت نے قوت کو کہا، جو کھیلنے کے لئے بالکل تیار نہ تھی۔  
راخ یاقوت کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ وہ قوت سے اصرار نہیں کر رہا تھا۔ قوت کا رواں رواں سلگ رہا تھا \_\_\_\_\_ وہ کئی دنوں سے دیکھ رہی تھی کہ  
راخ یاقوت کے آجانے سے بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ وہ یاقوت کے قریب ہونے کی  
کوشش کر رہا تھا اور یاقوت کا بھی انداز خود سپردگی اسے ایک آنکھ نہ بھایا۔ وہ بہت  
بے تکلف ہو گئی تھی۔

آؤ رمی تم میرے سامنے بیٹھو۔  
قوت نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے رمی کو اپنے سامنے والی کرسی پر اشارہ کیا۔  
او Very Good \_\_\_\_\_ یہ میرے نصیب \_\_\_\_\_

رمی ہنستا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔  
راخ نے قوت کی طرف دیکھا \_\_\_\_\_ لیکن اس کا دھیان کیرم بورڈ کی طرف  
نہا۔ جہاں یاقوت کوئین کے گرد گولیاں سجا رہی تھی۔

ارے آپ نے سن لیا۔  
یاقوت ایک منہ بلند کرتے ہوئی۔ لیکن قوت صرف تبسم ہونٹوں کو سکیرا  
گئی۔

جی ہاں \_\_\_\_\_ راخ ان دونوں کے قریب ہی آلتی پالتی مارتے ہوئے بولا۔  
آپ کرسی پر بیٹھ جائیے نا۔  
قوت نے کہا۔

نہیں نہیں بیٹھے رہنے دو باجی \_\_\_\_\_ اتنا بھی ابھی سے احترام نہ کرو۔  
یاقوت نے راخ کا گھٹنہ دبایا۔  
اور راخ جم کر بیٹھ گیا۔

میرا خیال ہے کیرم کی ایک بازی نہ ہو جائے۔  
یاقوت نے کہا۔

ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ واقعی بڑا لطف آئے گا۔  
راخ چٹکی مارتے ہوئے بولا۔

لیکن چار لوگ ہونے چاہئیں \_\_\_\_\_ ہم تین ہیں۔  
یاقوت نے کہا۔

بلکہ دو ہی سمجھو \_\_\_\_\_ میں تو جا رہی ہوں پیپر دیکھنے۔  
ایک دم سے اٹھتے اٹھتے یاقوت نے روک لیا۔

بیٹھو نا باجی \_\_\_\_\_ یہ کیا بات ہوئی \_\_\_\_\_ پھر دیکھ لینا پیپر۔  
یاقوت نے قوت کا آنچل کھینچا۔

آداب آنٹی۔  
لودنڈر فل \_\_\_\_\_ چوتھا ممبر بھی آگیا۔

راخ نے بڑی خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔  
قوت نے راخ کی جانب دیکھا \_\_\_\_\_ وہ یاقوت کی طرف بڑی عجیب

نہیں تو \_\_\_\_\_ کہاں گئی ہوئی ہے \_\_\_\_\_ اتنی دیر \_\_\_\_\_  
قوت کا ماتھا ٹھکا۔

کہہ رہی تھی پروین کے ہاں جا رہی ہوں \_\_\_\_\_ اس کے ساتھ آئی ہے  
زینت کر کے \_\_\_\_\_ زینت بیگم بستر سے ہی بولیں۔  
یہ کونسا وقت ہے سہیلی کے گھر رہنے کا \_\_\_\_\_ رات ہونے کو آئی ہے۔  
شفقت میاں کو غصہ آگیا۔

لیکن زینت بیگم خاموش رہیں۔  
عین اس وقت راحہ اور یاقوت کے طے جلتے قہقروں کی آواز آئی \_\_\_\_\_  
قوت نے بھی آنکھیں اٹھا کر دیکھا اور زینت بیگم نے بھی کان کھڑے کر لئے۔  
اسلام و علیکم ماموں جان \_\_\_\_\_  
راحہ نے اندر جاتے سلام کیا۔  
جیتے رہو بیٹا \_\_\_\_\_ بیٹھو \_\_\_\_\_  
شفقت میاں راحہ کو اپنے سامنے کرسی کی جانب اشارہ کر کے بولے۔  
شکریہ۔

راحہ نے بڑے مؤدب لہجے میں کہا۔  
اے بیٹا \_\_\_\_\_ یاقوت تمہیں کہاں سے ملی۔  
زینت بیگم نے کہا۔  
ملنا کہاں تھا \_\_\_\_\_ میں تو خود ان کے گھر گئی تھی \_\_\_\_\_ میں نے سوچا ذرا  
دین پر گاڑی کا رعب پڑ جائے گا۔  
قوت باورچی خانے میں ساری باتیں گوش گزار کر رہی تھی۔

راحہ بڑی فراخ دلی سے ہنسا۔  
اب اسے ہنسی کس قدر آتی ہے۔ خوش رہتا ہے ہر وقت \_\_\_\_\_ جو وہ چاہتا  
\_\_\_\_\_ قوت منہ میں بیدردائی۔

کھیل شروع ہوا \_\_\_\_\_ ری خاصا مشتاق لگ رہا تھا۔ کم تو قوت بھی نہ تھی۔  
راحہ اور یاقوت نے بہت کوشش کی کہ بازی جیت لی جائے لیکن ایسا نہ ہوا  
قوت اور ری نے کھیل جیت لیا۔  
راحہ اور یاقوت کھیانی سی ہنسی ہنستے ہوئے کھڑے ہوئے۔  
آخری بازی نہیں لگے گی \_\_\_\_\_ ری نے کہا۔  
نہیں یار \_\_\_\_\_ بہت دیر ہو گئی \_\_\_\_\_ اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔ را  
خدا حافظ کہتا ہوا زینت اتر گیا۔

اچھا میں بھی چلا۔  
ری نے کہا۔  
ارے بیٹھو نا ری \_\_\_\_\_  
قوت تو خاموش رہی \_\_\_\_\_ البتہ یاقوت نے روکنا چاہا۔  
No Thankyou \_\_\_\_\_ اور ری نیچے اتر گیا۔

چند دن یوں ہی گزر گئے \_\_\_\_\_ موسم سرا کی سب سے شام تھی۔ آسمان  
بدلیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ سرد سینہ چیرتی ہوئی ہوا چل رہی تھی۔ سائیں سائیں کر  
جب تیز و تند جھونکے چلتے تو گھر کے دروازوں کو بری طرح جھنجھوڑ کر گزرتے \_\_\_\_\_  
ان کی آواز سے گھر کا ماحول درہم برہم ہو جاتا۔ آج زینت بیگم کی طبیعت خراب  
\_\_\_\_\_ وہ بہت جلد بستر میں چلی گئی تھیں \_\_\_\_\_ شام کا سارا کام سکول۔  
واپسی پر قوت نے سنبھال لیا تھا۔ یاقوت سہ پہر سے ہی گھر میں موجود نہیں تھی۔

قوت بیٹی \_\_\_\_\_  
شفقت میاں نے کمرے سے ہی آواز دی۔

جی ابا \_\_\_\_\_  
قوت ذرا بلند آواز میں بولی۔  
یاقوت نہیں آئی۔



باجی کچھ کھانے کے لئے ہے۔  
 وہ لباس تبدیل کر کے کچن میں داخل ہو گئی۔  
 کیوں \_\_\_\_\_ پروین نے کھانے کا نہیں پوچھا۔  
 قوت نے بظاہر ہلکا سا مذاق کیا \_\_\_\_\_ لیکن اندر سے جل کر کباب تھی۔  
 پوچھا تھا \_\_\_\_\_ لیکن \_\_\_\_\_  
 راسخ کو اندر آتے دیکھ کر یا قوت خاموش ہو گئی۔  
 بات مکمل کرو۔  
 قوت کا لہجہ ترش تھا۔  
 دراصل باجی \_\_\_\_\_ ہم قلم دیکھ کر آرہے ہیں \_\_\_\_\_ بڑی اچھی فلم!  
 راسخ بھائی نے مجبور کیا \_\_\_\_\_ ہم نے بھی ہاں کر لی۔  
 حسب عادت وہ بات صاف کر گئی \_\_\_\_\_ پر وہ کم ہی رکھتی تھی۔  
 اچھا \_\_\_\_\_ کیسی گلی آپ کو فلم۔  
 قوت نے راسخ کو مخاطب کیا۔  
 ہوں \_\_\_\_\_ کیا \_\_\_\_\_ مجھے کما ہے \_\_\_\_\_ ہاں اچھی تھی \_\_\_\_\_ وہ  
 مری سے پلٹ گیا۔  
 قوت نے دونوں کو دیکھا۔ وہ دونوں اچھے خاصے ایک دوسرے میں کھل  
 گئے تھے۔  
 رکئے تو \_\_\_\_\_  
 یا قوت نے پکارا۔  
 راسخ نے دیکھا۔  
 کھانا کھا کر جائیے گا۔  
 یا قوت نے روکا۔  
 نہیں \_\_\_\_\_ پھر کبھی سہی \_\_\_\_\_ راسخ نے ایک اپنی سی نظر قوت  
 حس چہرے پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔  
 روک تو لیتی۔  
 قوت نے کہا۔  
 میں کیسے روکتی \_\_\_\_\_ حق تمہارا تھا باجی \_\_\_\_\_ پاؤں پڑتی تا جا کر \_\_\_\_\_  
 یا قوت نے چمڑ خانی کی \_\_\_\_\_  
 خیر یہ تو نہ مجھ سے ہو گا۔  
 قوت میں نہ جانے اس قدر انا کیسے آگئی۔  
 باجی ایسا مت سوچا کرو \_\_\_\_\_ راسخ بہت اچھا انسان ہے۔  
 یا قوت نے قوت کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔  
 ہوا کرے \_\_\_\_\_ مجھے اس سے کیا۔  
 قوت لا تعلق سی بولی۔ وہ جانتی تھی یا قوت دل پھینک سی لڑکی ہے۔ وہ کسی  
 کے ساتھ سنجیدہ نہیں ہوتی \_\_\_\_\_ وہ بہت جلد سب سے بے تکلف ہو جاتی ہے۔  
 اب سو بھی جاؤ بیٹی \_\_\_\_\_ سردی بڑھ رہی ہے۔  
 شفقت میاں باورچی خانے میں دونوں بہنوں کو بیٹھے دیکھ کر بولے۔  
 آپ دودھ تو پی لیجئے \_\_\_\_\_ چلے جاتے ہیں ابا۔  
 قوت نے کہا۔  
 اچھا کرے میں بھجوا دو۔  
 وہ اپنے بستر کی طرف بڑھ گئے۔  
 جاؤ ابا کو دودھ دے آؤ۔  
 قوت نے پیالہ بھرا اور یا قوت کے ہاتھ میں تھما دیا۔  
 کچن کو صاف کر کے وہ اپنے کمرے میں چل دی۔ یا قوت اپنے کمرے میں چلی  
 گئی۔ یا قوت کے ذہن سے راسخ کا تصور نہیں مٹ رہا تھا۔ راسخ اس کی بہن کا منگیترا  
 تھا۔ وہ اس کے ساتھ بے تکلف بھی تھی۔ راسخ خود اس میں دلچسپی لے رہا تھا \_\_\_\_\_

طبیعت صبح سے ہی کسلند تھی۔

وہ بادل ناخواستہ سکول چلی تو آئی تھی لیکن ایک پریڈ بھی اسے سکون تسکین نصیب نہ ہوئی۔ آج رمی نے بھی عالی کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا تھا۔ بیچاری کئی دنوں سے بخار میں تپ رہی تھی۔ قوت گویائی سے معذور عالی صرف اشارے سے بات کر سکتی تھی۔ وہ ہیڈ مسٹرئیس مسز فرخ سے اجازت لے کر گھر روانہ ہو گئی۔

دروازے پر دستک دی تو اندر سے بند تھا۔ (پتہ نہیں کون ہے اس وقت) قوت نے کال بل پر انگلی رکھ دی۔ اس نے یہ فقرے ڈرائنگ روم میں سے سن لئے تھے۔

دوسرے ہی لمحے دروازہ کھلا۔

باجی آپ اس وقت۔

یا قوت کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

ہوں۔

اور وہ سیدھی اپنے کمرے کا زینہ پار کر گئی۔ اس کے پیچھے ہی یا قوت آگئی۔

طبیعت تو ٹھیک تمہاری باجی۔

ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم جتاؤ۔ راح کب سے آئے ہوئے

ہیں۔ قوت نے جان بوجھ کے کہہ دیا کہ یا قوت جان جائے کہ اس کی آمد کا اسے علم ہے۔ کون راح۔

ہاں۔ ابھی چند منٹ ہی ہوئے ہیں۔ یا قوت۔

یا قوت۔ ارے بھئی جلدی آؤ نا۔ ایک بازی کیرم کی ہو جائے

صحن میں کھڑے ہو کر راح نے یا قوت کو پکارا۔

جاؤ۔ راح تمہیں بلا رہے ہیں۔

قوت نے کہا۔ یہ وہ راح ہے جو میری محبت کی قسم کھاتا تھا۔ کبھی نہ

باجی تو بہت اچھی لڑکی ہے۔ بلکہ مرد وفا کی دیوی ہے۔ لیکن یا قوت کے ساتھ راح التفات بڑھتا جاتا تھا۔ قلم میں راح نے باکس ریزرو کھوایا تھا۔ رومانی قلم اور تھماؤ دونوں بہت بے تکلف ہو گئے تھے۔ یا قوت نے یکسر فراموش کر دیا کہ یہ مختصر میری بہن کا منگیترا ہے۔ پوری قلم دونوں نے ایک دوسرے کے سارے بیٹھ کر گزار دی۔ جن جذبات کا اظہار وہ قوت سے نہیں کر سکتا تھا وہ یا قوت سے کھلم کھلا کر کرتا تھا۔ اپنے مضبوط بازوؤں کے حصار میں یا قوت کو لے کر اس کی نوجوان جبلت کی بھرپور تسکین ہو رہی تھی۔ اور یا قوت کا اظہار خود سپردگی اس کے جذبات پر طوفان برپا کر رہا تھا۔ وہ چند لمحوں میں ایک دوسرے کے بے حد قریب آچکے تھے کہ سانسوں سے سانسیں نکلا رہی تھیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے دلوں کی دھڑکنیں سن سکتے تھے۔

اور۔۔۔۔۔ قوت راح کے بدلتے تیور دیکھ رہی تھی۔ اس کی سرد مری اس بات کی دلیل تھی کہ وہ یا قوت میں دلچسپی لے رہا ہے۔ لیکن وہ مرہلب تھی وہ ابھی حرف شکایت زبان پر لانا نہ چاہتی تھی۔ وہ صرف خاموش تماشائی بنی سب کچھ دیکھتی چلی آ رہی تھی۔

چوں کی طرح اس کی آنکھوں سے گرتے رہے۔ محبتوں کا عذاب آج پوری طرح اس کے وجود میں اتر آیا تھا۔ اب ان ہی عذابوں کے چھپرے تلے اسے زندگی گزارنی تھی۔ اس نے دکھوں کے بھانڈے میں اپنی خواہشوں اور خوابوں کو جلانا تھا۔ کیا یہی محبت کرنے والوں کا نصیب ہے۔

وہ ست روی سے کچن میں چلی گئی۔ چائے بنا کر کپ کو اپنے ساتھ کمرے میں ہی لے آئی۔ وہ نہیں جانتی راح کب آیا اور کب گیا۔ وہ سوچوں کے گرداب میں بری طرح پھنس چکی تھی۔ عجیب عجیب قسم کے دوسوے ندیشے دامن گیر تھے۔ کیوں محبت کرنے والے اسے چھوڑ جاتے ہیں۔

وہ سوچوں کی اتھا گمراہوں میں ڈوبتی ابھرتی رہی۔ حالات کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ قوت نے اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا کہ یا قوت پوری طرح اس کے حق پر ڈاکہ ڈال چکی تھی۔ اس کی منگنی کو دو سال ہونے کو آئے تھے۔ لیکن ابھی تک رابعہ بیگم کی طرف سے شادی کی کوئی پیش قدمی نہ ہوئی تھی۔ زینت بیگم جب بھی بات کرتیں۔۔۔۔۔ رابعہ بیگم کا یہی جواب ہوتا۔

آج کدوں کی بات۔۔۔۔۔ ایک تو اسے وقت ہی نہیں ملتا۔۔۔۔۔ رابعہ بیگم یہ کہہ کر ٹال جاتیں۔۔۔۔۔

اور شفقت میاں بری طرح زچ ہو جاتے۔۔۔۔۔  
آخر کب کرو گی بات۔۔۔۔۔ دو سال ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔ بوڑھی کرلوں میں لڑکی کو۔۔۔۔۔ وہ بے حد غصے سے بولتے۔

زینت بیگم اندر ہی اندر یا قوت کی حرکات پر غور کر رہی تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ یا قوت کی وجہ سے وہ شادی سے انحراف کر رہا ہے۔

بھائی صاحب ناراض مت ہوں۔۔۔۔۔ میں جانتے ہی اس کے کان پکڑتی ہوں۔۔۔۔۔ وہ الجھتے ہوئے بولیں۔۔۔۔۔

ہاں، ہاں۔۔۔۔۔ پرسوں تک مجھے مکمل جواب دو۔۔۔۔۔

ٹوٹنے والی قسمیں کھائی تھیں۔ اس کی سوچ کہیں پہنچ گئی۔ یا قوت ندامت سے پکھل سی گئی اور قوت کے کہنے پر یا قوت نیچے اتر آئی۔

آؤ یا راح ایک بازی ہو جائے۔۔۔۔۔ کہاں چلی گئی تھیں۔  
راح نے یا قوت کو بازوؤں کے حصار میں لے کر زور سے دبا دیا۔

اف اللہ مریجاؤں گی۔۔۔۔۔  
وہ بڑی دلربائی سے خود راح کے سینے میں چھپتے ہوئے بولی اور عمل راح چاہتا تھا۔

راح۔۔۔۔۔  
راح مدہوش سا بولا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے باجی کو شک ہو چکا ہے۔  
یا قوت کو یہ بات کب سے کھٹک رہی تھی۔

ہو سکتا ہے۔  
راح نے یا قوت کی پیشانی پر ہنکے بالوں کو ہٹایا۔

یا قوت نے دیکھا۔۔۔۔۔ راح کو اس بات سے کوئی غرض نہ تھی۔۔۔۔۔ وہ قوت کے لئے بالکل لا پرواہ ہو چکا تھا۔ یا قوت اس کے اشاروں پر ناچتی تھی۔

ادھر سر میں شدید درد کی وجہ سے وہ کچن میں چائے کپ بنانے نیچے آئی۔۔۔۔۔ صحن کا درواہ کھلا تھا۔

وہ ٹھٹھکی۔  
راح کہہ رہا تھا۔

مجھے قوت میں اب کوئی دلچسپی نہیں رہی۔۔۔۔۔ وہ میرے لئے ایک عام سی لڑکی ہے۔ مجھے اس سے محبت تھی۔۔۔۔۔ لیکن وہ میرے معیار پر پوری نہیں اترتی۔

راح۔۔۔۔۔ یہ تم ہو۔۔۔۔۔ تم اتنے بدل بھی سکتے ہو۔  
وہ سک اٹھی۔ میرے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھانے والے۔ آنسو شری

شفقت میاں بولتے ہوئے چھت کا زینہ چڑھ گئے اور رابعہ بیگم گھر سے نکل  
اپنے گھر روانہ ہو گئیں۔ برآمدے میں قدم رکھتے ہی اسے یاقوت کے ہنسنے کی آوا  
آئی۔

یاقوت \_\_\_\_\_

آج سے پہلے تو انہیں صرف شک ہی تھا \_\_\_\_\_ لیکن اب پوری طرح یقین  
ہو چلا تھا کہ یاقوت پوری طرح بہن کا حق چھین رہی ہے \_\_\_\_\_ اف میرے خ  
\_\_\_\_\_ انہیں چکر سا آگیا \_\_\_\_\_ وہ ایسا نہیں چاہتی تھیں \_\_\_\_\_ قوت ان کا  
پیاری بھتیجی تھی۔ نیک عادات و شرافت اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔  
پھوپھو آگئیں۔

ایک دم چونکتے ہوئے یاقوت نے کہا۔

ہاں \_\_\_\_\_

اور فوراً "راخ" نے یاقوت کو اپنے پہلو سے الگ کر دیا۔

آداب پھوپھو جان۔

بری طرح ندامت بھرے انداز میں یاقوت نے رابعہ بیگم کو آداب کہا \_\_\_\_\_  
جو ڈرائنگ روم میں ہی آگئی تھیں۔

جیسی رہو \_\_\_\_\_ گھر میں تمہارا انتظار ہو رہا ہے \_\_\_\_\_

رابعہ بیگم کو بہت برا محسوس ہوا \_\_\_\_\_ انہیں اس طرح تنہائی میں راخ \_\_\_\_\_  
بے تکلف ملنا جلنا بے حد نا پسند تھا۔

یاقوت رابعہ بیگم کا روکھا سوکھا سالجہ محسوس کر گئی تھی۔

آج ماں کے سامنے راخ شرمسار سا لگ رہا تھا \_\_\_\_\_ لیکن اپنے جذبات  
سے مغلوب ہو چکا تھا۔

کھیانے سے انداز میں یاقوت نے بیگم شانے پر ڈالا۔

اجازت۔

آنکھوں ہی آنکھوں میں راخ سے اجازت مانگی۔

اور دروازے سے باہر نکل آئی۔

یاقوت کے جاتے ہی جیسے رابعہ بیگم راخ پر برس ہی پڑیں۔

تمہاری اس کیفیت سے دو گھر تباہ ہو جائیں گے۔

رابعہ بیگم نے کہا۔

کیا مطلب؟

راخ جان بوجھ کر انجان بن گیا۔

یہی بیٹا \_\_\_\_\_ کہ تم اکیلے میں یاقوت سے رسم و راہ بڑھا رہے ہو \_\_\_\_\_ یہ

مت بری بات ہے \_\_\_\_\_

ای جان \_\_\_\_\_ وہ \_\_\_\_\_

میں جانتی ہوں \_\_\_\_\_ اب تم کہو گے کہ وہ خود آتی ہے \_\_\_\_\_ تو یہ

ماری بات میں ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں \_\_\_\_\_ اگر اسے اپنی بہن کا احساس

میں تو تمہیں تو یہ خیال ہونا چاہئے کہ وہ تمہاری مگتیر ہے \_\_\_\_\_ تمہاری ہونے

لی بیوی ہے۔

رابعہ بیگم بہت گرم ہو گئیں۔

راخ نے خاموش ماں کے غصے کو برداشت کیا \_\_\_\_\_ بولنے کے لئے اس کے

\_\_\_\_\_ ہے ہی کیا تھا۔ چند منٹ کمرے میں مکمل سکوت رہا \_\_\_\_\_ دونوں ماں بیٹا مہر

ب رہے \_\_\_\_\_ پھر چند سیکنڈ گزرے۔ رابعہ بیگم نے لب کشائی کی۔

ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی \_\_\_\_\_

رابعہ بیگم نے کہا۔

راخ نے چہرہ اٹھایا \_\_\_\_\_ کونسی بات \_\_\_\_\_ ای جان \_\_\_\_\_

یہی بیٹا \_\_\_\_\_ تم شادی کس کے ساتھ کرو گے \_\_\_\_\_ قوت کے ساتھ یا

ت کے ساتھ۔

رابہ بیگم سیدھی ہوتے ہوئے بولیں۔

شادی تو یاقوت کے ساتھ \_\_\_\_\_

وہ بے دھڑک کہہ گیا۔

اور رابہ بیگم کی آنکھوں میں تارے ٹاپنے لگے۔ \_\_\_\_\_

راخ \_\_\_\_\_ یہ تم کیا کہہ رہے ہو \_\_\_\_\_ وہ قدرے چیخ اٹھیں۔ \_\_\_\_\_

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ای \_\_\_\_\_ قوت میرے معیار پر نہیں اتر سکتا۔ \_\_\_\_\_

راخ نے کہا۔ \_\_\_\_\_

ہاں ہاں \_\_\_\_\_ یاقوت تیرے معیار پر اتر سکتی ہے۔ ایسے لپھن قوت \_\_\_\_\_

نہیں \_\_\_\_\_ جو تمہیں پسند آتی \_\_\_\_\_ میں یہ کام بھی نہیں ہونے دوں گا۔ \_\_\_\_\_

\_\_\_\_\_ وہ میری بہو بنے گی \_\_\_\_\_ صرف وہ ہی \_\_\_\_\_ رابہ بیگم پاؤں پٹن \_\_\_\_\_

کمرے سے باہر نکل گئیں۔

اور وہ نکلنے پر سر رکھے سوچتا رہا۔ یہ معمر حل ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔ \_\_\_\_\_

اور وہ یاقوت کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ اس کے جذبات و احساسات کی قدر ہی نہیں \_\_\_\_\_

\_\_\_\_\_ وہ تو اس کی ہر بات پر لبیک کہتا اپنا فرض اولین سمجھتی تھی \_\_\_\_\_ تم \_\_\_\_\_

شب یہی کچھ سوچتا رہا \_\_\_\_\_ حالات سے سمجھوتہ کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی \_\_\_\_\_

یاقوت کا جادو سرچڑھ کر بول رہا تھا \_\_\_\_\_ اور رابہ بیگم کے لئے یہ بات بڑی د \_\_\_\_\_

بھری تھی کہ وہ قوت جیسی خوبصورت نگہز بسو سے محروم ہو رہی تھیں۔ \_\_\_\_\_

بہت دن گزر گئے۔

کئی چاند ابھرے اور روشنیاں نکھیر کر غروب ہو گئے۔ کئی آفتاب زمانے \_\_\_\_\_

اجالے دے کر وقت مخصوص کے ساتھ افق کی گود میں سو گئے۔ چاندنی بھی چھ \_\_\_\_\_

غریب کی بے کار گئی اور دولت مند کی راتیں جنگا گئیں۔ کچھ تبدیلیاں بھی آئیں \_\_\_\_\_

یاقوت کو قریبی سول ہسپتال میں بطور نرس ملازمت مل گئی تھی۔ وہ حسہ عادت بہ \_\_\_\_\_

خوش تھی۔ قوت کے ساتھ بھی اس کا رویہ بالکل پہلے جیسا تھا \_\_\_\_\_ دیکھنے د \_\_\_\_\_

نہاڑہ نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ لڑکی اس قدر عالم بھی ہو سکتی ہے جو اپنی بہن کا حق چھین \_\_\_\_\_

\_\_\_\_\_ لیکن راخ کا عشق اس طرح اس پر سوار تھا کہ اسے اور گرد میں کوئی چیز ایسی \_\_\_\_\_

نظر نہ آتی جو اس کی طالب توجہ ہو۔ \_\_\_\_\_

شفقت میاں کو اب یہ دکھ دامن گیر تھا کہ شادی کی تاریخ مانگنے پر بھی رابہ \_\_\_\_\_

نے کوئی جواب نہیں دیا \_\_\_\_\_ چند دنوں کی اور تاخیر کے بعد انہوں نے زینت بیگم \_\_\_\_\_

سے کہا۔ \_\_\_\_\_

رابہ تو نہیں آئی۔ \_\_\_\_\_

وہ سیدھے ہو کر لحاف شانوں پر ڈالتے ہوئے بولے۔ \_\_\_\_\_

اس دن کے بعد تو نہیں آئی \_\_\_\_\_ کیوں کوئی بات ہے \_\_\_\_\_

زینت بیگم ذرا ٹھٹھک گئیں۔ \_\_\_\_\_

تمہیں نہیں معلوم \_\_\_\_\_ اب قوت کو کتنی دیر بٹھائے رکھوں گا \_\_\_\_\_

سال تو اس کی ملازمت کو ہو گئے ہیں۔ \_\_\_\_\_

شفقت میاں بڑے د گہر لگ رہے تھے۔ \_\_\_\_\_

ہاں یہ تو ہے \_\_\_\_\_ اب قوت کو اپنے گھر کی ہو جانا چاہئے۔ \_\_\_\_\_

لیکن زینت بیگم کے ذہن میں کچھ اور ہی تھا \_\_\_\_\_ وہ بیٹی کے لپھن دیکھ چکی \_\_\_\_\_

ن وہ راخ کا جھکاؤ بھی دیکھ چکی تھیں۔ ان کی چوڑی چھپے ملاقاتیں \_\_\_\_\_ محبت کی \_\_\_\_\_

لہ بڑھتے بڑھتے بہت دور تک پہنچ گئی۔ وہ دونوں اتنی دور پہنچ چکے تھے جہاں سے \_\_\_\_\_

کا واپس لوٹنا بہت مشکل تھا \_\_\_\_\_ ایک موقع تلاش کرتے انہوں نے آج \_\_\_\_\_

ت سے بات کر ہی دی۔ \_\_\_\_\_

سو گئی بیٹی \_\_\_\_\_

وہ یاقوت کے کمرے کا دروازہ کھول کر بولیں۔ \_\_\_\_\_

نہیں ای \_\_\_\_\_ آجائے \_\_\_\_\_

یاقوت لحاف سیدھا کرتے خود بستر پر بیٹھ گئی \_\_\_\_\_ اور داسے ہاتھ سے بالوں \_\_\_\_\_

کو درست کیا۔  
بیٹھے۔

ماں کو قریب آتے دیکھ کر کہا۔

تم سے کچھ باتیں کرنا ہیں۔

زینت بیگم نے ذہنی انداز میں کہا \_\_\_\_\_ اور پھر اس کے قریب بیٹھ گئیں  
مجھ سے \_\_\_\_\_ خیریت تو ہے \_\_\_\_\_ ایسی کوئی بات ہے جو اس تاریکی

سانے میں کرنے والی ہے۔

یا قوت کا ماتھا ٹھنکا \_\_\_\_\_ لیکن پھر بھی مطمئن رہی۔

میرے اور تمہارے باپ کے نزدیک یہ بات بہت بڑی ہے \_\_\_\_\_  
جانے اس کو کیسا سمجھو۔

زینت بیگم نے بغور یا قوت کو دیکھا \_\_\_\_\_ اس کا چہرہ ہر قسم کے خیالاً

جذبات سے عاری تھا۔

ہم چاہتے ہیں کہ قوت کی اب شادی کر دیں۔

زینت بیگم بات کی تمہید باندھتے بولیں۔

تو کر دیں \_\_\_\_\_ بڑی اچھی بات ہے امی \_\_\_\_\_

یا قوت ایک پہلو کو بدل کر پلنگ پر نیم دراز ہو گئی۔

لیکن یہ شاید ہو نہیں سکتی۔

زینت بیگم نے سامنے بیٹھی یا قوت کو بغور دیکھا۔

کیوں؟

یا قوت نے ماں سے کہا۔

اس کی خاص وجہ ہے۔

زینت بیگم نے کہا۔

وجہ \_\_\_\_\_ کوئی وجہ \_\_\_\_\_ راج بہتر انسان ہے۔

یا قوت سب کچھ جانتے ہوئے بھی نادان بنی رہی۔ جیسے ماں کچھ نہ جانتی ہو۔

وہ بہتر انسان تھا \_\_\_\_\_ لیکن اب وہ بہتر نہیں رہا \_\_\_\_\_ وہ خود غرض خود

ہست ہے۔

زینت بیگم نے کہا \_\_\_\_\_ لیکن دل چاہا یا قوت کا منہ نوچ لیں۔ وہ شروع سے

حقیقت پسند رہی تھیں \_\_\_\_\_ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتی تھیں کہ یا قوت اپنی بس کا  
ن تلف کرے۔ اب وہ بہتر انسان کیوں نہیں رہا۔

یا قوت نے کہا۔ لہجے میں بے حد ٹھہراؤ تھا۔

مجھے کہنا تو نہیں چاہئے \_\_\_\_\_ لیکن بیٹی تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

زینت بیگم اصلیت کی طرف آگئیں۔

امی جان \_\_\_\_\_ میں نے کیا کیا ہے \_\_\_\_\_

یا قوت نے بے گناہ بننے کی کوشش کی۔

وہ قوت کو چھوڑ کر تم میں دلچسپی کیوں لے رہا ہے \_\_\_\_\_ میں چاہتی ہوں

اسے قوت کی طرف راغب کرو \_\_\_\_\_ تاکہ وہ شادی تو کر لے \_\_\_\_\_ زینت

م لجاجت بھرے انداز میں بولیں۔

میں اسے چھوڑ بھی دوں گی تو وہ باجی سے شادی نہیں کرے گا \_\_\_\_\_ یا قوت

آنکھوں کا پانی دھل گیا تھا۔

کیوں شادی نہیں کرے گا \_\_\_\_\_ کیا وہ خوبصورت \_\_\_\_\_

ہے خوبصورت \_\_\_\_\_ سب کچھ ہے \_\_\_\_\_ مگر \_\_\_\_\_ وہ منہ کی بات چھین کر

۔

مگر کیا \_\_\_\_\_ یہی کہ تم چاہتی ہو اس سے شادی کرنا \_\_\_\_\_ یاد رکھو اگر

کہنے نے قوت سے شادی نہ کی تو وہ تم سے بھی نہیں کرے گا۔

باجی کی خود سری نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔

یا قوت نے قوت کی برائی ظاہر کر دی۔

یہ تو اپنے مقدر کی بات ہے امی۔ میں اس شخص کو پسند ہی نہیں کرتی۔  
عالی بلا رہی ہے۔ دروازہ کھول کر قوت داخل ہوئی۔ چہرے پر  
غصیلا پن تھا۔

اس نے ماں بیٹی کی ساری گفتگو سن لی تھی۔

قوت بیٹی۔۔۔۔۔ عالی سوئی نہیں۔

زینت بیگم ایک دم سے حیران رہ گئیں۔

نہیں۔۔۔۔۔

قوت نے زینت بیگم کا شانہ تھام لیا۔۔۔۔۔ اور یاقوت نے نظریں جھکا  
نہ جانے ندامت سے یا نفرت سے۔

دوسرے دن یاقوت ہسپتال سے سیدھی راخ کے آفس پہنچی۔

ارے واہ۔۔۔۔۔ بڑا اچھا دن کا آغاز ہوا۔۔۔۔۔ کہیں نکال تو نہیں دیا

والوں نے۔۔۔۔۔

صبح صبح راخ یاقوت کو دیکھ کر بڑی بذلہ سنجی سے ہنس دیا۔

نہیں خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ لیکن اس وقت 9 بج رہے

یاقوت نے تراشیدہ بالوں کی لٹیں سنواریں۔

واقعی۔۔۔۔۔

راخ نے سامنے آویزاں کلاک پر نظریں جمادیں۔

اچھا۔۔۔۔۔ بتاؤ۔۔۔۔۔ چائے یا کافی۔۔۔۔۔

وہ آگے کی طرف جھک کر بولا۔

چائے ٹھیک رہے گی۔

وہ ٹیک لگا کر فیض کے کالر سے کھیلنے لگی۔ پرس اس نے قریب ہی رکھا

خیر تو ہے۔۔۔۔۔ موڈ آف لگ رہا ہے۔

راخ نے یاقوت کے چہرے پر بیزاری دیکھ کر کہا۔

اودہ میں بھول ہی گیا۔

اس کے ساتھ ہی راخ نے فون اٹھایا۔

چائے بھجوا دو۔

اور ریسور رکھ دیا۔

چند سیکنڈ بھی نہ گزرے تھے کہ ملازم ٹرے میں چائے لے آیا۔

میرا خیال ہے کہیں چلنا چاہئے۔

راخ نے کہا۔

وہ مسکرا دی۔۔۔۔۔ ماں کی باتوں سے اس کا دل بولنے کو بھی نہ چاہ رہا تھا۔

چائے بنا کر دونوں نے ایک ایک کپ لیا۔

چلو۔۔۔۔۔ شیراز چلے ہیں۔

راخ نے کہا۔

ٹھیک ہے۔

وہ جلدی سے اٹھی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی دونوں کیفے شیراز پہنچ گئے۔

ویٹر۔۔۔۔۔

راخ نے ویٹر کو آواز دی۔

آواز کے ساتھ ہی ویٹر نے مینو چارٹ ٹیبل پر رکھ دیا۔

میری اور تمہاری شادی نہیں ہو سکتی۔

وہ بڑے مایوس لہجے میں بولی۔

کیوں۔۔۔۔۔ اس میں میری مرضی کا دخل ہے۔

آپ کی مرضی کی کسے پرواہ ہے۔۔۔۔۔ باقی سے آپ کو شادی کرنا پڑے گی۔

وہ جھنجھلا کر بول اٹھی۔

یہ کیا بات ہوئی۔۔۔۔۔ قوت کو اور بہت رشتے مل سکتے ہیں۔

راخ نے سیدھے ہو کر کہا \_\_\_\_\_ کیونکہ میرا چائے معہ لوازمات لے آیا تھا۔  
یہاں رشتوں کی بات نہیں \_\_\_\_\_ آپ باجی کے منگیتریں \_\_\_\_\_  
یا قوت نے کہا۔

میں جانتا ہوں \_\_\_\_\_ لیکن اب ایسا نہیں ہے \_\_\_\_\_ میں اس سے شام  
نہیں کروں گا \_\_\_\_\_ راخ نے سخت لہجے میں کہا۔  
یہ آپ کا اٹل فیصلہ ہے \_\_\_\_\_ وہ راخ پر اپنی مرضی بھی ٹھونستا نہیں چاہا  
تھی۔

یا قوت نے کہا۔

بالکل \_\_\_\_\_ میرا حتمی فیصلہ ہے۔

راخ نے کپ واپس پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا \_\_\_\_\_  
اور یا قوت خاموش ہو گئی۔

چھوڑو ان باتوں کو \_\_\_\_\_ آؤ تمہیں کچر پر لے چلوں \_\_\_\_\_ راخ بڑ  
اپنائیت سے بولا۔

دیر ہو جائے گی۔

یا قوت نے کہا۔

کوئی بات نہیں \_\_\_\_\_ اٹھو \_\_\_\_\_ شاباش \_\_\_\_\_  
دونوں گاڑی میں بیٹھ کر سینا ہاؤس چلے گئے۔

قلم کا تو اک بہانہ تھا \_\_\_\_\_ بھلا باکس میں تنہا دونوں ہوں اور قلم کا \_\_\_\_\_  
ہوش رہتا ہے۔

قلم شروع ہو چکی تھی۔ ہال میں مکمل اندھیرا تھا۔

یا قوت \_\_\_\_\_

راخ نے یا قوت کے کان میں سرگوشی کی۔

جی \_\_\_\_\_

وہ آہستہ سے بولی۔

کیا بات ہے \_\_\_\_\_ ناراض ہو مجھ سے۔

راخ نے یا قوت کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔

راخ کو اس قدر قریب محسوس کرتے ہی وہ موم کی طرح پگھل گئی اپنے آپ کو  
راخ کے توانا شانے پر گرا کر اسے کس قدر تسکین ہو رہی تھی۔

تم بتاؤ یا قوت کہ مجھ سے شادی کرو گی کہ نہیں۔

وہ دوسری طرف سے جیسے حملہ آور بن گیا۔

جی \_\_\_\_\_ کیا کہا؟

وہ ایک دم چونکی۔

مجھ سے شادی کرنا پسند کرو گی کہ نہیں \_\_\_\_\_ ہاں یا نا میں جواب دو۔

راخ نے آزمائشی لہجہ اختیار کر لیا تھا۔

لیکن وہ خاموش رہی \_\_\_\_\_ اور اپنے چہرے کو راخ کے سینے میں چھپا لیا۔  
خاموشی نیم رضا۔

راخ نے مسکرا کر اسے اپنے سینے کے ساتھ بھیج لیا۔ نرم و نازک مرمریں بدن  
نے اس پر سرشاری کا عالم پیدا کر دیا \_\_\_\_\_ وہ مدہوش سا ہو گیا۔

راخ \_\_\_\_\_

ہوں \_\_\_\_\_

وہ جیسے گہری نیند سے بیدار ہوا ہو۔

آپ دونوں کے افتراق سے دنیا مجھے کیا کہے گی۔

وہ بڑے طول لہجے میں بولی۔

ارے جانے دو دنیا کو \_\_\_\_\_ کون پوچھتا ہے دنیا کو \_\_\_\_\_ میں تم سے اور تم  
مجھ سے \_\_\_\_\_

ایک ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھاتے دونوں اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔



شام کے سائے ڈھلتے ہی شفقت میاں نے کلاک پر نظریں گاڑ دیں۔

زینت \_\_\_\_\_

وہ صحن میں بیٹھی زینت بیگم کو پکارے جو عالی کو لئے بیٹھی تھیں۔ وہ آج قیام  
بنی ہوئی تھی۔

جی \_\_\_\_\_

زینت بیگم نے عالی کو ایک طرف کیا اور خود اندر داخل ہوئیں۔

ڈیوٹی کا وقت تو ختم ہو گیا \_\_\_\_\_ یہ یا قوت نہیں آئی ابھی تک۔

وہ تشویش ناک لمبے میں بولے۔ انہیں کچھ شک ہو چکا تھا۔

ہو تو گیا \_\_\_\_\_ آجائے گی۔ آتے آتے بھی تو دیر ہو جاتی ہے۔

زینت بیگم نے جھوٹ کا سہارا لیا۔ وہ جانتی تھیں کہ یا قوت کیوں اکثر دیر

گھر آتی ہے \_\_\_\_\_ وہ ماں ہونے کے ناطے کئی بار منع بھی کر چکی تھیں \_\_\_\_\_

لیکن اس کے کان پر جوں تک نہیں رہتی۔

اور قوت \_\_\_\_\_

قوت تو ابھی گئی ہے اپنے کمرے میں شفقت میاں مطمئن سے ہو گئے

لیکن یا قوت کے لئے وہ مطمئن نہیں تھے۔ میں مسجد جا رہا ہوں۔

شفقت میاں نے سر پر ٹوپی رکھی۔

نماز پڑھنے جا رہے ہیں آپ۔

زینت بیگم نے کہا۔

ہاں \_\_\_\_\_

وہ گھر سے نکل گئے \_\_\_\_\_

اور زینت بیگم نے دوبارہ گھڑی کی طرف دیکھا۔ پلٹ کر وہ صحن میں آگئیں۔

شام کے سات بج رہے تھے سردیوں کی غھٹھرتی ہوئی شام تھی۔ زینت بیگم نے بڑی

اضطرابیت کے عالم میں گردن موڑ کر کلاک کو دیکھا۔ اتنے میں دروازہ کھلنے کی آواز

آئی \_\_\_\_\_ وہ اونچی ایڑی کا جوتا پہنے تھی \_\_\_\_\_ وہ بے پاؤں اپنے کمرے کا زینہ

چڑھنے لگی۔ ابھی ایک پاؤں اوپر اور ایک نیچے ہی تھا۔

آگئیں \_\_\_\_\_ تم \_\_\_\_\_

زینت بیگم نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

وہ ہلٹی \_\_\_\_\_

جی \_\_\_\_\_ فرمائیے \_\_\_\_\_

یا قوت نے یوں کہا \_\_\_\_\_ جیسے ماں کچھ اور ہی کہنا چاہتی ہو۔

اس وقت ختم ہوتی ہے تمہاری ڈیوٹی \_\_\_\_\_ فوج نوکری کرتی تم \_\_\_\_\_ کیوں

شریف باپ کی ناک کٹوانے پر تلی ہوئی ہو۔

زینت بیگم کے منہ میں جو آیا کہہ گئیں۔

امی جان \_\_\_\_\_ کیا کیا ہے میں نے۔

وہ چلا کر بولی۔

اوپر سے قوت نے کان کھڑے کئے \_\_\_\_\_

اچھا \_\_\_\_\_ ابھی تمہیں پتہ ہی نہیں کہ تم نے کیا کیا ہے \_\_\_\_\_

تمہاری وجہ سے اس نے قوت سے شادی سے انکار کیا ہے۔

زینت بیگم سچ کہہ گئیں۔

میں نے اسے نہیں کہا کہ قوت سے شادی نہ کرو \_\_\_\_\_ سارے فیصلے اس

کے اپنے ہیں \_\_\_\_\_ وہ خود مختار ہے۔

وہ دیدہ دلیری سے کہہ گئی۔

امی جان \_\_\_\_\_ بس کیجئے۔

قوت سے اور برواشت نہ ہو سکا \_\_\_\_\_ زینہ اتر کر اس نے ماں کو شانوں

سے تھام لیا۔ شاید اس میں بھی قوت اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔

امی اس میں افروختہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ منگنی لٹی ہے۔۔۔۔۔ کوئی نکاح تو نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔ اسے حق ہے جسے چاہے اور جسے ناچاہے۔۔۔۔۔ آنسو پلکوں کی دہلیز توڑ کر رخساروں پر بہہ نکلے۔

اور یا قوت منوں وزنی قدم اٹھاتی زینہ چڑھ گئی۔  
زینت بیگم بری طرح رو دیں۔

امی جان۔۔۔۔۔ آپ کیوں اس بات کو محسوس کر رہی ہیں۔۔۔۔۔ وہاں  
یا قوت کو پسند کرتا ہے تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔۔۔۔۔ آپ کر دیں شادی یا نو۔  
کی۔۔۔۔۔ زہر کا پیالہ جیسے اس نے حلق میں اندیل لیا ہو۔۔۔۔۔ مقدر کی بات۔  
امی۔۔۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔۔۔۔۔ میری زندگی میں یہ نہیں ہو گا۔  
زینت بیگم نے قوت کو گلے لگا لیا۔

اس نے خواب دیکھے تھے۔ اس نے راح کو چاہا تھا۔ وہ اس کے احساسات اور  
جذبوں پر قابض تھا۔ اس کی محبت قوت کی روح کی عین گمراہیوں میں اتر چکی تھی  
یہ ابھی انوکھی بات تھی کہ دوریاں قربت میں بدل سکتی ہیں۔ لیکن قرب کی دوری  
دور نہیں کر سکتیں۔

حالات بہت بدل گئے تھے۔ شازیہ دلہن بن کر گھر آگئی تھی۔۔۔۔۔ چند  
گھونگھٹ اور جب نقاب الٹا تو شرم و حجاب کی پیکر شازیہ اپنی اصلیت پر آگ  
۔۔۔۔۔ وہ اپنے ساتھ بہت قیمتی اور بے شمار جینز لائی تھی۔۔۔۔۔ اور ویسے بھی وہ  
ساگن جو پیامن بھائی۔۔۔۔۔ شازیہ فراز کی چیتھی اور لاڈلوں سے پیاری دلہن تھی  
۔۔۔۔۔ اور ادھر زینت بیگم کا گھریلو ماحول بالکل سادہ اور مشرقی تھا۔

آج شادی کو چھ ماہ ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ سوائے زینت بیگم کے گھر پر کوئی بچہ  
نہیں تھا۔۔۔۔۔ قوت سکول تھی اور یا قوت ہسپتال۔۔۔۔۔ شفقت میاں اپنے کمرے  
میں لینے کب سے بخار میں پھنک رہے تھے۔۔۔۔۔ زینت بیگم کو جوڑوں کا درد رہتا

لگا تھا۔۔۔۔۔ تھوڑا بہت وہ کام تو کر لیتی تھیں۔۔۔۔۔ لیکن بندش کا کام ان سے  
نہیں ہوتا تھا۔

نن سے کلاک نے دن کے بارہ بجائے۔

اے ہے۔۔۔۔۔ دوپہر کا کھانا کیسے کچے گا۔  
زینت بیگم ایک دم ہڑبڑا سی گئیں۔

اچھا جاتی ہوں بہو کے پاس۔۔۔۔۔  
وہ ہڑبڑاتی ہوئیں شازیہ کے کمرے کی طرف چل دیں۔  
شازیہ بیٹی۔۔۔۔۔ او شازیہ بیٹی۔۔۔۔۔  
وہ محبت سے پکارتی ہوئیں کمرے میں داخل ہوئیں۔  
کیا ہے اماں۔۔۔۔۔

شازیہ نے بڑی ناگواری سے زبردست جمائی لی۔۔۔۔۔ شاید اس کی نیند  
خراب ہو چکی تھی۔

ہیں۔۔۔۔۔ تم سو رہی ہو۔

زینت بیگم نے کولہ پر ہاتھ رکھ کر حیرت زدہ سا ہو کر کہا۔

لیکن شازیہ لا پرواہی سے کروٹ بدل چکی تھی۔۔۔۔۔ اسے زینت بیگم کی  
پریشانی کی مطلق پرواہ نہیں تھی۔

شازیہ بیٹی۔۔۔۔۔ کھانا نہیں پکاؤ گی۔۔۔۔۔ ایک بچنے کو آیا ہے۔

تو میں کیا کروں۔۔۔۔۔ مجھ سے نہیں ہوتا یہ کام۔۔۔۔۔ کسی خانساں کا  
بندوبست کر لیں۔

وہ جھنجھلا کر اٹھ بیٹھی۔

ہم نے والدین کے گھر میں کبھی کام نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔ یہ سالن والن کیسے  
پکاتے ہیں۔

ہوٹل سے منگوا لیں۔۔۔۔۔ میں پے کروں گی۔

وہ تولیہ شانے پر ڈالے ہاتھ روم کی طرف چل دی۔  
بیٹی مجھ سے کام نہیں ہوتا \_\_\_\_\_ سب کھانے والے ہیں۔

وہ بڑی لجاجت سے بولیں۔

نہ پہلے کھانا میں پکاتی ہوں۔

وہ کستی ہوئی ہاتھ روم میں گھس گئی۔

یا قوت کی ماں \_\_\_\_\_ آجاؤ۔

سامنے کمرے سے شفقت میاں بولے۔

وہ آہستہ آہستہ ان کے پاس آگئیں۔

کوئی ضرورت نہیں کھانا پکانے کی \_\_\_\_\_ آرام سے بیٹھی رہو \_\_\_\_\_

سجھی۔

شفقت میاں خود بہت غصے میں تھے۔

شوہر کے غصے کو وہ جانتی تھیں \_\_\_\_\_

لڑکیاں اور لڑکا \_\_\_\_\_ کیسے روٹی کھائیں گے \_\_\_\_\_ چلو۔ ہم گئے بھاڑ میر

\_\_\_\_\_ زینت بیگم نے شوہر کی طرف بغور دیکھا۔

کوئی بات نہیں \_\_\_\_\_ رہنے دو بھوکا سب کو \_\_\_\_\_ بیٹھ جاؤ \_\_\_\_\_

شفقت میاں نے زینت بیگم کو اپنے قریب بٹھالیا۔

وہ خاموش بیٹھ گئیں \_\_\_\_\_ لیکن اندر سے وہ بری طرح ٹوٹی ہوئی محسوس

ہونے لگیں \_\_\_\_\_ انہیں ناکردہ گناہوں کی سزا مل رہی تھی۔ بیٹی من مانی کر رہی

تھی اور بیٹے نے من مانی کرنے کے بعد ایک ایڈوانس اونچے دولت مند گھرانے کی

عورت سے شادی کرنے کے بعد اس کے سکون کو تباہ کر دیا تھا۔

وقت ظہر مؤذن اذان دے چکا تھا۔ گاڑی رکی \_\_\_\_\_ جب سے شادی ہوئی

تھی وہ گھر میں جلدی آنے لگا تھا۔ بیوی کی کسی بات کو ٹالنا اس کے بس کی بات نہ

تھی۔ وہ فراز نہ رہا تھا \_\_\_\_\_ اس کا مفع حیات صرف بیوی تھی \_\_\_\_\_ شادی کمرے

میں داخل ہوتے اس نے بڑے بڑے لفافے اس کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ شازیہ  
ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی بناؤ سنگھار کر رہی تھی۔

Yes Darling (بس ڈارلنگ)

کیا بات ہے \_\_\_\_\_ سو کر اٹھی ہو۔

وہ ٹائی کی گرہ نرم کرتے بولا۔

ہاں \_\_\_\_\_ لیکن تمہاری ماں نے سونے کب دیا۔ شازیہ کا لہجہ غصیلا تھا۔

شازیہ تراشیدہ بالوں کو جھٹک کر اس کے شانے سے چٹ گئی۔ امی نے \_\_\_\_\_ جھگڑا

ہو گیا \_\_\_\_\_ امی تو ایسی نہیں \_\_\_\_\_ وہ تذبذب کے عالم میں ششدر رہ گیا۔

ارے نہیں \_\_\_\_\_ تم پریشان کا ہے کو ہوتے ہو \_\_\_\_\_ ادھر سے پیغام آیا

کھانا پکاؤ \_\_\_\_\_ ادھر سے کھانا کھاؤ اور پکاؤ \_\_\_\_\_ جلدی آؤ \_\_\_\_\_ وہ بڑی ادا

سے کہنے لگی۔

اچھا \_\_\_\_\_ اس کے معنی کہ آج کھانا نہیں پکایا گیا۔

فراز نے ایک قہقہہ لگاتے بیوی کو ساتھ لگا لیا۔

نہیں \_\_\_\_\_ وہ ادائے دلربائی سے بولی۔

شازیہ نے فراز کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ دیں \_\_\_\_\_ کتنا جان لیوا تھا یہ

تصادم۔

وہ جھوم اٹھا \_\_\_\_\_

چلو تیار ہو جاؤ \_\_\_\_\_ کہیں باہر چلتے ہیں \_\_\_\_\_

وہ بیوی کے خگرے اسی طرح پورے کرنا فرض اولین سمجھتا تھا۔

اوہ Yes \_\_\_\_\_ شازیہ کی خوش ہمتا کو پہنچ گئی۔

کھانا باہر ہی کھائیں گے۔

شازیہ نے کہا۔

ہاں \_\_\_\_\_ اور کیا \_\_\_\_\_ اسی لئے تو جا رہے ہیں۔

اب تم کسی ارمان کو پورا نہیں کر سکتیں۔۔۔۔۔ پوتے پوتیاں اب کسی اور  
 نہ کھلیں گے۔ شفقت میاں نے طنزاً کہا۔  
 ابا۔۔۔۔۔ چائے لے آؤں۔  
 قنوت نے حسب عادت اندر آکر پوچھا۔  
 لے آؤ بیٹی۔۔۔۔۔ سر میں شدید درد ہے۔  
 شفقت میاں ایک دم بولے۔۔۔۔۔ جیسے چائے نہ ہو آب حیات ہو۔  
 آپ کھانا تو کھا لیجئے۔۔۔۔۔ صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا آپ نے۔  
 زینت بیگم نے کہا۔  
 ہاں ابا روٹی لے آؤں۔  
 قنوت نے کہا۔  
 اب کھا لیجئے نا۔۔۔۔۔ پہلے کوئی صحت ٹھیک ہے آپ کی۔  
 زینت بیگم کو شوہر کی صحت کے بارے میں زبردست تشویش تھی۔  
 نہیں نہیں مجھے کچھ نہیں کھانا۔۔۔۔۔ دیسے بھی اس اولاد نے جینا حرام کر دیا  
 بھوک کیا خاک لگے گی۔  
 شفقت میاں کو فراز کے جانے کا دکھ جلائے جا رہا تھا۔  
 ابا۔۔۔۔۔ مت افسردہ ہوں۔۔۔۔۔ میں جو ہوں آپ کے پاس۔  
 قنوت بڑی محبت سے باپ کے پاس بیٹھ کر بولی۔  
 تو کس کس کی کمی پوری کرے گی۔۔۔۔۔ میری بچی۔۔۔۔۔ کیا سارے خالی  
 نے تم نے بھرے ہیں۔

شفقت میاں نے قنوت کو اپنے ساتھ لگا لیا۔  
 فراز جو کب سے خاموش بیٹھا تھا۔۔۔۔۔ قنوت سے مخاطب ہوا۔  
 دیکھو نا باجی۔۔۔۔۔ شازیہ یہاں نہیں رہنا چاہتی۔۔۔۔۔ اگر میں اپنا علیحدہ  
 فریڈ لور گا تو اس میں پریشانی کی کوئی بات ہے۔۔۔۔۔ میں کونسا ملک چھوڑ کے

وہ بھی ہاتھ روم سے تازہ دم ہو کر آگیا تھا۔  
 پھر دونوں گاڑی میں سوار کیسے ڈی روز میں چلے گئے۔ باہر کھانا کھانا ان کا  
 معمول بن چکا تھا۔ کئی ہفتے یوں برا گزر گئے تھے۔ آج شفقت میاں نے بیٹے کو دو حریفی  
 بات کہنا مناسب سمجھا۔

یہ تم لوگوں نے گھر سے باہر نکل کر باہر کا کھانا شروع کر دیا ہے۔  
 یہ اپنی اپنی پسند ہے ابا جی۔۔۔۔۔  
 وہ بڑی سختی سے بولا۔  
 نہ تو گھر کا کھانا تمہیں اور تمہاری بیوی کو پسند نہیں۔  
 شفقت میاں آج مقابلے پر تلے ہوئے تھے۔  
 پسند ہے۔۔۔۔۔ لیکن وہ مختلف کھانے ایک وقت میں کھانے کی عادی ہے۔  
 فراز بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگا۔

اچھا۔۔۔۔۔  
 شفقت میاں نے طنزاً "سر کو ہلایا۔  
 ویسے بھی میں علیحدہ گھر بنا رہا ہوں۔۔۔۔۔ یہاں وہ نہیں رہ سکتی۔  
 فراز نے بغور باپ کو دیکھا۔  
 علیحدہ گھر۔۔۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔۔۔  
 جیسے شفقت میاں کو سانپ نے کاٹ لیا ہو۔  
 جی ہاں ابا جی۔۔۔۔۔ ہمارا کوئی شیشیں بھی ہے۔۔۔۔۔ اس گھر میں ہم لوگ  
 اب نہیں رہ سکتے۔

اچھا۔۔۔۔۔  
 وہ اتنا سا کہہ کر خاموش ہو گیا۔  
 یہ تو بہت بری بات ہے۔۔۔۔۔ ہمارے ارمان تو سب ادھور رہ گئے۔  
 زینت بیگم باہر سے آتے ہوئے بولیں۔

ناموشی نے جگہ لے لی تھی۔۔۔۔۔ ہر کوئی اپنا کام کر کے اپنے کمرے میں گھس جاتا۔ کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہ تھا۔ صرف قوت ایسی لڑکی تھی جو ہر ایک کا درد بنانا فرض اولین سمجھتی تھی۔ اسے اپنی تباہی و بربادی کا نہیں دوسروں کے سکون و آرام کا زیادہ خیال رہتا تھا۔ باپ کی حالت اس سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ شفقت میاں دن بدن زیادہ کمزور ہوتے جا رہے تھے۔ یاقوت اور راسخ بے تکلفی کا تو انہیں آج ہی علم ہوا تھا۔ لیکن وہ کسی دن باپ کا ذہن بھی صاف کر دے گی وہ کہہ دے گی کہ اس میں یاقوت کا نہیں میرا ہی ارادہ ہے کہ میں شادی راسخ سے نہ کروں۔۔۔۔۔ وہ سوچوں کے عمیق سمندر میں اترتی جا رہی تھی۔ وہ حالات کا ساتھ دینا چاہتی تھی لیکن حالات اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

لیکن ادھر رابعہ بیگم شدید الجھن میں گرفتار تھیں۔۔۔۔۔ وہ کسی قیمت پر بھی قوت کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ اکثر بیشتر اس موضوع پر بات ہوتی رہتی تھی۔۔۔۔۔ لیکن آج جب انہوں نے کھانے والی میز پر راسخ کو خوش دیکھا تو بات کر رہی۔

بیٹا۔۔۔۔۔

جی امی۔۔۔۔۔

راسخ شامی کباب منہ میں رکھتے بولا۔

تم سے بہت ضروری بات کرنا ہے۔

رابعہ بیگم نے اس کے چہرے کو بغور دیکھ کر کہا۔

کہئے امی۔۔۔۔۔ لیکن مجھے علم ہے کہ آپ کیا کہیں گی۔

راسخ نے سائے گیٹ کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ تمبر ہاتھ میں بیٹ لے ادھر ہی رہا تھا۔

بھوک۔۔۔۔۔ بہت بھوک۔۔۔۔۔

جا رہا ہوں، نہیں نہیں میرے بھائی تمہیں پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ پھر تم کونسا ملک چھوڑ کر جا رہے ہو۔

قوت نے بظاہر اس کی حمایت کی لیکن اس کے اندر چھپی ہوئی طنز فراز۔ بھی محسوس کر لی تھی۔

بے شک وہ خاموش رہا۔

اچھا یہ بتا اتنا تو تیرا کاروبار پھیلا نہیں۔۔۔۔۔ اور تو نے لاکھوں کی کوٹھی پر خریدنے کا پروگرام بنا لیا۔ ایک دم سب چونکے۔

یاقوت بیگ لٹکائے ہسپتال سے لوٹ آئی تھی اور ساتھ راسخ بھی تھا۔

یہ ساری دولت سسرال کی ہے۔۔۔۔۔ ورنہ بھائی کے پاس تو ڈربہ بنائے پیسے بھی نہ ہوتے۔ یاقوت نے آتے ہی بیگ قریبی پلنگ پر رکھا۔

بکواس مت کرو۔۔۔۔۔ فراز نے کہا۔ اسے یاقوت کی مداخلت بری لگی۔

زینت بیگم نے کہا راسخ سے کما سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اور دوسرے لمحے قوت کمرے سے نکل گئی۔

راسخ اس کے نقش قدم کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کی چال جو نفرت جھٹک انھی تھ

راسخ کو بہت برا محسوس ہوا۔ انہیں خاموش رہا اس نے توجہ کیا کم کی تھی کہ قوت۔

نفرتوں کا طوفان کھڑا کر لیا تھا۔۔۔۔۔ وہ اس جگہ بیٹھنا پسند ہی نہیں کرتی تھی۔

جس جگہ راسخ موجود ہوتا، شفقت میاں کو آج پہلی مرتبہ راسخ کا یاقوت۔

ساتھ آنا پسند نہ آیا۔ یہ زینت بیگم نے بھی محسوس کیا۔ لیکن وہ موقع کی مناسبت۔

چپ رہیں دیے تو قوت نے یاقوت سے بھی واجبی سی گفتگو کر لی تھی۔ فراز اٹھ

چلا گیا کیونکہ راسخ کے آجانے سے باتوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔

مختصر چائے کا دور چلا۔۔۔۔۔ اور راسخ اٹھ کر چلا گیا۔

اب پہلے جیسا گل و گلزار جیسا ماحول تو نہ تھا۔ گھر میں قوتوں کی بجا۔

حمیرز کھانا تادل کرنے کے بعد جا چکا تھا۔۔۔۔۔ اب رابعہ بیگم کے لئے واحد راستہ صرف یہی تھا کہ وہ یا قوت سے خود بات کریں۔۔۔۔۔ لیکن یا قوت سے بات کرنے کا فائدہ۔۔۔۔۔ قنوت نے تو نفرت کی دیوار اتنی بلند کر لی تھی کہ جہاں سے راج کا سایہ بھی نہیں تھرک سکتا تھا۔۔۔۔۔ اسے راج سے شدید نفرت سی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ ایسے ہر حالتی بھنورے کو ختم کرنے کا اگر اس کے پاس اختیار ہوتا تو وہ کب کی اسے ختم کر چکی ہوتی۔۔۔۔۔ رابعہ بیگم نے یہ سوچا کہ یا قوت کو کہنے کی بجائے قنوت سے بات کی جائے

اور

پھر وہ ایک دن وقت نکال کر بھائی کے گھر پہنچ گئیں۔

رابعہ تم۔۔۔۔۔ اس وقت۔۔۔۔۔

شام کے سائے ڈھلتے دیکھ کر زینت بیگم رابعہ بیگم کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

بس یہی وقت موزوں دیکھا تو آگئی۔

رابعہ بیگم نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔

بیٹھو نا۔۔۔۔۔

زینت بیگم نے کہا۔

نہیں۔۔۔۔۔ قنوت ہو گی گھر پر۔۔۔۔۔

رابعہ بیگم نے کہا۔

ہاں۔۔۔۔۔ اوپر ہے۔۔۔۔۔ ملنا ہے اس سے۔

زینت بیگم بھی یہی چاہتی تھیں کہ وہ کسی طرح مان جائے۔

ہاں کچھ باتیں کرنا ہیں۔

رابعہ بیگم میز میز پر قدم رکھتے ہوئے بولیں۔

ہاں، ہاں کو بات۔۔۔۔۔ میں چائے بنا تی ہوں۔

زینت بیگم نے چولہا جلایا۔

وہ کرسی گھسیٹ کر میز کے گرد بیٹھ گیا۔

اوہو۔۔۔۔۔ ہاتھ تو دھو لو بیٹا۔۔۔۔۔

رابعہ بیگم نے اسے انٹھنے کے لئے کہا۔

اچھا۔۔۔۔۔

حمیرز فوراً اٹھا۔۔۔۔۔ قریبی میسن سے جلدی جلدی شراب شراب منہ ہا؟

دھو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

ویسے امی۔۔۔۔۔ قنوت باجی لا جواب ہے لا جواب۔۔۔۔۔

بیٹھتے ہی حمیرز نے ماں بیٹی کی گفتگو سن کر کہا۔

ٹھیک ہے امی جان۔۔۔۔۔ اب کیا کروں۔۔۔۔۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔

راج نے سٹپتاتے ہوئے ماتھا پکڑ لیا۔

بیٹا یا قوت سے تعلق ختم کر لو۔۔۔۔۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔

رابعہ بیگم نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

میں پھر بھی قنوت کو حاصل نہیں کر سکوں گا۔

راج نے کہا۔

کیوں؟ کیا ہے اس کو۔۔۔۔۔ ہمیں تو اس سے محبت تھی۔

فوراً رابعہ بیگم نے نظریں راج کے چہرے پر گاڑ دیں۔۔۔۔۔ حمیرز نے

لقمہ ہاتھ میں پکڑے رکھا۔

وہ اب میری طرف نہیں لوٹے گی امی۔۔۔۔۔ میں چند دنوں میں ۱۱

مستقل مزاجی دیکھ چکا ہوں۔۔۔۔۔ وہ چٹان کی طرح ہے امی۔۔۔۔۔ وہ ٹوٹنا جائے

جھکنا نہیں۔

راج نے سچ بولنے کے لئے بڑی فراخ دلی کا ثبوت دیا۔

ہوں۔۔۔۔۔

رابعہ بیگم خاموش ہو گئیں۔

بیٹی \_\_\_\_\_

رابعہ بیگم نے دروازہ کھول کر کہا۔

قوت ایک دم چونک سی گئی \_\_\_\_\_ اس وقت وہ بڑے اٹھاک سے پرچے بر کر رہی تھی۔ ارے آئیں نا پھوپھو جان \_\_\_\_\_ آپ رک کیوں گئیں \_\_\_\_\_ تم تڑپ کر اٹھی اور رابعہ بیگم کو بازو سے پکڑ کر اپنے پاس لے آئی \_\_\_\_\_ جمار پرچے سیٹ کر رہی تھی۔

کیسی ہیں آپ \_\_\_\_\_ ایک عرصے سے آپ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔

قوت بڑی محبت سے بولی۔

شکر ہے خدا کا \_\_\_\_\_ تم بتاؤ \_\_\_\_\_ تم کیسی ہو \_\_\_\_\_ یہ پڑھا پڑھا کر

کمزور نہ کر لینا۔

رابعہ بیگم نے محبت سے قوت کو ساتھ لگا لیا۔

ارے نہیں پھوپھو جان \_\_\_\_\_ یہ سر ہے کسی رئیس زادے کا ٹینک اکاڑ

نہیں جو کمزور پڑ جائے گا۔

رابعہ بیگم اس کی ذومعنی بات نہ سمجھتے ہوئے ہنس دیں۔

ایسا لگتا ہے کہ تم خوش نہیں ہو۔

رابعہ بیگم نے بغور قوت کے چہرے کی کسی سخت شکن کو ابھرتے دیکھ کر کہا

میں \_\_\_\_\_ میں تو بہت خوش ہوں \_\_\_\_\_ بھلا اسے بھی کسی شے کی طلب

جاتی ہے، جس کے پاس اچھے انسان کی بخشی ہوئی قبولت کی سند ہو۔ جس کے قبضے

ایک دل ہے۔ جس کی روح کا ناتا کسی روح سے بندھا ہو۔ کسی کے نام سا

یادوں کے حسین میلے، وفا کی انوکھی داستاں، سب میرے ہیں۔ جس شخص کے باز

کچھ ہو \_\_\_\_\_ وہ خوش نہ ہو گا تو اور کیا ہو گا۔

رابعہ بیگم دکھ سے بھری طنزیہ گفتگو سن کر اور دکھی ہو گئیں۔

بیٹی میں تمہاری شادی کی بات کرنے آئی تھی۔

رابعہ بیگم نے اس کے کانڈ ایک طرف رکھ دیئے۔

شادی \_\_\_\_\_ میں نے اس تصور سے جان چھڑالی ہے۔

قوت نے تن کر کہا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے \_\_\_\_\_ عورت کو بڑھاپے میں، مرد کے سارے کی ضرورت

ہوتی ہے۔ جو کچھ میں نے بتایا ہے \_\_\_\_\_ وہ سب کچھ میرے سارے ہیں اور ان

سب ساروں کے سنگ زندگی بڑی اچھی گزر سکتی ہے۔

تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو \_\_\_\_\_ لیکن یہ پہاڑی زندگی۔

وہ قوت کی پیشانی پر پیار بھرا بوسہ دے کر بولیں۔

قوت چٹان کی طرح اٹل تھی۔

چند منٹ باتیں کرنے کے بعد وہ واپس آگئیں اور خاموش اپنے ارد گرد کے

الات کا تانا بانا بننے لگی۔ وہ اس جال میں پھنس چکی تھی۔ ٹکنا اس کے بس میں نہیں

تا۔

بعض لوگوں کی تقدیریں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ ان کے نصیب میں:

قسمت کے پیمان لکھے ہوتے ہیں۔ وہ زندگی کے سفر پر محبت کا زاد راہ لے کر

ہیں تو کبھی کرب کے کانٹے راستہ روک لیتے ہیں، کبھی دکھ کے دریا دل کی دنیا

دیتے ہیں اور کبھی یہ ظالم خود غرض دنیا اپنے درپوں سے درد کی بوچھاڑ کر دیتی ہے

وہ درد سہنا جانتی تھی \_\_\_\_\_ اگر زندگی کے آنگن میں اسے سکھ نہیں

اس نے دکھ کے کانٹے چن لئے۔ اگر اس سے محبت نہ بانٹی گئی تو نفرت بھی

کرے گی۔ بخش دے گی \_\_\_\_\_ اس کے اندر سے ایک آہ سی نکلی \_\_\_\_\_ ا

کمرے میں پہنچا کر خود دل ٹکار لئے اپنے کمرے میں آگئی۔

دھم سے ہنگ پر گری اور تڑپ تڑپ کر رو دی۔

امی جان \_\_\_\_\_

ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے راج نے ماں کو پکارا۔

کیا بات ہے۔

وہ چائے کا کپ لئے ڈرائنگ روم میں ہی آگئیں۔

تشریف رکھئے \_\_\_\_\_ آپ سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔

راج سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

باتیں \_\_\_\_\_ اب ایسی کونسی باتیں رہ گئیں ہیں۔

راجہ بیگم بڑی مایوسانہ انداز میں بولیں۔

بہت سی باتیں ہیں امی جان \_\_\_\_\_ صرف مسئلہ قوت تو نہیں۔

وہ لا تعلق سا ہو گیا تھا \_\_\_\_\_ جیسے کبھی قوت سے واسطہ ہی نہ رہا ہو۔

دوریاں شاید کبھی قربوں میں تبدیل ہو سکیں۔

قوت بہت بڑا مسئلہ ہے بیٹا \_\_\_\_\_ تم اس معاملے کی باریکی کو نہیں

ایک بہن کو چھوڑ کر دوسری سے راہ رسم بڑھا لینا کتنی بے غیرتی ہے۔ ہم لوگوں

زیب نہیں دیتیں۔

وہ بے حد پریشان نظر آ رہی تھیں۔

اچھا یہ بتائیے \_\_\_\_\_ قوت نے کیا کہا۔

راج کو معلوم تھا کہ ماں قوت کے پاس گئی ہے۔

وہ چٹان کی طرح اٹل ہے \_\_\_\_\_ کسی صورت نہیں مانتی۔

کیا مطلب؟

راج جیسے شرم سے زمین میں گڑھ گیا۔

مطلب یہی کہ وہ اب تم سے شادی کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہے۔

ماں نے بیٹے کو بغور دیکھ کر کہا۔

اچھا \_\_\_\_\_ یہ بات ہے \_\_\_\_\_ کسی اور سے کر لے گی۔

وہ ڈھٹائی سے بولا۔

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا \_\_\_\_\_ وہ اب شادی کے نام سے ہی نفرت کرنے لگی

ہے۔

راجہ بیگم حقیقت میں قوت کی طرف دار تھیں۔

راج خاموش تھا \_\_\_\_\_ اس کی وجہ سے ماں بہت اداس ہو گئی تھی۔ لیکن

ب وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا \_\_\_\_\_ وہ یا قوت کے ساتھ بہت آگے پہنچ گیا تھا۔

ب پیچھے ہٹنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔

ماحول چند لمحے پر سکوت رہا \_\_\_\_\_ پھر راجہ بیگم نے یوں اس سکوت کو توڑا۔

ویسے بیٹا جو تمہاری حرکت ہے وہ ہے بڑی معیوب سی \_\_\_\_\_ کوئی آدمی یہ پسند

نہیں کرتا جو تم نے کیا ہے \_\_\_\_\_ ادھر یا قوت کو ایسا رد عمل نہیں اختیار کرنا چاہئے

تھا۔ جس سے اس کی بہن کی ساکھ متاثر ہوتی۔

یا قوت کے بارے میں پریشان ہونا راجہ بیگم کا اصول بن چکا تھا۔ انہوں نے

شفقت میاں کے گھر بھی جانا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ وہ جب بھی وہاں جاتیں شفقت میاں



صحن میں زینت بیگم بیٹھی تھیں۔

آداب ممائی جان۔

وہ آج مودب لہجے میں بولا۔

آؤ آؤ بیٹا \_\_\_\_\_ آجاؤ \_\_\_\_\_ ڈرائنگ روم میں۔

وہ کام چھوڑ کر ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئیں۔

بیٹھو \_\_\_\_\_ بادل خواستہ انہوں نے بڑی خوش مزاجی کا مظاہرہ کیا۔

آج کیسے بھول پڑے۔

زینت بیگم نے کہا۔

جی ہاں آئی گیا \_\_\_\_\_ کام تھا آپ سے۔

وہ بے دھڑک ہو گیا۔

کام \_\_\_\_\_ کونسا کام۔

زینت بیگم تذبذب کے عالم میں بولیں۔

ای جان کو کہا تھا \_\_\_\_\_ لیکن انہوں نے انکار کر دیا \_\_\_\_\_ میں نے سوچا

خود ہی قدم بوسی کے لئے حاضر ہو جاؤں۔

وہ بہت ہی مودب ہو گیا۔

ایسی کونسی بات ہے۔

زینت بیگم کا ماتھا ٹھٹکا \_\_\_\_\_ جیسے چھٹی حس بیدار ہو گئی ہو۔

ویسے کرنا تو میں ماموں کے ساتھ چاہتا تھا \_\_\_\_\_ لیکن خیال ہے کہ آپ سے

نئی بات کر لوں \_\_\_\_\_ بہتر رہے گا۔

وہ جیسے ہر مرحلے کے لئے تیار تھا۔

ممائی جان میں یا قوت کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

وہ کہتے کہتے زینت بیگم کے چہرے کو بغور دیکھتا رہا۔

مجھے معلوم ہے \_\_\_\_\_ تم یا قوت کے بارے میں کیا بات کرنا چاہتے ہو اور یہ

بعض دن دیکھتیں۔ ایک مدت کے بعد انہیں بھائی ملا تھا۔ لیکن خود سراوا

یہ بھی نکلتا نظر آ رہا تھا۔ انہیں وہ وقت یاد تھا جب ان کے بھائی نے کہا:

مارا بیٹا کہیں اپنی پھوپھی کا بدلہ نہ لے۔ تو وہ بڑے وثوق سے بولیں تھیں کہ

صاحب یہ کیسے ہو سکتا ہے اور اب کیا ہو گیا \_\_\_\_\_ بدلہ لیا جاتا تو بات اور

اب مسئلہ ہی بڑا چھپیدہ ہو گیا تھا۔ راسخ اور یا قوت بہت سنجیدہ تھے \_\_\_\_\_

کے ہاتھوں کٹہ تلی بن چکی تھی۔ آج اس نے کہہ دیا۔

ای اب وقت بہت ضائع ہو چکا ہے \_\_\_\_\_ آپ ماموں سے یا قوت کی

کریں \_\_\_\_\_ وہ ایک دم کہہ تو گیا۔

راسخ \_\_\_\_\_ تمہیں بات کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے \_\_\_\_\_ میں کوز

لے کر بھائی کے پاس جاؤں گی۔

وہ نہایت شش و پنج کے عالم میں تھیں۔

ایسی کونسی بات ہے ای جان \_\_\_\_\_ صرف سمجھنے کی بات ہے \_\_\_\_\_

محسوس کریں تو بڑی نہ کریں تو معمولی۔

وہ شانوں کو جھٹک کر لاپرواہی سے بولا۔

میرے لئے تو یہ بات بہت بڑی ہے۔

راجہ بیگم نے کہا۔

ٹھیک ہے۔

راسخ بھی خاموش ہو گیا۔

دوسرے دن وہ آفس سے سیدھا شفقت میاں کے گھر پہنچا۔ اس وقت شا

کا عمل ہو گا۔ دروازہ بند تھا۔ کال بل پر انگلی رکھی اور چند لمحوں کے بعد دروازہ

قوت نے چونک کر دیکھا اور فوراً "پلٹ گئی۔

کھیانے سے انداز میں راسخ نے ہونٹوں کو گول کر کے سیٹی بجائی اور

داخل ہو گیا۔

زینت بیگم نے آسنو صاف کئے۔ لیکن اپنے شوہر سے چھپ کر۔۔۔ آ  
چھپ تو گئے کہ آنے والے کسی بھی برے لمحے کو نہ روک سکے۔ وہ گھر میں یہ  
والے ہنگاموں کو جان چکے تھے۔ ان کو تو یا قوت کا سامنا کرتے شرم آتی تھی۔ یہ

\_\_\_\_\_ ہر شخص من مانی کرنے لگا ہے۔ وہ آخر میں تلخ ہو گئے۔

جی ہاں \_\_\_\_\_ یہی کچھ میں سوچتی رہتی ہوں \_\_\_\_\_ کوئی کسی کی بات ہی نہیں مانتا \_\_\_\_\_ بیٹا تو وہ بیوی لے کر علیحدہ ہو گیا \_\_\_\_\_ اور بیٹیاں \_\_\_\_\_ زینت بیگم کی آنکھوں میں آنسو آگئے \_\_\_\_\_ بات مکمل کرنا دو بھر ہو گیا۔  
تم کیا سمجھتی ہو \_\_\_\_\_ مجھے کسی بات کا علم نہیں \_\_\_\_\_ سب کچھ میرے سامنے ہو رہا ہے میں سب دیکھ اور محسوس کر رہا ہوں \_\_\_\_\_ کون کیسے تباہ ہو گا \_\_\_\_\_ وہ میں نہیں جانتا۔ شفقت میاں انتہائی رنجیدہ نظر آ رہے تھے۔ دل کی ویرانی چہرے پر عیاں تھی۔

آپ کس کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔

زینت بیگم نے چونک کر کہا۔

میں کسی کو مجرم نہیں ٹھہراتا \_\_\_\_\_ لیکن یہ سب کچھ قوت کے ساتھ کیوں ہے۔ میں چاہتا تھا اگر اس کی ماں نہیں تھی \_\_\_\_\_

نہیں نہیں \_\_\_\_\_ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں \_\_\_\_\_ میں اس کی ماں ہوں \_\_\_\_\_ میں نے اسے کبھی سوتیلے پن کا احساس نہیں دلایا۔

زینت بیگم جیسے بری طرح تڑپ اٹھیں \_\_\_\_\_ اور آنچل میں منہ دیئے رد دیں۔ وہ اوپر بیٹھی ماں باپ کی گفتگو سن رہی تھی \_\_\_\_\_ وہ جانتی تھی کہ اس گھر کو پریشانیوں سے ہمکنار کرنے والی وہی تھی \_\_\_\_\_ لیکن کیا کیا جائے \_\_\_\_\_ راجہ اس کی رگ رگ میں سا چکا تھا \_\_\_\_\_ وہ بہت کوشاں تھی کہ کسی طرح قوت کا رشتہ کسی اچھی جگہ ہو جائے۔ لیکن قوت کے مناسب کوئی لڑکا نہیں مل رہا تھا۔ وہ حسن و سیرت میں کسی سے کم نہ تھی۔ وہ قوت کی کسی جگہ شادی کر کے والدین کے بوجھ کو کم کرنا چاہتی تھی۔ قوت کی تباہی کی ذمہ داری اسی کے سر آ رہی تھی \_\_\_\_\_ فراز تو اپنی بیوی کے ساتھ خوش تھا۔ وہ ہفتے عشرے میں ایک مرتبہ آتا اور چند لمحے گزارنے کے بعد چلا جاتا۔ اسی سلسلے میں راجہ اور قوت نے ایک ملاقات میں ایک دوسرے سے کہا۔

یا قوت \_\_\_\_\_

راجہ نے گولڈن باغ کے ایک خوبصورت کونے میں بیٹھی ہوئی سنگ مرمر کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ہوں \_\_\_\_\_ یا قوت قریب کی کرسی پر بیٹھ گئی۔

میں چاہتا ہوں کہ کوئی بہتر رشتہ تلاش کر کے قوت کی شادی کر دی جائے۔

راجہ کے پاس بدنامی سے بچنے کا صرف یہی ذریعہ تھا۔

یہ بات تو درست ہے \_\_\_\_\_ لیکن اب باجی شادی کی طرف آتی ہی نہیں بلکہ وہ نام ہی نہیں لینے دیتی۔

یا قوت نے بڑی الجھن میں الجھتے ہوئے کہا۔

وہ تو ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ لیکن ماموں کے اصرار پر انکار نہیں کر سکتی۔

راجہ نے اپنا عندیہ پیش کیا۔

یہ تو ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ بات دل کو لگتی ہے۔

یا قوت نے بالوں کو درست کیا۔

چند لمحے دونوں خاموش رہے \_\_\_\_\_ پھر یا قوت نے سکوت کو توڑا۔

کیا سوچنے لگے۔

میں سوچ رہا ہوں کہ انصار علی اچھا آدمی ہے \_\_\_\_\_ اس سے بات اگر کی جائے تو \_\_\_\_\_

کیا وہ Unmarried ہے۔ (غیر شادی شدہ)

یا قوت ایک دم سے چونک گئی۔

ہاں \_\_\_\_\_ لگتا تو ایسا ہی ہے \_\_\_\_\_ پوچھ لیں گے۔

راجہ نے شانے جھٹکے \_\_\_\_\_

دیکھ لو \_\_\_\_\_ کوشش کر کے دیکھ لو۔

یا قوت تو سامنے آتے پیرا کو دیکھتی رہی جو چائے کی طشتی اٹھائے ان کی جانب

ہی آ رہا تھا۔

لیجئے سرکار۔

بیرا چائے رکھنے کے بعد پلٹ گیا۔

سورج مغرب کی آتشیں گود میں چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹھنڈی دلفریز چل رہی تھی۔ باغ کا کونہ کونہ مک اٹھا تھا۔ گل لالہ اور بنفشہ کے پھول شام کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا تھا۔ خراباں خراباں ٹھہر ٹھہر کر چلنے والی ہوا لبھا دینے والا نظارہ پیش کر رہی تھی۔

یا قوت

راخ نے راہ چلتے چلتے یا قوت کو قریب کر لیا۔

کیا بات ہے۔

اب شادی کر لو تو بہتر ہے۔

راخ مرا جا رہا تھا۔

شادی کیسے ہو۔۔۔۔۔ جب تک باجی کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ شایا

ہو سکتی۔ یا قوت نے بڑی ناامیدی سے کہا۔

اچھا۔۔۔۔۔ دیکھیں گے۔

دونوں چلتے ہوئے گولڈن باغ سے باہر آ گئے۔

باہر گاڑی کھڑی تھی۔۔۔۔۔ راخ نے یا قوت کو بٹھایا۔۔۔۔۔ اور شام

ہی اسے اس کے گھر چھوڑا۔۔۔۔۔ دروازے سے باہر شفقت علی کھڑے تھے۔

کو دیکھ کر وہ ٹھٹھری گئی۔ لیکن اب چھپنے کا فائدہ؟ وہ قریب سے ہوتی ہوئی اند

دی۔

اور راخ پھنس گیا۔

اندر نہیں آؤ گے۔

شفقت میاں نے کہا۔

جی نہیں شکریہ۔۔۔۔۔ کام بہت ہے ماموں جان۔۔۔۔۔

راخ نے جان چھڑانے کی کوشش کی۔۔۔۔۔

ایسا نہیں بیٹا۔۔۔۔۔ اب آئے ہو تو بیٹھو چائے پی کر جاؤ۔

وہ زبردستی اسے ڈرائنگ روم میں لے گئے۔

یا قوت بہت تھکی ہوگی۔۔۔۔۔ قنوت بیٹی۔۔۔۔۔

جی بابا۔۔۔۔۔

اپنے کمرے سے یا قوت نے آواز دی۔

جلدی آؤ۔۔۔۔۔ مہمان کے لئے چائے بناؤ۔

شفقت میاں کی طنز پر راخ سیخ پا ہو گیا۔۔۔۔۔ لیکن بولا نہیں۔

آپ مجھے اجازت ہی دیجئے۔

وہ ایک دم اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا۔

ارے نہیں بیٹھو۔۔۔۔۔ بیٹا۔

شفقت میاں نے پلٹ کر کہا۔

جی نہیں۔۔۔۔۔ وہ ایک لمحے کو رکا اور دروازہ سے نکل گیا۔

خبیث۔۔۔۔۔ ہنہ۔۔۔۔۔

نفرت سے شفقت میاں نے شانے جھٹکے اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئے۔

وہ بہن سے دو ٹوک بات کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے صلح کی تھی اس نے۔ میرے گھر کو

بدامنی کی آگ میں جھونک دیا۔ اس سے تو بہتر تھا ساری عمر کو غائب اور لا علم ہی

رہتے تو بہتر تھا۔ خاک ایسی ملاقات کا مزا جس میں جذبات لوہو ہو گئے ہوں۔ اک

لٹ جائے اور اک بس جائے۔۔۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔۔۔ میں ایسا ہرگز نہیں کرنے

دول گا۔ میں اپنی قنوت کے ارمانوں کا کبھی خون نہیں ہونے دوں گا۔

اور

ادھر بات ہی اور تھی

رابعہ بیگم عجیب قسم کے محفے میں پھنس گئی تھیں۔ راسخ نے شرم و حجاب پر وہ الٹ کر اصلی صورت برسرعام لاکھڑی کی تھی۔ وہ ایک ہی بات پر اڑا ہوا تھا۔ ا۔ کا اصلی چہرہ سامنے آگیا تھا۔

آپ کے پاس آنے میں مجھے کسی فرصت کی ضرورت نہیں۔۔۔ میرے بھائی، عمر ہے۔ جب جی چاہے گا آجاؤں گی۔

اب تو یاقوت سے شادی ہو کر رہے گی۔۔۔ بس یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔  
قالین پر بھاری بوٹ میں بند پاؤں مار کر بولا۔

اب بیگم کھیانی سی مسکراہٹ کے ساتھ شفقت میاں کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔ چند دن کی تاخیر کے بعد زینت بیگم چائے لے آئیں۔

اس کی کیا ضرورت تھی۔

رابعہ بیگم نے تکلف کیا۔

آخر کس لئے۔۔۔ کون سے سرخاب کے پر لگ گئے ہیں یاقوت، قوت ہزار درجہ خوبصورت بھی اور شرم والی بھی۔۔۔

بس رہنے دیجئے۔۔۔ جابلوں والی شرم۔۔۔

وہ بڑی کراہتا سے ہونٹ سیٹھ کر بولا۔

اچھا۔۔۔ عورت کی شرم اس کا زیور ہے۔

رابعہ بیگم نے دلیلیں دے کر اسے قائل کرنے کی کوشش کی۔۔۔

بے سود۔۔۔ آپ نے ماموں کا رویہ دیکھا۔۔۔ جیسے میں ملازم ہوں ان لوگوں کا۔

مجھ سے اس طرح بات کرتے ہیں۔۔۔ جیسے میری کوئی حیثیت ہی نہیں۔

میں تو کہہ ہوں ان کا۔۔۔

وہ غصے میں پاگل ہو رہا تھا۔

ارے بیٹا۔۔۔ جس مقام پر وہ کھڑے ہیں۔۔۔ ذرا ایک لمحے

لئے خود کو محسوس کرو۔

چھوڑیں امی جان۔۔۔ آپ جائیں تو سہی۔۔۔

وہ ماں کی بات کو ٹال گیا۔

چنانچہ دوسرے دن رابعہ بیگم شفقت میاں سے ملنے ان کے پاس پہنچ گئیں۔

آؤ آؤ۔۔۔ میری بہن کیسے آئی ہو۔ تمہیں فرصت تو ملی۔

شفقت میاں کے لہجے کی چھن وہ سمجھ چکی تھی۔۔۔ جس کرب سے وہ گزر رہے تھے۔ واقعی ایک تکلیف دہ بات تھی۔

رابعہ بیگم نے دعا مانگی۔ (سارا قصور آپ کی بیٹی کا ہے) وہ دل

ہاں! ہاں! اس کی کیا ضرورت تھی۔۔۔ تم جب چاہو میرے کو حکم دو۔۔۔

نئے تیار۔۔۔ شفقت میاں بھرپور طنز سے بولے۔

وہ چونک گئیں۔۔۔ شفقت میاں کے طیش کا مطلب جان چکی تھیں

آج مسئلے کا حل تلاش کرنے آئیں تھیں۔

میں آپ کی فنگی کا مطلب سمجھتی ہوں۔

پھر بھی تم نے آکر نہیں پوچھا کہ میں کس حال میں ہوں۔

شفقت میاں چائے کی چسکی لیتے ہوئے بولے۔

کیا کرتی۔۔۔ شرمندگی کے مارے آنکھ نہیں اٹھا سکتی۔

رابعہ بیگم زمین میں گڑھی جا رہی تھیں۔

تم تو شرم میں رہ گئی۔۔۔ اور ہم۔۔۔

شفقت میاں آگے بات نہ کر سکے۔۔۔ جیسے قوت گویائی ساتھ چھوڑ گئی ہو۔

بھائی میں اسی مسئلے پر بات کرنے آئی ہوں کہ اب کیا کیا جائے۔

وہ بولیں۔

تم بتاؤ۔۔۔ اب کیا کریں۔۔۔ میری معصوم بچی کے جذبات کو تو نہیں

شفقت میاں بولے۔

ازدانت بیگم منہ میں بد دعائیں۔۔۔ (سارا قصور آپ کی بیٹی کا ہے) وہ دل

میں کہہ گئیں۔ نہایت مشکل ہے۔ زینت بیگم یاقوت کی بجائے اپنے آپ کو مجرم تصور کر رہی تھیں۔

جی شفقت بھائی قنوت کے جذبات کو بری طرح ٹھیس پہنچائی ہے۔ وہ یہ بات ہے بھی درست کہ اگر یاقوت نے ان کی کوکھ سے جنم نہ لیا ہوتا تو ایسا نہ ہو جیسے اب مسئلہ صرف یہ تھا کہ قنوت کو بھی انہوں نے بیٹی جیسا پیار دیا تھا کہ گھر میں سب سے اچھی تھی۔

ان کا بہت دل چاہا کہ ایک ایک بات منظر عام پر لے آئیں جو ان کی کرتی پھرتی ہے۔ جب اسے بہن کا دکھ نہیں تو میرا بیٹا کیوں پریشان ہو اس وقت وہ خاموش رہیں۔ وہ زیادہ بحث مباحثے میں بھائی کو اور پریشان کرنا نہ تھیں۔

بھائی جان \_\_\_\_\_ ایک انتہا ہے میری \_\_\_\_\_ اگر آپ مان لیں تو گزر گزرتے ہوئے بولیں۔

کیا \_\_\_\_\_ شفقت میاں چونک گئے \_\_\_\_\_ زینت بیگم نے بھی کان کھڑے کئے

آپ اپنی ضد سے باز آجائیں \_\_\_\_\_ راسخ اور یاقوت کی شادی ہونے دیجئے۔ بڑے دل گردے کے ساتھ کہہ گئیں۔

ہیں \_\_\_\_\_ یہ تم کہہ رہی ہو \_\_\_\_\_ ایک کے ارمانوں کا خون کر دوسری کا گھر آباد کر دوں \_\_\_\_\_ یہ کس طرح ہو سکتا ہے \_\_\_\_\_

وہ عالم کرب میں جیسے سبک اٹھے۔ قنوت کی بریادی انہیں لے ڈوبی ہے وہ بے ماں کے پروان چڑھی تھی۔ بچپن لڑکپن محرومیوں کا شکار رہا اور

میں اگر تھوڑی سی خوشیاں اسے میسر آنے لگیں تو راسخ اور یاقوت نے مل لیں۔ چند لمحے سوچوں کے عمیق غار میں اترتے چلے گئے۔

میں ٹھیک کہہ رہی ہوں بھائی \_\_\_\_\_ اسی میں دونوں خاندانوں کا آگے میں کیا کہوں \_\_\_\_\_ میرا تو مقصد آپ کو مشورہ دینا تھا \_\_\_\_\_

کیا معلوم کہ میں نے راسخ اور یاقوت کو کس طرح سمجھایا \_\_\_\_\_ بلکہ : سرزنش بھی کیا۔ وہ دونوں اتنے آگے بڑھ چکے ہیں کہ اب ان کا اصل مقاد

در یہ بات ہے بھی درست کہ اگر یاقوت نے ان کی کوکھ سے جنم نہ لیا ہوتا تو ایسا نہ ہو جیسے اب مسئلہ صرف یہ تھا کہ قنوت کو بھی انہوں نے بیٹی جیسا پیار دیا تھا

\_\_\_\_\_ اور وہ اس کی حق تلفی بھی نہیں کرنا چاہتی تھیں \_\_\_\_\_ وہ شوہر کے سامنے اپنے

آپ کو ہمیشہ گناہ کار کی حیثیت سے لے کر آئیں۔ گو شفقت میاں نے کبھی ایسی بات

کی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ قنوت کی پرورش میں زینت نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت

میں کیا \_\_\_\_\_ پھر وہ اسے مجرم ٹھہرا کر اس کو افسردہ کرنا نہ چاہتے تھے \_\_\_\_\_ وہ تو

دو ہی شرمندہ شرمندہ سی رہتی تھی۔ قنوت سے یوں بات کرتی جیسے مدتوں پہلے اس کی

نہ ہو \_\_\_\_\_ اس کی تباہی و بربادی کی ذمہ دار ہو \_\_\_\_\_

ڈرائنگ روم کا ماحول خاصا سوگوار تھا \_\_\_\_\_ شن سے کلاک نے سہ پہر کے

نہ بجادیئے تھے \_\_\_\_\_ اس کے ساتھ ہی کال بل پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا۔

میرا خیال ہے قنوت بیٹی آگئی ہے۔

زینت بیگم کہتے ہوئے انھیں۔

اسلام و علیکم امی \_\_\_\_\_

قنوت محبت سے ماں کے رخسار پر مہی لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

چل ہٹ شریر۔

وہ محبت سے اسے دیکھتی ہوئی دروازہ بند کر کے پلٹ آئیں۔

کھانا گرم کر دوں بیٹی \_\_\_\_\_

نہیں امی \_\_\_\_\_ آج کچھ نہیں کھانا۔

وہ بالکلونی پر کھڑے ہو کر ماں سے بولی۔

کیوں؟

زینت حیرانی سے بولیں۔

آپ کو نہیں معلوم \_\_\_\_\_ آج پارٹی تھی نا \_\_\_\_\_ نویں جماعت نے دسویں کو

اپنی بہن کو راح کی ڈولی میں بٹھاؤں گی۔۔۔۔۔ یا قوت بخوشی راح کی دامن بنے مجھے  
کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔۔۔ آپ نے اس بات کو اتنا طول کیوں دیا ہے۔ یہ کوئی  
انہونی بات تو نہیں۔۔۔۔۔ تو پھر میرا راح کے ساتھ کونسا نکاح ہوا تھا۔۔۔۔۔ میرا  
اس کے ساتھ کوئی انوٹ رشتہ نہیں ہے۔ نہ تھا۔ ایک منگنی تھی۔۔۔۔۔ نوٹ گئی  
۔۔۔۔۔ منگنیاں تو نوٹتی ہی رہتی ہیں۔ جالیئے آپ تیاری کیجئے۔

بہن۔۔۔۔۔ یہ تم۔۔۔۔۔  
زینت بیگم تو ہکا بکا اس کا منہ دیکھتی رہ گئیں، اور رابعہ بیگم گویا ہوئیں۔ ہاں  
پھوپھو جان تیاری کیجئے۔۔۔۔۔ کوئی دن اچھا دیکھ کر تاریخ مقرر کر لیجئے۔ وہ دل کھول کر  
وسیع النظری کا ثبوت دے رہی تھی۔

میری بچی۔۔۔۔۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔۔۔۔۔  
رابعہ بیگم اور زینت بیگم نے ایک ساتھ قوت کو گلے لگا لیا۔۔۔۔۔  
تمہیں اس رشتے پر کوئی غم تو نہیں۔  
رابعہ بیگم نے اس کے معصوم حسین چہرے کو دیکھ کر کہا۔  
غم کس بات کا پھوپھو جان۔۔۔۔۔ یا قوت میری بہن ہے۔۔۔۔۔ مجھے اس کی  
خوشی ہر حال میں عزیز ہے۔

وہ کس قدر وسیع القلبی کا ثبوت دے رہی تھی۔  
اچھا۔۔۔۔۔

وہ قوت کو پوری طاقت سے سینے کے ساتھ بھینچتے ہوئے بولیں۔  
ہاں، ہاں۔۔۔۔۔ امی آپ کیوں حیران ہیں۔۔۔۔۔ میں بہت خوش ہوں۔۔۔۔۔  
قوت نے سر ہلا کر زینت بیگم کو جیسے راح سے لاطعلق کا یقین دلایا۔

کون جانے یہ تعلق ٹوٹا تھا کہ نہیں۔۔۔۔۔ محبت کا روحانی رشتہ اس کی نس نس  
میں ٹپکا تھا۔۔۔۔۔ راح کی محبت اس کے جسم میں گردش کرتے خون کی طرح تھی  
لیکن وہ اس گھر کو بچانا چاہتی تھی۔۔۔۔۔ پریشانیوں سے دکھوں سے حسرتوں اور

دی تھی۔۔۔۔۔ قوت نے ماں کو یاد دلایا۔  
اچھا اچھا۔۔۔۔۔ الوداعی پارٹی۔  
ہوں۔۔۔۔۔ وہ مسکراتی ہوئی واپس کمرے میں آگئی۔۔۔۔۔ اور زینت  
ڈرائنگ روم میں چلی گئیں۔  
قوت آئی ہے۔  
رابعہ بیگم نے کہا۔

جی ہاں۔۔۔۔۔ قوت بیٹی ہے۔۔۔۔۔ پارٹی تھی نا آج سکول میں۔۔۔۔۔  
رہی ہے کچھ نہیں کھانا۔۔۔۔۔ زینت ہنس دیاں اور اس کے ساتھ شفقت میاں  
رابعہ بیگم بھی ہنس دیاں۔۔۔۔۔ اس نے بڑا کچھ کھا لیا ہو گا۔۔۔۔۔ کوئل سادہ  
۔۔۔۔۔ میری بیٹی کا۔۔۔۔۔ شفقت میاں نے کہا۔

اچھا۔۔۔۔۔ بھائی۔۔۔۔۔ آپ اس بارے میں سوچئے۔۔۔۔۔  
خاندانوں کی عزت بچ جائے گی۔ رابعہ بیگم نے چادر اوڑھ لی۔  
ارے ارے۔۔۔۔۔ پھوپھو جان کہاں جا رہی ہیں آپ۔۔۔۔۔  
۔۔۔۔۔ زینت اترتے ہوئے قوت نے کہا۔

ہاں بیٹی۔۔۔۔۔ اب جاؤں کب کی تو آئی ہوئی ہوں۔  
زینت بیگم کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے رابعہ بیگم نے قوت کو ساتھ لگا لیا۔  
اس کے دراز بال کولہوں تک لٹکے ہوئے انہیں بہت ہی اچھے لگے۔  
آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔

وہ زینت بیگم کے منہ کو دیکھ کر بولی۔  
مسئلہ۔۔۔۔۔ کونسا مسئلہ بیٹی۔۔۔۔۔ زینت بیگم نے کہا۔  
ہاں امی جان۔۔۔۔۔ میں اس گھر کے کتے گھٹے گھٹے ماحول کو بخوبی دیکھ  
ہوں۔۔۔۔۔ اور میں یہ جانتی ہوں کہ پھوپھو جان ہفتے عشرے کس گھٹتی کو سلجھانے  
ہیں۔ یہ گھٹتی سلجھی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ اس میں اب کوئی الجھن نہیں ہے۔۔۔۔۔

پاس بھری زندگی سے \_\_\_ وہ چہرے پر دکھ کی پرچھائیں پھیلا کر والدین کو ہمیشہ لے لئے اداس کرنا نہ چاہتی \_\_\_ اس کا باپ تو پہلے ہی اس کی مسکراہٹ دیکھنے کے لئے تڑپتا رہتا تھا۔ اب اس نے ہمیشہ کے لئے اداس چہرے کو خیرباد کر دیا تھا \_\_\_ وہ زندہ رہے گی \_\_\_ ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ \_\_\_ وہ طلوع سے غروب کے درمیان کا فاصلہ طے کرے گی۔ یہ سفر بڑا صبر آزما تھا۔ ظلاطم خیر طوفانوں کو روکنا تو \_\_\_ بہاروں کو نوچ کر خزاں میں بسانا تھا \_\_\_ تیز آندھیوں میں لرزے پتے ساتھ تھا۔

حالات سے سمجھوتہ تو اس نے کر لیا تھا۔ لیکن اس کے اندر کی ویرانی کم نہ ہو سکی۔ درد فراق نے اس کے اندر کی عمارت کو نوچنا شروع کر دیا۔ لیکن اس نے آہ نہ کی \_\_\_ اس وار کو بھی وہ بڑی آسانی سے سہ گئی \_\_\_ چند دنوں کے بعد یاقوت اور راج کی شادی ہو گئی \_\_\_ بڑی بہن بن کر اس نے یاقوت کو ڈولی میں بٹھایا \_\_\_ راج کے گلے میں دو ہزار کا ہار ڈال کر اس نے اپنے صبر کا امتحان پاس کر لیا تھا \_\_\_ رخصتی کے وقت بہن کو گلے لگا کر جب وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تو یوں احساس ہوا جیسے ساری کائنات ان آنسوؤں کے سیلاب میں بہہ کر پیوند خاک ہو جائے گی۔ وہ اپنے وجود کو جیسے فضا میں تحلیل کرنا چاہتی تھی \_\_\_ اور جب اس نے یاقوت کو راج کے پہلو میں کھڑا کیا تو اس نے کہا \_\_\_ تمہیں یاقوت مبارک ہو راج

راج نے جھکے ہوئے سر کو ایک لمحہ کے لئے اوپر اٹھایا۔ چار نظروں کا تصادم لگتا قیامت خیز تھا۔ یہ مبارک نہ تھی۔ ہزاروں من وزنی آہنی گولا تھا۔ جو اس نے راج کے احساس پر پھینکا تھا۔ اس نے دیکھا وہ بڑی تر و تازہ اور نکھری نکھری سی لگ رہی تھی \_\_\_ کیا اسے دکھ نہیں ہوا۔ وہ دل میں بڑبڑا کر رہ گیا۔ ایک کھسیانی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی \_\_\_ اس نے پلٹ کر قنوت پھر دیکھنا چاہا \_\_\_ لیکن وہ کسی عورت کے بلانے پر جا چکی تھی، یاقوت کے چلے جانے سے ماحول اداس سا ہو گیا تھا۔

زینت بیگم اور شفقت میاں چپ چپ سے رہنے لگے تھے \_\_\_ یا عالی کے ساتھ تھوڑی بہت گفتگو کر لیتے۔ وہ بھی باقاعدہ سکول جانے لگی تھی۔ آج بھی سویرے سویرے ناشتے سے فارغ ہو کر وہ سکول روانہ ہو گئی۔ ابھی پہلا پریڈ شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ میڈم کا بلاوا آگیا۔



آ رہی ہوں۔

قوت نے پرس اٹھایا اور نائب قاصد کے ساتھ ہی چل دی۔

اجازت ہے میڈم۔

قوت نے آفس کے دبیز پردے کو سرکاتے ہوئے کہا۔

ہاں، ہاں آؤ قوت \_\_\_\_\_ تم سے چند باتیں کرنا تھیں۔

میڈم بہت خوش دلی سے بولی۔

قوت سامنے کرسی پر دراز ہو گئی۔

ذاتی سا سوال ہے \_\_\_\_\_ پلیز مائنڈ نہ کرنا۔ \_\_\_\_\_

میڈم نے آداب گفتگو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہا۔

آپ بے تکلف پوچھیں \_\_\_\_\_ میری ذاتیات پر آپ کو اختیار ہے۔

وہ فراخ دلی سے مسکرائی۔

شکریہ۔ میڈم نے کہا۔

اچھا سب سے پہلے تو تمہیں مبارک ہو \_\_\_\_\_ تمہیں بی ایڈ گریڈ مل گیا ہے۔

اوہ میڈم \_\_\_\_\_ بہت اچھا \_\_\_\_\_ لیکن کس سکول میں \_\_\_\_\_

مست سے وہ جھوم اٹھی \_\_\_\_\_

اسی میں \_\_\_\_\_ مسز نصرت کی جگہ پر \_\_\_\_\_ وہ بغیر تنخواہ لمبی چھٹی پر چلی

ہیں۔ یہ تو بہت اچھا ہوا میڈم \_\_\_\_\_ اس کے لئے میں آپ کی شکر گزار ہوں۔

وہ احسان مند نظروں سے دیکھنے لگی۔

تمہارا حق بنتا تھا \_\_\_\_\_ کسی شکریہ کی ضرورت نہیں۔

میڈم نے وسیع القلبی کا ثبوت دیا۔

چند منٹ دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہیں \_\_\_\_\_ ایک دم میڈم نے بات

رہ بدلا۔

قوت سنا ہے تم نے اپنے منگیتر سے اپنی چھوٹی بہن کی شادی کر دی۔

میڈم کا انداز سوالیہ اور حیرت ناک تھا۔

جی ہاں میڈم \_\_\_\_\_ اسی میں میرے خاندان کی عافیت تھی۔

قوت نے مختصر سا جواب دیا۔

لیکن تم دونوں تو ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔

جی ہاں \_\_\_\_\_ کرتے تھے \_\_\_\_\_ لیکن وقت کے بعد اس کی پسند کا معیار

بدل گیا۔

اس کے انداز میں حد درجہ مایوسی پائی گئی تھی۔ لیکن وہ مضبوط اعصاب کی

مالک تھی۔ کیا وقت؟

میڈم کی حیرت عروج تک پہنچ گئی۔

یہی \_\_\_\_\_ کہ جو وہ چاہتا تھا \_\_\_\_\_ مجھ میں نہیں حاصل ہو سکا \_\_\_\_\_ اور بس

\_\_\_\_\_ وہ بات کو مختصر کر کے صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

\_\_\_\_\_ ہوں

میڈم نے آئندہ اور کوئی بات کرنا مناسب نہ سمجھا \_\_\_\_\_ کیونکہ جب بہن کا

معاملہ آجاتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اندر کوئی بات ہوگی۔ جو وہ منظر عام پر

لانا پسند نہیں کرتی تھی۔ اسی بحث میں 12 بج چکے تھے۔

اجازت ہے۔

قوت نے کہا۔

بالکل \_\_\_\_\_ میڈم نے مسکرا کر کہا۔

وہ کمرے سے نکل گئی۔

بہت عظیم ہو تم \_\_\_\_\_ Very Good

میڈم خود سے تحسین آمیز جملے بول کر خاموش ہو گئی۔

سکول بند ہونے کے بعد وہ گھر پہنچی۔ آج رات اور یا قوت آئے ہوئے تھے

\_\_\_\_\_ زینت بیگم نے معد لوانیات کے چائے پیش کر دی تھی۔ ہنسی مذاق ہو رہا تھا

\_\_\_\_\_ لیکن شفقت میاں خاموش کرسی پر بیٹھے حقے کا کش پہ کش لے رہے تھے  
\_\_\_\_\_ ویسے بھی کئی دنوں سے طبیعت خراب تھی اور اپنے کمرے میں ہی صاحب  
فراش تھے۔

راہ داری کو عبور کر کے وہ اپنے کمرے میں ہی چلی گئی۔  
باہی نہیں آئی۔

یا قوت بولی \_\_\_\_\_ وہ دراصل اپنی ماں کے گوش گزار کرنا چاہتی تھی۔  
سکول سے آئی ہے \_\_\_\_\_ تھکی ہوئی جو ہے۔  
زینت بیگم نے بات کو ختم کرنا چاہا۔

بہت دیر دونوں بیٹھے رہے \_\_\_\_\_ قوت نے راسخ کا سامنا کرنا مناسب نہ  
سمجھا۔ شام ہوتے ہی دونوں اپنے گھر روانہ ہو گئے۔

تین ماہ گزر گئے \_\_\_\_\_ یا قوت نے ہسپتال پھر جوائن کر لیا تھا۔ وہ ہی صبح جانا  
اور شام کو واپس گھر آنا \_\_\_\_\_ پھر وہ امید سے بھی تھی۔

سردیوں کی سیخ بستہ رات تھی \_\_\_\_\_ سائیں سائیں کرتی تاریک رات \_\_\_\_\_  
دل نکل جانے والا سناٹا \_\_\_\_\_ چاروں جانب ہو کا عالم \_\_\_\_\_ آج کوٹھی کے باہر والی  
بستی بھی غائب تھی \_\_\_\_\_ گاڑی سے اترتے راسخ نے سٹیٹ لائٹ میں رسٹ وایج  
دیکھی \_\_\_\_\_ شب کے فوج چکے تھے۔ اپنی دانست میں تو وہ کراچی سے بہت جلد لوٹ  
آیا تھا۔

چوکیدار نے گیٹ کھولا \_\_\_\_\_ سلام صاحب۔

وہ بہت بڑے رئیسوں کی طرح سر ہلا کر کوری ڈور سے ہوتا ہوا ہال میں پہنچ  
گیا \_\_\_\_\_ جہاں صرف رابعہ بیگم نماز کے بعد وظائف میں مشغول تھیں۔

آپ اکیلی \_\_\_\_\_ یا قوت نہیں آئی ہسپتال سے۔  
وہ چاروں جانب دیکھ کر بولا۔

نہیں بیٹا \_\_\_\_\_ ابھی تک تو نہیں آئی۔

وہ پھر پڑھنے میں مصروف ہو گئیں۔  
وہ پلٹ کر ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔  
نہیں ہیں \_\_\_\_\_ کب لوٹیں گی۔

وہ شدید طیش میں آگیا \_\_\_\_\_ خون اٹل کر کانوں کے رستے جیسے رستے لگا ہو۔  
معلوم نہیں \_\_\_\_\_ ووثق سے کہہ نہیں سکتا۔  
چوکیدار نے فون رکھ دیا۔

کیوں بیٹا \_\_\_\_\_ آ رہی ہے یا قوت \_\_\_\_\_  
نہیں امی \_\_\_\_\_ وہ ڈاکٹر احمد کے ساتھ کسی دعوت میں گئی ہے۔

اچھا \_\_\_\_\_  
رابعہ بیگم بیٹے کا موڈ دیکھ کر اور کچھ کہنے کی بجائے خاموش ہو گئیں۔  
وہ عالم اضطراب میں ٹھٹھا رہا۔

تم آرام سے کھانا کھا لو \_\_\_\_\_ ملازم میز پر لگا گیا ہے \_\_\_\_\_ وہ آجائے گی  
\_\_\_\_\_ رابعہ بیگم تو ہمیشہ سے یا قوت کو ناپسند کرتی تھیں \_\_\_\_\_ لیکن بیٹے نے ان کی  
ایک نہ چلنے دی۔ \_\_\_\_\_ جاگ رہے ہیں ابھی تک  
اندر داخل ہوتے یا قوت نے حیرانی سے کہا۔

ہاں \_\_\_\_\_ تمہارا مطلب کہ تمہیں بھول کر سو جاؤں \_\_\_\_\_ تاکہ تم جب  
جی چاہے آؤ \_\_\_\_\_ اور جب جی چاہے چلی جاؤ۔  
وہ ہاتھوں کو نچا کر زبردست غصے میں بولا۔

راسخ \_\_\_\_\_ تمہیں کیا ہو گیا ہے \_\_\_\_\_ ارے بابا \_\_\_\_\_ میری جاب ہی ایسی  
ہے۔ وہ بڑے ٹھنڈے لہجے میں جوڑے کی ویش نکال کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے  
بولی۔

تمہاری جاب سے مجھے اختلاف نہیں ہے۔  
وہ شانہ جھٹک کر بولا۔

تو کس بات سے اختلاف ہے۔

وہ پھر گویا ہوئی۔

تمہارا ڈاکٹر احمد کے ساتھ اس طرح دعوتوں میں جانا۔

وہ سچی بات کہہ گیا۔

اوہو \_\_\_\_\_ مرد ہوتا \_\_\_\_\_ اسی لئے شکی مزاج ہو \_\_\_\_\_

وہ صوفے پر بڑے سکون سے بیٹھے ہوئے بولی۔

کو تو ملازمت چھوڑ دوں \_\_\_\_\_

یا قوت نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

نہیں \_\_\_\_\_ ایسی بھی کوئی بات نہیں \_\_\_\_\_ بہر حال تم ذرا جلد گھر آیا کرو۔

وہ پلٹ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ دولت اس کی کمزوری تھی \_\_\_\_\_ چار

پانچ ہزار اس کی تنخواہ تھی تین ہزار کے لگ بھگ وہ لے رہی تھی۔ مل جل کے بہت

اچھا گزارہ ہو رہا \_\_\_\_\_ ایک دو ملازم بھی رکھ لئے تھے \_\_\_\_\_ یا قوت ایک

میڈیکل سٹور بھی چلا رہی تھی۔ وہ ملازمت کیسے چھڑوا سکتا تھا۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود یا قوت کا حلقہ احباب کم نہ ہوا۔ وہ کسی ڈاکٹر کو

راخ کی ہدایت کے مطابق نہ چھوڑ سکی۔ ڈاکٹر احمد یا قوت کے زیادہ قریب تھا غیر شادی

شدہ تھا لیکن یا قوت کو زیادہ پسند کرتا تھا \_\_\_\_\_ اس کے خلوص میں اتنی کشش تھی

کہ وہ کبھی بھی انکار نہ کر سکتی تھی \_\_\_\_\_ اس نے کئی بار سوچا کہ ڈاکٹر احمد سے

باجی کی شادی کر دی جائے \_\_\_\_\_ لیکن قوت نے تو جیسے شادی نہ کرنے کی قسم کھالی

تھی۔ اس سلسلے میں اس نے زینت بیگم سے بات کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔

امی بہت اچھا آدمی ہے \_\_\_\_\_ بڑا معصوم \_\_\_\_\_ آپ باجی کی کہیں تو شادی

کریں گے نا۔ وہ لہجے سے بولی۔

شادی تو ہوگی \_\_\_\_\_ کوئی معقول رشتہ ملے بھی۔

آپ ابو کو ساتھ لے کر ڈاکٹر احمد سے ملے \_\_\_\_\_ یقین جانئے آپ کو معلوم

ہو جائے گا کہ وہ کتنا سویت انسان ہے۔

گھر بار دیکھا اس کا \_\_\_\_\_

زینت بیگم نے کہا۔

نہیں گھر تو نہیں دیکھا اس کا \_\_\_\_\_

یا قوت نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

اچھا \_\_\_\_\_ میں چلتی ہوں \_\_\_\_\_ آپ ضرور باجی سے بات کریں۔

وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

تمہیں میری شادی کی اتنی تشویش کیوں ہے؟

عین زینہ اترتے قوت نے کہا۔

وہ ایک دم سے ٹھک گئی \_\_\_\_\_ یا قوت کی دانست میں کہ قوت ابھی سکول میں

ہے۔

باجی تم \_\_\_\_\_ سکول سے آگئیں۔

وہ حیرانی سے بولی۔

جی ہاں \_\_\_\_\_ آگئی ہوں اور تمہاری گفتگو بھی سن لی ہے۔

قوت کو اس وقت بہت غصہ آ رہا تھا۔

میں نے کوئی بری بات نہیں کی۔

یا قوت نے آرام سے کہا۔

تم ہر بات کے موضوع کو اپنے تنک محدود رکھا کرو۔

انتہائی رکیک لہجہ یا قوت سے برداشت نہ ہو سکا۔

لیکن کیوں \_\_\_\_\_ تم میری بہن نہیں۔

یا قوت تمللا اٹھی۔

ہوں \_\_\_\_\_ دنیا داری کے حوالے سے \_\_\_\_\_

قوت نے زبردست زہر بھرا نشتر یا قوت کے سینے میں گھونپ دیا۔

مفتت میاں معذوری ظاہر کرتے ہوئے بولے۔

میں سمجھاتی ہوں۔

رابعہ بیگم نے کہا۔

تم کہہ کے دیکھ لو۔

زینت بیگم نے کہا۔

اتنی دیر میں قوت بھی سکول سے لوٹ آئی تھی۔

رابعہ بیگم نے غور سے دیکھا \_\_\_\_\_ کچھ کمزور لگتے لگتی تھی۔

آداب پھوپھو جان \_\_\_\_\_

وہ ان کے پاس ہی بیٹھتے ہوئے بولی۔

کیسی ہو میری بچی \_\_\_\_\_

ٹھیک ہوں \_\_\_\_\_ آپ سنائیں۔

خدا کا شکر ہے۔

رابعہ بیگم نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

تم سے کچھ کتنا تھا بیٹی۔

کئے \_\_\_\_\_ میں جانتی ہوں \_\_\_\_\_ کیا کتنا ہے آپ نے \_\_\_\_\_ آج کل

ب گھروالوں پر ایک ہی بھوت سوار ہے \_\_\_\_\_

قوت ہنس کر بولی۔

ٹھیک تو ہے میری بچی \_\_\_\_\_ یہ چاند سا کھڑا گھونگھٹ میں کتنا بھلا لگے۔

رابعہ بیگم نے قوت کو ساتھ لپٹا لیا اور اس کی سفید روشن پیشانی کو چوم کر

نہیں۔

مجھے نہیں کرنا شادی پھوپھو جان \_\_\_\_\_

وہ بڑی ہزاری سے بولی۔

دیکھو، میری بچی! \_\_\_\_\_ انسان صرف اپنے لئے ہی نہیں جیتا۔ ارد گرد کے

ای \_\_\_\_\_

یا قوت ہاتھوں پر سر رکھے سک اٹھی۔

بیٹی \_\_\_\_\_ تم تو بڑے حوصلے والی تھی۔

زینت بیگم نے محبت سے قوت کی پشت پر ہاتھ رکھا۔

بہن کو اس طرح سسکتے دیکھ کر قوت موم کی طرح پکھل گئی۔

ارے \_\_\_\_\_ معاف کر دو \_\_\_\_\_ میری منھی منی بہن \_\_\_\_\_ دراصل کچھ

کبھی پیانہ چھلک اٹھتا ہے۔

قوت نے فوراً "اے اپنے ساتھ لگا لیا۔

باقی \_\_\_\_\_ تم نے مجھے معاف نہیں کیا۔

وہ سسکیوں کے درمیان بولی۔

یہ تمہارا گناہ نہیں تھا \_\_\_\_\_ مقدر کی بات ہے بچی \_\_\_\_\_ یہ ضروری

نہیں کہ ہر چاہنے والا کپکے بیر کی طرح ہماری جھولی میں گر جائے۔

دونوں طرف مکمل خاموشی رہی \_\_\_\_\_

لیکن سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا \_\_\_\_\_ یا قوت دنیا کی باتوں سے تنگ بھی آئی

تھی \_\_\_\_\_ اس کے لئے اس نے رابعہ بیگم کو تیار کیا۔

پھوپھو آپ باقی کو سمجھائیں \_\_\_\_\_ کہ وہ کہیں تو شادی کے لئے مان جا۔

آخر امی ابا کب تک زندہ رہیں گے \_\_\_\_\_ ابو کا تو حال ہی بہت برا

\_\_\_\_\_ آئے دن کوئی نہ کوئی بیماری لاحق رہتی ہے۔

اچھا بیٹی \_\_\_\_\_ بھائی سے بات کروں گی۔

رابعہ بیگم نے کہا۔

اور ایک دن وہ چلی ہی گئیں۔

میں تو اس دن کے لئے ترس گیا ہوں \_\_\_\_\_ لیکن وہ نہیں مانتی \_\_\_\_\_

کیا نہیں۔

میرا خیال ہے اماں اپنی ہونے والی بہو کے گھر سے آ رہی ہیں۔

ہاں بیٹے۔۔۔ اللہ جلد اس گھر میں چاند اتارے۔۔۔

وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولیں۔

چاند؟

وہ حیران رہ گیا۔

ہاں بیٹے۔۔۔ قنوت تو چاند ہے چاند۔۔۔ سرخ و سفید چہرہ۔۔۔

لبے بال۔۔۔ دلا بدن اور نرم و نازک نقش و نگار۔۔۔

وہ بہو کی تعریف کرتے پھولی نہ سارہی تھیں۔

لیکن وہ اداس ہو گیا۔۔۔ ماں سے آنکھ نہ ملا سکتا تھا۔ نہ جانے وہ مار

ارمان پورے کر بھی سکے گا کہ نہیں۔ اگر وہ ماں کو سب کچھ بتا دے تو ماں سننے نہ

ہو جائے۔

یا الٹی میں کیا کروں۔۔۔

وہ سر کو صوفے کی پشت پر ٹکا کر آنکھیں موند کر دل سے ہی بول پڑا۔

کیا ہوا بیٹے۔۔۔ ماں نے تڑپ کر کہا۔

کچھ نہیں امی۔۔۔ سر میں بڑا درد ہے۔

وہ ماں کو تسلی دینے کے موڈ میں تھا۔۔۔ وہ چاہتا تھا کہ ماں پر اس کی

آشکار نہ ہو۔

تو کیوں نہیں ڈاکٹر کو دکھاتا۔۔۔ اکثر تیرے سر میں درد رہتا ہے۔

ماں نے کہا۔ مسز ہارون ایک خوش شکل ضعیف خاتون تھیں۔ اس کے

ہاں بالکل سفید، چہرہ کشادہ اور آنکھیں نیلی تھیں۔

معمولی درد ہے۔۔۔ آرام آجائے گا۔

وہ اپنے کمرے میں چلا گیا اور ماں گھر کے دوسرے کاموں میں لگ گئی۔

احمد کی خواہش کے مطابق شادی بڑے سکون سے ہوئی چاہے۔ احمد انتہائی

نرم و مہذب کا لخت جگر تھا۔ مسز ہارون ایک بیٹے کو ڈاکٹر دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن

انہوں نے ان کو مہلت نہ دی اور ایک رات حرکت قلب بند ہو جانے سے اس دور

نہ سے دور جاودانی کی جانب روانہ ہو گئے۔ لیکن انہوں نے کڑوڑوں کی جائداد بیٹے

کو نام چھوڑی تھی۔ مسز ہارون کو انتقال کے پندرہ سال کا طویل عرصہ گزر گیا تھا۔

مسز ہارون بڑی مضبوط عورت تھیں۔ جب تک حامد اور احمد اپنے قدموں پر کھڑے

ہوئے وہ پوری طرح جائداد کے کام سنبھالتی رہیں۔۔۔ فشی فضل دین ایماندار

بچا انسان تھا۔ وہ مسز ہارون کے ساتھ بہت بہتر طریقے سے تعاون کرتا رہا۔ حامد

کی تعلیم کے لئے باہر چلا گیا جبکہ احمد ڈاکٹر بن گیا۔۔۔ تو مسز ہارون نے فشی کو

کام بھی سونپ دیئے۔۔۔ یا ہفتے عشرے احمد زمینوں پر چلا جاتا۔ لیکن وہ شدید سر

د کے باعث زیادہ کوفت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ وہ کئی مرتبہ جھنجھلا کر ماں کو

دیتا۔

امی، بھائی کو بلا لو۔۔۔ مجھ سے جائداد کے کام نہیں ہوتے۔

وہ جیسے تھک سا گیا ہو۔

کوئی بات نہیں بیٹے۔۔۔ یہ تعلیم مکمل کر لے بیٹا۔۔۔ میرے ہوتے

تو تمہیں کیوں پریشانی ہے۔ میں کام دیکھ لیا کروں گی۔

احمد چپ سا رہا۔

چلو اب موڈ درست کرو۔۔۔ کل تمہارے سسرال بھی جانا ہے۔

ٹھیک ہے۔۔۔ آپ جائیں۔ لیکن سوائے لڑکی کے ہم چیز میں کوئی

نہیں لیں گے۔ احمد کا متفقہ فیصلہ تھا۔

ٹھیک ہے بیٹے۔۔۔ ہمیں چیز کی ضرورت بھی کیا ہے۔ یہ ساری جائداد

تمہارے دونوں بھائیوں کے لئے تو ہے۔

بیج نہ تھی۔

چند لمحے سکوت رہا۔۔۔۔۔ کہ اچانک زینت بیگم ہنس دیں۔

آئیے آئیے۔۔۔۔۔ اندر آجائیے نا۔۔۔۔۔

زینت بیگم مسز ہارون کو ڈرائنگ روم کی طرف لے جاتے ہوئے بولیں۔

شکریہ۔۔۔۔۔ باہر ملازم لوگ ہیں۔

وہ پلٹ کر بولیں۔

آپ ان کو بھی بلا لیں۔۔۔۔۔ میں دوسری طرف کا دروازہ کھول دیتی ہوں۔ وہ

بڑی برق رفتاری سے ساتھ والا دروازہ کھولنے چل دیں۔

آپ نے کس لئے ملنا ہے۔۔۔۔۔ زینت بیگم آتے آتے بولیں۔

آپ نے شاید مجھے پہچانا نہیں۔۔۔۔۔ یا قوت نے ذکر نہیں کیا۔۔۔۔۔ وہ چہرے کو

سوالیہ انداز میں جھکا کر بولیں۔

اچھا اچھا۔۔۔۔۔ آپ احمد کی والدہ ہیں۔

زینت بیگم نے قیاس آرائی کی۔

جی ہاں۔۔۔۔۔

قرمان جاؤں۔۔۔۔۔ کیسی ہیں آپ۔۔۔۔۔

زینت بیگم نے انتہائی خوش خلقی سے مسز ہارون کو گلے لگا لیا۔

بچ پوچھیں تو بڑی خوش ہوئی آپ سے مل کر۔

مسز ہارون علیحدہ ہوتے بولیں۔

زینت بیگم بھی مسکرا دیں۔

ملازمین نے نوکرے صحن میں رکھ دیئے۔

یہ کیا کیا آپ نے۔

زینت بیگم مروت سے بولیں۔

کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ بچوں کے لئے ہے۔۔۔۔۔

وہ خاموش رہا۔۔۔۔۔ ماں کو کتنی آرزو تھی۔۔۔۔۔ اس کی شادی کی

لیکن وہ درست نہیں ہے۔۔۔۔۔ اس کے سر میں درد اتنی شدت سے کیوں ہو۔

وہ ڈاکٹر ہے۔۔۔۔۔ اور اپنی تشخیص خود کیوں نہیں کر سکتا اور شادی پر

ہے۔۔۔۔۔ کیا وہ لڑکی مجھ سے خوش رہ سکے گی۔۔۔۔۔ وہ انہی سوچوں میں اتر

اور رات کھانے پر ملازمہ نے اطلاع دی۔

چھوٹے صاحب کھانا تیار ہے۔

آ رہا ہوں۔۔۔۔۔

وہ ڈرائنگ ہال میں چلا گیا۔

دوسرے دن کئی عدد فروٹ اور مٹھاپوں کے ٹوکروں کے ساتھ دو ملازمین

ہمراہ گاڑی شفقت میاں کے گھر کے سامنے رکی۔

دستک ہوئی۔

زینت بیگم نے دروازہ کھولا۔

آئیے۔۔۔۔۔ کس سے ملنا ہے آپ کو۔۔۔۔۔

وہ ازراہ اخلاق بولیں۔ لیکن لہجہ انتہائی تعجب خیز تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے

ہارون نے صرف اپنے گھر میں یا قوت سے بات کی تھی۔۔۔۔۔ اس طرف آ۔

ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔ ابھی تک بات یا قوت کی زبانی چل رہی تھی۔

مجھے قوت کی والدہ سے ملنا ہے۔

وہ بڑی خوش خلقی سے آگے بڑھ گئیں۔۔۔۔۔ ملازمین ابھی دروازے

ہی ٹھہرے رہے۔

قوت کی والدہ تو میں ہی ہوں۔۔۔۔۔

زینت بیگم ہکا بکا رہ گئیں۔

مسز ہارون کا رعب و جلال۔۔۔۔۔ اور باوقار شخصیت۔۔۔۔۔ کسی نہ

وہ سادگی سے بولیں۔

کونسی پوزیشن؟

وہ شاید مطلب نہ سمجھ پائی تھیں۔

میں کہ ابھی چند ماہ ہوئے ہیں ہم نے یاقوت کی شادی کی ہے۔ وہ جھانے ہوئے کہنے لگے۔

آپ قوت کے بارے میں پریشان نہ ہوں۔ ہمیں چیز کی قطع ضرورت نہیں۔ ان کے الفاظ میں پختگی پائی گئی تھی۔

جی۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ چیز کے بغیر تو کوئی لڑکی اپنانے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا۔

شفقت میاں حیرت زدہ سے بولے۔

اور زینت بیگم بھی ورطہ حیرت میں ڈوب گئیں۔

ہاں، ہاں۔۔۔ بھائی صاحب ہم لوگ چیز کے خواہش مند نہیں دیکھئے نا جس نے جگر کا ٹکڑا دے دیا۔ اور کی کیا رہ گئی۔

وہ مسکرائے۔۔۔ عجیب ہی خیالات ہیں آپ کے۔

ورنہ آج کل تو لوگ پہلے چیز کی بات کرتے ہیں۔

زینت بیگم بھی ہنس دیں۔

آپ پہلے احمد سے تو بات کر لیں۔

زینت بیگم نے کہا۔

آپ بے فکر رہیں۔۔۔ اللہ کا دیا۔۔۔ احمد کے پاس بہت کچھ ہے۔ اسے چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں تو صرف قوت چاہئے۔

کتنی سچائی اور حقیقت تھی مسز ہارون کے الفاظ میں۔

اچھا۔۔۔ جیسے آپ کہیں۔۔۔ زینت بیگم تذبذب کے عالم میں بولیں۔

بہن جی۔۔۔ بعد میں کوئی جھگڑا کھڑا نہ ہو۔ میری بیٹی بڑی حساس ہے۔ وہ کسی قسم کی بات ایسی ویسی پسند نہیں کرتی۔

آپ بیٹھے بہن۔۔۔ میں چائے لے آؤں۔۔۔

اجی چھوڑیئے آپ چائے کو۔۔۔ پہلے بات مکمل کر لیں۔۔۔ آپ باپ کے والد صاحب کو بھی بلا لیں تو بہتر ہو گا۔

مسز ہارون با اصول عورت تھیں۔

بہتر۔۔۔

زینت بیگم باہر نکل گئیں۔

تھوڑی دیر کے بعد نحیف شخصیت لائٹھی ٹیکتے ہوئے کمرے میں زینت بیگم ساتھ داخل ہوئی۔

آداب بھائی صاحب۔۔۔

مسز ہارون نے کہا۔

آداب۔۔۔ بیٹھے۔۔۔ تشریف رکھئے آپ۔۔۔

وہ منودب کہتے ہوئے صوفے پر دراز ہو گئے۔۔۔ ان کے قریب ہی زینت بیگم بیٹھ گئیں اور مسز ہارون سامنے صوفے پر بیٹھی تھیں۔

جی بہن جی۔۔۔ فرمائیے۔۔۔

شفقت میاں بولے۔

بھائی صاحب آپ کو یاقوت نے سب کچھ ہمارے بارے میں بتا دیا ہو گا۔ مسز ہارون نے دوپٹہ درست کرتے کہا۔

جی ہاں۔۔۔ یاقوت نے بات تو کی تھی۔

وہ ذرا نرم لہجے میں گویا ہوئے۔

پھر آپ نے سوچا۔

مسز ہارون پہلو بدل کر بولیں۔

جی ہاں بہت سوچا۔۔۔ دراصل ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں۔

تھی۔ پچیس سالہ حسین قوت رنگ و روپ اور خد و خال سے اس دنیا کی مخلوق  
بہ لگتی تھی۔ وہ آسانی پر گڈ سوٹ میں بالکل فردوسی نظر آ رہی تھی۔ رنگ برنگے  
ریشم کی طرح سنہری دراز گیسو اب بے ترتیبی سے شانوں سے لے کر کولہوں تک  
پہے ہوئے تھے۔ اس تھکاوٹ اور کام کی زیادتی سے چہرہ ست اور رخسار شعلہ بنے  
ہوئے تھے۔ مزاروں نے کئی بار ہوش میں آنے کی کوشش کی لیکن وارفتگی کم نہ

یہ قوت ہے آپ کی \_\_\_\_\_ وہ اس ملکوتی حسن کو دیکھ کر اپنی غلط فہمی دور  
چاہتی تھیں۔  
زینت بیگم نے جیسے انہیں چونکا دیا ہو۔

ہاں \_\_\_\_\_ اچھا اچھا \_\_\_\_\_ میری بچی \_\_\_\_\_ وہ ایک دم سے انہیں اور  
نہ کو چٹالیا۔  
جیسے مزاروں کی چوری پکڑی گئی ہو۔

شفقت میاں ان کی گھبراہٹ پر مسکراہٹ پر مسکرا دیے۔  
ایک طویل بوسہ پیشانی پر لینے کے بعد انہوں نے جانے کی اجازت چاہی۔  
اور بیٹھیں ناہن جی۔

زینت بیگم نے کہا \_\_\_\_\_ شفقت میاں بھی کھڑے ہو گئے۔  
اچھا جی \_\_\_\_\_ خدا آپ سب کو خوش رکھے \_\_\_\_\_ آپ تاریخ جلد منتخب  
\_\_\_\_\_

بیٹی \_\_\_\_\_ اللہ تجھے ہمیشہ سکھی رکھے۔  
وہ دروازے کی طرف آگئیں \_\_\_\_\_ اور گاڑی میں بیٹھ کر اپنے گھر روانہ ہو  
\_\_\_\_\_

شام کے لگبھگ سائے پھیل رہے تھے \_\_\_\_\_ گیراج کا دروازہ کھلا تھا \_\_\_\_\_  
\_\_\_\_\_ اُٹا کو دیکھ کر انہوں نے اندازہ لگایا کہ احمد گھر پر موجود ہے \_\_\_\_\_ وہ سیدھی

شفقت میاں قوت کی طبیعت کے حوالے سے بولے۔

نہیں نہیں \_\_\_\_\_ بھائی صاحب آپ بے فکر رہیں \_\_\_\_\_ انشاء اللہ قوت  
پسند بات کوئی بھی نہ ہو گی۔

وہ بڑے وثوق سے بولیں \_\_\_\_\_ دیے بھی انہیں اپنے بچوں کی طبیعت  
تھا کہ کس قسم کے ہیں۔

ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ ہمیں کوئی اعتراض نہیں \_\_\_\_\_ جیسا آپ چاہیں۔  
شفقت میاں قوت کے مقدر پر بہت خوش ہوئے \_\_\_\_\_ کیا ہوا اگر راز  
ٹھکرا دیا تو \_\_\_\_\_ اس سے بھی لاکھوں درجے اچھا گھر مل گیا ان کی بیٹی کو۔  
زینت بیگم بھی بہت خوش ہوئیں۔

دن کے سہ پہر ہونے کو آئے تھے \_\_\_\_\_ قوت ابھی نہیں آئی تھی \_\_\_\_\_  
ہارون نے بہت دیر انتظار کیا \_\_\_\_\_ لیکن قوت نہیں آئی \_\_\_\_\_ تو وہ اٹھ کر  
ہوئیں۔

اچھا جی \_\_\_\_\_ میں چلتی ہوں۔ قوت سے ملنے کو دل تو بہت کرتا تھا \_\_\_\_\_  
بڑی مایوسی سے بولیں۔

معلوم نہیں \_\_\_\_\_ آج تو قوت نے بہت دیر کر دی۔  
زینت بیگم نے باہر والے دروازے کی طرف دیکھا۔ عین اس وقت بیل ہوئی  
آگنی میرا خیال ہے۔

زینت بیگم نے چونک کر بڑی تیز رفتاری سے دروازہ کھول دیا۔  
ادھر ہی آجاؤ بیٹی \_\_\_\_\_

وہ بیگ کاندھے پر جھولاتے ہوئے ڈرائنگ روم میں ہی آ گئی۔  
آداب \_\_\_\_\_

مزاروں \_\_\_\_\_ دیکھتی رہ گئیں \_\_\_\_\_ وہ حسن میں واقعی یکساں تھی \_\_\_\_\_  
یا قوت کیا تھی اس کے مقابلے میں \_\_\_\_\_ کچھ بھی نہیں \_\_\_\_\_ وہ لازوال حسن آ



ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئیں۔۔۔ ڈرائنگ روم میں شائد احمد کے دوست تھے۔ چائے کا دور چل رہا تھا۔ وہ اپنے کمرے کی جانب ہی بڑھ گئیں۔ لباس پہننے کے بعد وہ کچن میں چل دیں۔۔۔ شرفو۔۔۔ کھانا پکانے میں مصروف تھا شرفو۔۔۔

جی بیگم صاحبہ۔۔۔  
وہ ڈوٹی کو باہر نکالتے ہوئے بولا۔

کوئی مسمان ہیں۔

جی بیگم صاحبہ۔

کون لوگ ہیں۔

وہ حیران ہو گئیں۔

اجی وہ۔۔۔ راسخ میاں نہیں۔۔۔ ان کا اور ان کے ساتھ چند لوگ کھانا ہے۔ شرفو ذہن پر زور ڈالتے ہوئے بولا۔

ارے اچھا اچھا۔۔۔

لیکن مجھے کیوں خبر نہیں۔

وہ اس اچانک دعوت پر حیران رہ گئیں۔

یہ تو نہیں معلوم بیگم صاحبہ۔۔۔

شرفو لا علی کا اظہار کرتے بولا۔

اچھا ذرا احمد کو بھیجیو۔

وہ احمد کے کمرے کی طرف ہی چل دیا۔

چند لمحوں بھی نہ گزرے تھے کہ احمد اندر داخل ہوا۔۔۔

امی آگئیں آپ۔۔۔ میرا تو خیال تھا کہ ہونے والی ہو کے ساتھ ہی

گی آپ۔ وہ مسکراتا ہوا ماں کے گلے میں باہیں حائل کرتا ہوا بولا۔

ارے نہیں بیٹا ایسی تو کوئی بات نہیں۔۔۔ خدا تمہاری عمر دراز کر

میری ہو تو لاکھوں میں ایک ہو گی۔

وہ خوش ہوتے ہوئے بولیں۔

اچھا جی۔۔۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔ ہم تو گئے۔

احمد خود ہنس دیا۔

اچھا یہ دعوت کس سلسلے میں۔

وہ ایک دم یاد آتے بولیں۔

سلسلہ و سلمہ کچھ نہیں۔۔۔ آپ راسخ کی عادت کو تو جانتی ہیں نا۔۔۔

باتوں کا شوہر۔۔۔۔۔

ہاں ہاں۔۔۔

وہ چونک کر بولیں۔

باتوں باتوں میں دعوت کا ذکر چل نکلا۔۔۔ میں نے ہاں کر دی۔۔۔ وہ

راضی ہو گیا۔

بہت پیٹو ہے وہ۔۔۔ وہ بولیں۔

دونوں ماں بیٹا ہنس دیئے۔

اور ہاں۔۔۔ میرے چاند۔۔۔ ہو دیکھ آئی ہوں۔۔۔ یقین جانو۔ چاند کا

نکلا ہے۔ وہ قنوت سے کافی متاثر ہوئی تھیں۔

واہ جی واہ امی جان۔۔۔ آپ تو تعریف کرتے نہیں تھکتی۔

وہ کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

ایسا ہی ہے۔۔۔ تم خود دیکھو تو حیران ہو جاؤ۔۔۔ اس کے سنہری دراز

بال قابل دید ہیں۔ وہ جیسے کھو سی گئیں۔

آ رہا ہوں۔۔۔۔۔

احمد سامنے ملازم کے اشارے پر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

ادھر ادھر سے فارغ ہو کر مسز مارون تو اپنے کمرے میں چلی گئیں۔۔۔ یلین

فارغ ہوتے تیار ہو کر ہسپتال کے لئے تیار ہو گیا۔ خوبصورت ڈنر سوٹ میں  
ملبوس اس کے ہر رنگ نکلتی۔ سرخ و سفید چہرہ نہایت ہی سیڈول ڈیل ڈول قدر  
قامت اور خند و خال جیسے کوئی تاج محل۔ مردانہ وجاہت کی احمد میں ساری  
خوبیاں موجود تھیں۔

خدا حافظ امی جان

وہ کہتا ہوا باہر پورچ میں آگیا۔

خدا تیرا نمکبان

ماں نے کہا۔

سٹیرنگ کی سیٹ پر بیٹھتے ہی وہ ہسپتال چل دیا۔

آج قدرے ترو تازہ محسوس ہو رہا تھا۔ ارد گرد کا ماحول بھی فرحت بخش

لگ رہا تھا۔ سارا دن ہسپتال میں گزارہ۔ یاقوت جلد گھر لوٹ گئی تھی۔

اس کے ہاں دوسرے بچے کی ولادت تھی۔ تعطیل زچگی پر وہ غمگین جانے والی

تھی۔ آج اس نے ایک دو آپریشن بھی کئے تھے۔ شام تک مصروف رہا۔

ایک دم گھڑی کو دیکھ کر چونکا۔ شب کے سات بج چکے تھے۔ وہ فوراً اٹھا

گاڑی ہال روڈ پر چھوڑ دی۔ وہ تیز رفتاری کو پسند کرتا تھا۔ لیکن

ایک دم اس کے ہاتھ بریک پر چلے گئے۔

دو لڑکیاں اس کی گاڑی کے نیچے آتی آتی ہیں۔

دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

خود کشی کرنے کے لئے میری گاڑی رہ گئی ہے۔ محرمات۔

وہ بڑے جوش سے مگر طنزاً "لجے میں بولا۔

ہم سڑک پار کرنا چاہتی تھیں۔ اور آپ کی گاڑی سامنے آگئی۔ لڑکی

بائی دی دے۔ کہاں جاتا ہے آپ نے۔

احمد نے اس دیرانے میں دو نوجوان لڑکیوں کو تنہا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔

شادی سے واپس آرہے ہیں۔ ظاہر ہے اپنے گھر ہی جائیں گے۔

وہ پھر تیزی سے گویا ہوئی۔ دوسری پھر خاموش تھی۔

احمد کو اب دوسری لڑکی کی خاموشی چبھنے لگی تھی۔

یہ مگوئی ہے کیا۔

وہ افسوس ناک لہجے میں بولا۔

جی ہاں۔ بد قسمتی سے۔

اف اللہ۔

اس کے ساتھ ہی خاموش لڑکی نے تیز طرار کے چنگی کاٹ لی۔ تیز طرار لڑکی

طرح اچھی۔

اوہو Very Sad

احمد کو بہت افسوس ہوا۔

اچھا آپ میری گاڑی میں بیٹھ جائیں۔ میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔

مردانہ انداز میں بولا۔

جی۔

تیز طرار لڑکی ایک دم سے پریشان ہو گئی۔

ہاں ہاں۔ میں شریف آدمی ہوں۔ اگر کہیں تو اپنا کارڈ دے دوں۔

وہ جیسے ٹوٹنے لگا۔

نہیں، نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔

وہ تیز طرار لڑکی بولی۔

تو آئیے میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔

بادل خواستہ دونوں بچپل طرف سیٹ پر بیٹھ سیں۔  
احمد نے بغور دیکھا \_\_\_\_\_ واسی قوت حسن میں لاجواب تھی \_\_\_\_\_ ماں

مجھے پہلے چھوڑیے گا \_\_\_\_\_ بس ادھر \_\_\_\_\_ پہلے موڑ پر \_\_\_\_\_ وہ ایک طویل

سڑک پر تیز رفتاری سے گاڑی بھاگتے ہوئے احمد سے بولی۔

جی بہتر \_\_\_\_\_

اور ایک زوردار جھٹکے سے گاڑی پہلے موڑ پر گلی کے کنارے پر رکی۔

اچھا \_\_\_\_\_ قوت \_\_\_\_\_ خدا حافظ \_\_\_\_\_

قوت \_\_\_\_\_ احمد کے کان کھڑے ہو گئے \_\_\_\_\_ مگر وہ انجان بیٹھا رہا۔

خدا حافظ \_\_\_\_\_

قوت نے آہستگی سے کہا۔

اور وہ اپنے گلی کی طرف چل دی \_\_\_\_\_

اس لڑکی کے جانے کے بعد جس کا نام ٹوسیہ تھا \_\_\_\_\_ قوت کچھ خوفزدہ ہو گئی

\_\_\_\_\_ تاریکی بڑھتی جا رہی تھی \_\_\_\_\_ اور اس تنہائی میں ایک نوجوان کا ساتھ \_\_\_\_\_

وہ بہت گھبرا رہی تھی۔

آپ گاڑی شارٹ کیجئے نا \_\_\_\_\_

وہ بڑے دھیمے لہجے میں بولی۔

ارے آپ بول سکتی ہیں \_\_\_\_\_

احمد نے پلٹ کر بغور قوت کے چہرے کی طرف دیکھا \_\_\_\_\_ لیکن چہرہ نظر

نہیں آیا۔

مجبوراً "اسے ہٹن دبا کر لائٹ کرنا پڑی \_\_\_\_\_

کہاں جائیں گی آپ \_\_\_\_\_

قوت نے خوفزدہ لرزاں لرزاں آنکھیں جھپکائیں۔

میں اپنے گھر جاؤں گی \_\_\_\_\_ اور کہاں۔

وہ جھلا اٹھی \_\_\_\_\_

اسی سوچ کے ساتھ احمد نے پلٹ کر قوت کی طرف دیکھا اور بچپل طرف جھکا۔

آپ آگے آجائیں۔

جی نہیں \_\_\_\_\_ شکریہ \_\_\_\_\_ میں ٹھیک ہوں۔

وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

آپ ٹھیک تو ہیں \_\_\_\_\_ لیکن گاڑی کا بیٹلنس درست نہیں۔

وہ مزاحیہ انداز میں بولا۔

لیکن وہ سچ پا ہو گئی۔

آپ گاڑی چلا رہے ہیں یا ٹانگہ \_\_\_\_\_ میں نہیں آؤں گی \_\_\_\_\_

وہ بعقد ہو گئی۔

اچھا \_\_\_\_\_ جیسے آپ کی مرضی \_\_\_\_\_

مجبوراً "احمد کو گاڑی چلانا پڑی۔

تقریباً "دس منٹ کے بعد ایک وسیع و عریض سڑک پر رکتے ہوئے قوت نے

کہا۔

بس رک جائیے \_\_\_\_\_

وہ چونک سی گئی \_\_\_\_\_

اور گاڑی ایک خوبصورت چھوٹے سے مکان کے برآمدے کے قریب رکی \_\_\_\_\_

شفقت میاں مکان نمبر 422 \_\_\_\_\_

وہ بورڈ پر پڑھ کر مطمئن ہو گیا۔

وہ آہستہ سے اتری \_\_\_\_\_ اور گھر کی جانب چل دی۔ جیسے بہت بڑی مصیبت

سہی ہو۔

نہ شکریہ نہ سلام \_\_\_\_\_

وہ ہاتھ ہلا کر خود سے بڑ بڑایا۔

اور گاڑی موڑ لی \_\_\_\_\_

بیٹی اتنی دیر لگا دی۔

زینت بیگم نے کنڈی کھول کر کہا۔

بس امی دیر ہو ہی گئی \_\_\_\_\_ برات تو اب بھی نہیں گئی تھی \_\_\_\_\_ میں اور

ثوبہ تو آگئیں۔

وہ ماں سے بولی۔

اچھا کیا \_\_\_\_\_ رات بھی بہت ہو گئی ہے۔

زینت بیگم واپس پلٹ گئیں \_\_\_\_\_ اور وہ اپنے کمرے کا زینہ چڑھ گئی۔

بہت دن ہو گئے تھے \_\_\_\_\_ وہ سوہنی صورت اس کے حواس پر چھائی ہوئی

تھی۔ وہ ماں سے قوت کا حدود اربعہ معلوم کر چکا تھا \_\_\_\_\_ اور اسے یہ بھی معلوم تھا

کہ وہ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول میں بطور بی ایڈ معلمہ کام کر رہی ہے۔ لیکن اس نے

اپنے آپ کو ظاہر نہ کرنے کی قسم کھائی تھی \_\_\_\_\_ وہ قوت کی محبت میں بری طرح

م گرفتار ہو چکا تھا \_\_\_\_\_ حالانکہ صرف ملاقات چند ٹائپے ہوئی تھی \_\_\_\_\_ اور یہ چند

لمحے اس کی زندگی کا ایک حصہ بن چکے تھے۔ غیر ارادی طور پر وہ گاڑی میں بیٹھا اور

سکول کی جانب گاڑی چھوڑ دی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔

انجانے میں اس نے گاڑی سکول کے گیٹ سے ذرا آگے روک لی اور چھٹی ہونے کا

انتظار کرنے لگا۔

دوپہر کے دو بجے اور بل کی آواز آئی۔ وہ مختصر نظر ارد گرد گھمانے کے انداز

میں گاڑی کے اندر ہی بیٹھ گیا \_\_\_\_\_ بچے نکل گئے تھے \_\_\_\_\_ چند ایک معتبات بھی

اس کے قریب سے گزر گئی تھیں کہ اچانک سفید چادر میں لپٹی وہ پاس سے گزری۔

قوت \_\_\_\_\_

احمد نے بے ساختہ پکارا۔

وہ چونک گئی۔

آپ \_\_\_\_\_ یہاں \_\_\_\_\_ لیکن کیوں۔

وہ ارد گرد دیکھتی ہوئی گھبرا اٹھی۔

آئیے بیٹھے نا \_\_\_\_\_ میں کب سے انتظار کر رہا تھا۔

وہ بڑے عاجزانہ لہجے میں دروازہ کھول کر بولا۔

میں نے آپ کو وقت دیا تھا \_\_\_\_\_ کہ آپ میرا انتظار کریں۔

وہ بڑے سخت لہجے میں بولی۔

کیا کرتی ہیں آپ \_\_\_\_\_ لوگ کیا کہیں گے \_\_\_\_\_ بیٹھے تو سہی \_\_\_\_\_ مجبوری

ہی۔ احمد نے بڑے بے تکلف انداز میں قوت کے ہاتھ سے پرس اور منی منی

ڈائری پکڑ کر اپنے پاس رکھ لی۔

جھنجھلا اٹھی \_\_\_\_\_ لیکن اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ خاموش احمد

ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ جائے۔

پچھلی طرف سے بازو بڑھا کر احمد نے دروازہ بند کر دیا۔

دھڑکتے دل کے ساتھ وہ سکون کے ساتھ بیٹھ گئی \_\_\_\_\_ گاڑی تیز رفتاری سے

ٹ ہوئی اور شرکی چوڑی چمکی کھلی کشادہ سڑک پر دوڑنے لگی \_\_\_\_\_ وہ سہی سہی

ن بیٹھ گئی۔

قوت \_\_\_\_\_

وہ ایک خوبصورت ہوٹل کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے بولا۔

آپ میری خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں \_\_\_\_\_ لیکن میں جان سے

زنت سمجھتی ہوں۔

”شدید غصیلے انداز میں بولی۔

باہر تو آؤ۔۔۔ تمہاری عزت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

احمد نے ہاتھ بڑھایا۔

ہٹے۔۔۔

قوت احمد کے ہاتھ کو جھٹک دیا اور گاڑی سے باہر نکل آئی۔

کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کرنا۔۔۔ میرے دوست کا ہوٹل ہے۔۔۔ لوگ

غلط نہ سمجھ لیں۔

اچھا۔۔۔

نگاہوں میں اقرار کی پرچھائیں دیکھ کر احمد ہنس دیا۔

دونوں ایک کیمین میں چلے گئے۔۔۔ درمیان میں میز تھا اور دونوں آد

سامنے بیٹھ گئے۔

قوت۔۔۔ میں شریف آدمی ہوں۔۔۔ تمہیں یقین کیوں نہیں آتا۔

وہ آگے کو جھک کر بولا۔

میں نے آپ کو شرافت کی سند دینی ہے کیا۔۔۔

وہ روشنی روشنی سی بیٹھی رہی۔

احمد ساری جان سے فدا ہو گیا۔۔۔ وہ اس معصوم حسن پر بری طرح فدا

چکا تھا۔ چند لمحے گزرنے کے بعد دینر چائے مع لوازمات کے لئے آیا۔

آپ چائے بنائیں گی۔

وہ ٹرے کو قوت کی جانب کھسکاتے ہوئے بولا۔

خاموش انداز میں قوت نے ٹرے اپنی طرف کھسکالی۔

سب سے پہلے ایک کپ بنا کر اس نے احمد کے سامنے رکھ دیا۔۔۔ اس

بعد دوسرا کپ خود لے لیا۔

شکریہ۔۔۔ احمد نے ہونٹوں سے کپ لگانے سے پہلے کہا۔

کوئی بات کرو نا۔۔۔

وہ کپ کو واپس میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

میں کیا بات کروں آپ سے۔۔۔ خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔۔۔ میں

نہیں سادھی لڑکی ہوں۔۔۔ ان باتوں سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔۔۔ وہ

آہستہ مگر بڑے جوشیے انداز میں بولی۔

ارے واہ اچھی تقریر کرتی ہیں آپ۔

احمد نے ہنس کر کہا۔

اور قوت نے چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔۔۔ اچھا بھلا پڑھا لکھا آدمی ہے۔۔۔

نہ جانے۔۔۔ وہ خود سے بڑ بڑائی۔

جی کیا کہا آپ نے۔

احمد نے دلکش مسکراہٹ بکھیر دی۔

کچھ نہیں۔۔۔

وہ کھٹ سے کپ پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولی۔

چند سیکنڈ ماحول پر سکون رہا۔۔۔ آخر احمد نے ہی لب کشائی کی۔

کتنی تمخواہ ملتی ہے۔

نصف لیتا چاہتے ہیں۔

وہ جھلا گئی۔

ہنہ۔۔۔ بالکل میں تمہاری نوکری کے ہی خلاف ہوں۔

وہ بڑی محبت سے نیم باز نظر قوت کے روشن چہرے پر ڈالتے ہوئے بولا۔

گھبرا کر قوت نے نظریں نیچی کر لیں۔۔۔ وہ اس تصادم سے تھرا سی گئی تھی۔

ہاں محسوس ہوا جیسے اس کے حواس پر برق سی گری ہو۔۔۔ وہ لرز سی گئی۔۔۔

چلے گھر۔۔۔

وہ منت بھرے انداز میں بولی۔

ایک شرط پر۔

وہ بند ہو گیا۔

جی \_\_\_ شرط \_\_\_ قوت حیران رہ گئی۔

جی ہاں \_\_\_ جب تک آپ میری بات نہیں مانیں گی \_\_\_ میں آپ کو بڑ

چھٹی دلوں کا \_\_\_ وہ بے تکلف ہو گیا۔

جلدی بولیں \_\_\_ کوئی شرط ہے۔

وہ بڑی کوفت محسوس کر رہی تھی۔

بس یہی کہ دوبارہ کب ملو گی \_\_\_

وہ بے تکلف ہو گیا۔

کوئی علم نہیں۔

وہ چہرہ دوسری طرف کرتے ہوئی۔

تو ٹھیک ہے \_\_\_ یہاں سے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وہ کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

قوت بڑی مصیبت میں پھنس گئی \_\_\_ اس نے سوچا چلو وعدہ کرنے لے

خرج ہے۔

اچھا ملوں گی \_\_\_

کب؟

وہ چونکا۔

جب آپ کہیں۔

قوت نے کہا۔

ٹھیک ہے \_\_\_ جہرات کو میں خود تمہیں لینے آؤں گا \_\_\_ سکول کے

\_\_\_

احمد بولا۔

آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں \_\_\_ میری تو شادی ہونے والی ہے۔

قوت کو یاد آ گیا۔

کوئی بات نہیں \_\_\_ شادی تو میری بھی ہونے والی ہے۔

احمد ہنس دیا۔

آپ کو شرم نہیں آتی \_\_\_ غیر لڑکیوں سے ملاقات کا نام لیتے ہوئے \_\_\_

تم اللہ کی اگر علم ہو جائے تاکہ کس بد بخت کے پلے بندھ رہے ہیں آپ کی تو ساری

قلبی کھول دوں \_\_\_ وہ دانت پیس کر بولی۔

ارے نہیں نہیں \_\_\_ وہ خوش بخت ہے \_\_\_ اسے کچھ نہ کہنا \_\_\_

احمد نے قوت کے یا قوتی ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

چلے \_\_\_

چلے سرکار \_\_\_

دونوں ہوٹل کے گیٹ سے باہر نکلے \_\_\_

چار بج رہے تھے \_\_\_

احمد نے قوت کو اس کے گھر کی سڑک پر چھوڑا اور خدا حافظ کہتا ہوا پلٹ گیا۔

دروازہ کھلا تھا \_\_\_

محکم میں صرف شفقت میاں بیٹھے تھے۔

آداب ابو \_\_\_

آگئی \_\_\_ دیر لگا دی بیٹا۔

وہ بولے۔

ہاں ابو \_\_\_ کام تھا \_\_\_ وہ زینہ چڑھتے چڑھتے پلٹی۔

اچھا \_\_\_

شفقت میاں کہنے لگے۔

انی کہاں ہیں \_\_\_

وہ عالی کو ہانک کر کہنے لگا۔

اچھا \_\_\_\_\_ ٹھیک ہے پھر \_\_\_\_\_ تم گھر پر رہنا \_\_\_\_\_  
زینت بیگم نے پر سکون انداز میں کہا۔

کیا مطلب امی □

آج مسز ہارون نے ہم لوگوں کو دعوت دی ہے۔

کھانا \_\_\_\_\_

دعوت بیٹی \_\_\_\_\_ دعوت کی ہے انہوں نے \_\_\_\_\_

زینت بیگم نے اس کی بات کو آسان کر دیا۔

اچھا \_\_\_\_\_

وہ مسکرا دی۔

چنانچہ سب لوگ تیار ہو کر کاشانہ ہارون پہنچ گئے \_\_\_\_\_ فراز اس کی پیروی  
اور یاقوت اس کا شوہر راج اور بھی کئی لوگ اس تقریب میں مدعو کئے گئے تھے  
\_\_\_\_\_ راج جو ہمیشہ سے دولت پرست انسان تھا \_\_\_\_\_ اتنی بڑی کوٹھی \_\_\_\_\_ اعلیٰ  
ہائے کا کھانا دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹ گئیں \_\_\_\_\_ اور اسے قوت کی قسمت پر  
رنگ آنے لگا \_\_\_\_\_ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اتنے امیر کبیر گھرانے میں قوت کی  
بست طے پائے گی \_\_\_\_\_ اندر ہی اندر سے وہ قوت کے اعلیٰ مقدر پر جلتے لگا۔ وہ دل  
سے نہیں چاہتا تھا کہ قوت کو اس سے بہتر شوہر ملے۔ کیونکہ اس سے اس کی توہین  
\_\_\_\_\_ اپنی انا کی تسکین کے لئے وہ یہی پسند کرتا تھا کہ قوت کی شادی اس سے  
\_\_\_\_\_ اور بے حیثیت کے آدمی سے ہو لیکن مقدر کسی کا محتاج نہیں \_\_\_\_\_ نہ خدا پوچھ  
کے نصیب بتاتا ہے۔

شام چار بجے تک دعوت و طعام کا سلسلہ چلتا رہا۔  
ایک دم مسز ہارون کو کچھ یاد آیا۔

دلبری \_\_\_\_\_

انہوں نے ملازمہ کو پکارا۔

ہوں \_\_\_\_\_ عالی کو کسی سپیشلسٹ کو دکھانا ہو گا۔

وہ اپنے کمرے میں چل دی۔

اور شفقت میاں بیٹی کے نقش قدم کو دیکھتے رہے \_\_\_\_\_ اور خدا کے جز  
سجدہ ریز بھی تھے کہ راج سے کہیں اچھا لڑکا انہیں داماد کے روپ میں مل گیا  
\_\_\_\_\_ انہیں امید تھی کہ قوت جیسی ہمدرد اور اچھی خویوں کی مالک بیٹی کو احمد  
ہی بے لوث شوہر چاہئے۔ دونوں باپ بیٹی کے خیالات ایک ہی نوعیت کے تھے۔  
نہ جانے احمد قوت کے ذہن سے کیوں نہیں نکل رہا تھا \_\_\_\_\_ اتنا تو اس  
راج کو بھی نہیں یاد رکھا تھا \_\_\_\_\_ جتنا وہ اسے قدم قدم پر یاد آتا ہے۔ ایک با  
محبت و چاہت میں ڈوبی ہوئی تھی \_\_\_\_\_ اگر میں کہتی ہوں کہ میری شادی ہوئے  
ہے تو اس پر بھی اس نے سنجیدگی سے نوٹس نہیں لیا \_\_\_\_\_ میرا خیال ہے بگڑا ہوا  
نوجوان ہے۔ قوت نے کسی اہم سوچ کے ساتھ کوٹ بدل لی \_\_\_\_\_ بھوک تو کمر  
دور تھی \_\_\_\_\_ لیکن احمد ہر روپ میں اس کے سامنے جلوہ گر تھا۔ ساری رات  
گئی \_\_\_\_\_ وہ کسی طور بھی انجام تک نہ پہنچی \_\_\_\_\_ لیکن اتنا ضرور تھا کہ وہ احمد  
بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی \_\_\_\_\_ اس کی ہر ادا میں شرافت اور سا  
جھلکتی تھی \_\_\_\_\_ یوں لگتا جیسے وہ چکر باز نہیں ہے \_\_\_\_\_ کیوں اس کی ہر  
بات حقیقت پر مبنی تھی \_\_\_\_\_ لیکن وہ اس سے اب ملاقات نہیں کرے گی۔  
جعرات کو سکول ہی نہیں جاؤں گی۔ وہ نہایت پریشانی میں اس سوچ کے لئے تیار  
اور جعرات کو اس نے مکمل چھٹی کر لی۔

بیٹی آج سکول جانے کا ارادہ نہیں۔

زینت بیگم نے اسے چولہے کے پاس بیٹھے بڑے آرام سے چائے پیتے دیکھ

کہا۔

نہیں امی \_\_\_\_\_ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

وہ دراز بالوں کو ایک طرف سیٹھتے ہوئے بولی۔

جی بیگم صاحبہ \_\_\_\_\_  
 دلبری ہاتھ صاف کرتی آگئی۔  
 سب لوگوں نے کھانا کھا لیا \_\_\_\_\_ ڈرائنگ روم میں ادھر ادھر کے  
 والوں نے \_\_\_\_\_  
 جی ہاں بیگم صاحبہ \_\_\_\_\_  
 دیکھنا کوئی شکایت نہ ہو۔  
 وہ مسکرا کر سامنے بیٹھی یا قوت کو دیکھ کر بولیں۔  
 جی نہیں بیگم شکایت کیسی \_\_\_\_\_  
 دلبری نے زینت بیگم کی طرف دیکھا۔  
 بہن شرمندہ تو نہ کریں \_\_\_\_\_  
 زینت بیگم بھی پر تکلف جملے بولنے لگیں۔  
 خدا نہ کرے \_\_\_\_\_ میں آپ کو شرمندہ کروں \_\_\_\_\_ دراصل بات  
 اکیلی جان ہوں \_\_\_\_\_ سمجھ نہیں آتا \_\_\_\_\_ کیا کروں۔  
 مسز ہارون لجاتے ہوئے بولیں۔  
 دلبری جانے کے لئے پلٹی۔  
 ٹھہرو جا کہاں رہی ہو۔  
 دلبری پلٹی \_\_\_\_\_ جی \_\_\_\_\_  
 ایسا کرو \_\_\_\_\_ خانماں کو ساتھ لے جاؤ \_\_\_\_\_ قوت کا کھانا دے آؤ۔  
 جی اچھا \_\_\_\_\_ دلبری پلٹی \_\_\_\_\_ کچن کی طرف چل دی۔  
 بیٹی تم کھانا نکالو \_\_\_\_\_ میں احمد میاں سے کہہ کے گاڑی نکالتی ہوں۔  
 ڈرائیور ہمیں چھوڑ آئے گا۔  
 اچھا \_\_\_\_\_ دلبری الماری میں کھانے والی بڑی ہاٹ کیس اور ٹیفن نکالنے  
 بوڑھا خانماں ڈرائنگ روم کی طرف چل دیا۔  
 صاحب جی \_\_\_\_\_ ذرا باہر آئیے۔  
 وہ احمد کے کان میں کہتا ہوا جھکا \_\_\_\_\_ کیونکہ احمد دوست احباب میں بات  
 کر رہا تھا۔ بوڑھے خانماں کے کہنے پر وہ باہر آگیا۔  
 صاحب جی ڈرائیور کہاں ہے \_\_\_\_\_ قوت بی بی کا کھانا دینے جاتا ہے۔  
 ہوں \_\_\_\_\_ وہ سوچ میں کھو گیا۔  
 بابا \_\_\_\_\_ تم اور دلبری اپنے اپنے کواٹروں میں جاؤ \_\_\_\_\_ قوت بی بی کو کھانا  
 دے آتا ہوں۔  
 جی \_\_\_\_\_ دلبری اور خانماں ایک ساتھ بولے \_\_\_\_\_  
 ہاں \_\_\_\_\_ بابا سمجھا کر نہ تا \_\_\_\_\_  
 احمد نے بوڑھے خانماں کا شانہ دبایا \_\_\_\_\_ بوڑھا ساری بات سمجھ گیا۔  
 ٹھیک ہے \_\_\_\_\_  
 وہ دلبری سے بولا \_\_\_\_\_ آؤ \_\_\_\_\_ اپنے اپنے گھر چلیں \_\_\_\_\_ بیگم صاحبہ کو  
 نہ ہو \_\_\_\_\_ دلبری کی طرف بوڑھے نے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔  
 دلبری \_\_\_\_\_  
 احمد نے جیب سے ایک ہزار کا نوٹ نکالا۔  
 جی صاحب جی \_\_\_\_\_  
 یہ لو \_\_\_\_\_ پانچ پانچ سو لے لینا \_\_\_\_\_ اچھا \_\_\_\_\_  
 اچھا جی \_\_\_\_\_ خدا آپ کی عمر دراز کرے \_\_\_\_\_ اندھے کو کیا چاہئے دو  
 تیس۔ پانچ پانچ سو کے نوٹ لے کر دونوں اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے \_\_\_\_\_  
 اندھے کھانا لے کر سیدھا قوت کے ہاں پہنچا۔  
 آج ملاقات کا بہت اچھا موقع تھا \_\_\_\_\_ سب لوگ تو یہاں آئے ہوئے تھے۔  
 قوت کے اور کوئی نہیں تھا۔ مرت واسطے کے جھولے میں جھولتا گاڑی میں  
 بی بی تیز رفتاری سے قوت کے پاس پہنچ گیا۔



گاڑی کو کھٹاک سے دروازے کے ساتھ روکا اور ساتھ ہی کال بل پر انگلی

دی۔ بلکہ شدید انداز میں انگلی رکھتے رکھتے کئی منٹ گزار دیئے۔

اف توبہ \_\_\_\_\_

بڑے جوش کے ساتھ قوت نے دروازہ کھولا \_\_\_\_\_ اور ہکا بکا رہ گئی۔

یہ لیجئے اپنا کھانا \_\_\_\_\_

وہ بڑا سا ٹیفن قوت کے دونوں ہاتھوں میں رکھ کر خود اندر چلا گیا۔

وہ حیرانی اور سراسیمگی کے عالم میں پلٹ آئی \_\_\_\_\_ ٹیفن اس نے

چارپائی پر رکھ دیا اور خود حیران کن انداز میں احمد سے بولی۔

آپ کہاں سے ٹپک پڑے \_\_\_\_\_ اس کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔

اللہ کی مرضی \_\_\_\_\_ خدا نے بھیجا سو آگیا \_\_\_\_\_

احمد نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب ہے آپ کا \_\_\_\_\_

میں کسی محفوظ کمرے میں جانا چاہتا ہوں \_\_\_\_\_ محترمہ \_\_\_\_\_

احمد بڑے ہی دلکش انداز میں قوت کی طرف جھک کر بولا۔

ڈرائنگ روم میں آجائیں \_\_\_\_\_

وہ ڈرائنگ روم کی طرف جاتے جاتے بولی \_\_\_\_\_ اس کے ساتھ احمد

سے انسانوں سے زیادہ روپیہ پیسے اور دنیاوی آسائشوں کی زیادہ ضرورت تھی۔

قوت حسن و خوبصورتی کے ساتھ وفا کی بھی دیوی تھی \_\_\_\_\_ صرف اسے ایسا

نسان نہیں ملا تھا \_\_\_\_\_ جو اس کی قدر و قیمت جان سکے \_\_\_\_\_ نہ جانے احمد میں

کی کوئی خاص بات ہے جو اس کی چاہت قلب و جگر میں اترتی جا رہی ہے۔

چائے نہیں پلاؤ گی۔

وہ بڑی اپنائیت سے صوفے پر بیٹھتے بولا۔

کہیں نہیں \_\_\_\_\_ میں ابھی لائی۔

وہ ایک دم پلٹی \_\_\_\_\_

احمد نے نہایت بے تکلفی اور اپنائیت سے قوت کے مرمریں ہاتھ کو تھام

چھوڑیئے نا \_\_\_\_\_

وہ کسماتے ہوئے شرم سے دوہری ہو گئی \_\_\_\_\_ لیکن بہر حال احمد کی

یہ ہاتھ میں نے چھوڑنے کے لئے نہیں تھا۔ \_\_\_\_\_

وہ قوت کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر کھڑا ہو گیا۔

چند لمبے قوت سوچ کے بڑے طویل فاصلے طے کر گئی \_\_\_\_\_ اول سے آخر

ارے مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے قلم کی مانند گھومنے لگے۔

قوت \_\_\_\_\_ کیا سوچنے لگی۔

وہ آہستہ سے شوکا مارتے بولا۔

جی \_\_\_\_\_ ہاں \_\_\_\_\_

وہ ایک دم سے چونک گئی \_\_\_\_\_ بہت کوشش کے باوجود ہاتھ چھڑانا چاہا لیکن

باہر۔ کسی سوچ کو اپنے ذہن میں جگہ نہ دو \_\_\_\_\_ میری طرف دیکھو \_\_\_\_\_ احمد

نے پیار کے لازوال جذبے کے تحت قوت کا حسین چہرہ اپنی طرف کیا۔

میں نے آپ کو دیکھا ہے \_\_\_\_\_ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ ہم کس رشتے

ن منسلک ہونے والے ہیں۔ وہ بڑی محبت سے احمد کے قریب ہو گئی \_\_\_\_\_ نہ جانے

لیں احمد کی قربت میں اسے زندگی کی آسودگی کیوں محفوظ ہوئی \_\_\_\_\_ وہ قرار سکون

آنکھ کی قربت میں نہ تھا \_\_\_\_\_ وہ تو جب بھی ملتا تھا دولت کی باتیں کرتا تھا \_\_\_\_\_

ارے نہیں نہیں \_\_\_ دور کرو چائے کو \_\_\_ یہ لمحے بہت مٹ گئے ہیں۔  
جھک کر امجد نے قوت کی کلائی تھام لی۔

دو منٹ کی تو بات تھی۔

وہ احمد کے قریب ہی بیٹھ گئی \_\_\_ وہ اسے اپنا اپنا سا لگتا تھا \_\_\_

تمہارے ساتھ بیٹے ہوئے یہ دو منٹ میری کئی سالوں کی ریاضت سے ہوئے ہیں۔

وہ جھکا \_\_\_ اور بے حد محبت سے اس نے قوت کی سفید روشن پیشانی پر رعبت ثبت کر دی \_\_\_ وہ کسمسا کر خود سپردگی کے عالم میں احمد کے ساتھ ہی پلٹ گیا \_\_\_ اس کا یہ انداز خود سپردگی احمد پر وجد طاری کر گیا \_\_\_ چند لمحے وہ دونوں ایک دوسرے کے سہارے بیٹھے رہے \_\_\_

وہ لوگ تو ابھی نہیں آئے \_\_\_

قوت نے کہا۔

مجھے اب چلنا چاہئے۔

احمد کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

قوت بھی خاموش کھڑی ہو گئی۔

کھانا کھا لینا۔

وہ بڑی چاہت سے بولا۔

کھاؤں گی \_\_\_

وہ ہنس دی۔

اچھا خدا حافظ۔

احمد دروازے سے نکل گیا اور وہ اس کے حسین خیالوں میں کھو گئی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کی زندگی میں راحہ ایک ٹکے سے بھی آگے نہ گئی ہے۔ احمد ایک گراں قدر سرمائے کی طرح اس کی زندگی کا اکاؤنٹ تھا۔ اس کی چاہت جسے وہ جان سے زیادہ عزیز سمجھتی تھی۔

وہ بندھن جو دل کی عبادت گاہوں میں بندھ جائے۔

نہایت چپکے سے \_\_\_ چپ چپاتے \_\_\_ کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ بھی تو خود کو بھی خبر نہیں ہوتی \_\_\_ انسان کسی انجانے بندھن میں بندھ جاتا ہے \_\_\_ اور وہ بندھن جی جان سے عزیز ہوتا ہے۔ یہی کیفیت بالکل قوت کی تھی \_\_\_ اس نے احمد کے خیال کو دل کی پٹریوں میں چھپا لیا تھا۔

احمد \_\_\_ وہ اپنے آپ سے ہمکلام تھی۔ تم میری زندگی ہو \_\_\_ میں نے تم ذمہ احساسات جوڑ کر اس زندگی کو جلا بخشی ہے \_\_\_ وہ گزرتے ہوئے ظالم نے اپنی زندگی میں پیوست نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جو چند گھنٹیاں راحہ کے ساتھ گزریں ایک بھیاںک خواب تھا \_\_\_ جس کی تعبیر بے وفائی کی صورت میں آج اس کے لئے تھی۔ وہ ان سب دل جلا دینے والی باتوں کو بھول جانا چاہتی تھی \_\_\_ اس نے سرائے احمد کے کسی سے واسطہ رکھا ہی نہیں \_\_\_ احمد ہی اس کا سب کچھ ہے \_\_\_ اور تھا۔ ان حسین خیالات کے ساتھ ہی اس نے کوٹ لی تو دروازہ کھلا۔

باقی آجائیں \_\_\_

یا قوت اور راحہ اندر داخل ہوئے \_\_\_

بڑی کراہت سے اس نے منہ سکیڑا \_\_\_ لیکن از راہ مجبوری مسکرا دی۔

آؤ \_\_\_ یا قوت \_\_\_

وہ اٹھتے ہوئے یا قوت کے لئے جگہ بناتے ہوئے۔

یا قوت اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ البتہ راحہ کھڑا رہا۔

راحہ کو بیٹھنے کے لئے نہیں کو مگی باقی \_\_\_

یا قوت نے شوفی سے کہا۔

کیل نہیں \_\_\_ کرسی ہے بیٹھ جائیں۔

وہ انداز لا تعلقی پیدا کرتے ہوئے بولی۔  
 راح آرام کرسی پر براجم ہو گیا۔  
 چائے بناؤں آپ دونوں۔ کہ لئے  
 وہ اٹھتے اٹھتے بولی۔  
 نہیں نہیں چائے کی ضرورت نہیں بس راح نے چہرہ باز  
 کرتا ہیں۔  
 یا قوت نے کہا۔  
 مجھ سے  
 وہ سینے پر ہاتھ رکھتے سے کو کھینچ کر بولی۔  
 راح ابھی تک خاموش تھا قوت گویا کی ساتھ نہ دے رہی تھی۔  
 جی ہاں آپ سے ہی کرتا ہے بات  
 راح ایک دم تیز لہجے میں بولا۔  
 ایسی کون سی بات ہے جو میرے ساتھ کرنا ضروری تھی۔  
 وہ اپنی نشست پر بیٹھ گئی راح اس کے سامنے بیٹھا تھا  
 اس کا وجود زہر لگ رہا تھا۔  
 ہم چاہتے ہیں کہ جو کچھ گزشتہ دنوں ہو گیا اسے فراموش کر دیا جا۔  
 راح مٹی ڈالنا چاہتا تھا۔  
 فراموش تو ہو چکا۔  
 قوت نے کہا۔  
 نہیں ہونا تم ہمارے ساتھ بات نہیں کرتی ہستی بولتے  
 نہیں ہو۔  
 یا قوت نے بلند آواز سے کہا۔  
 اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔  
 وہ جل ہی تو گئی جذبات کا خون ہو گیا ان کے لئے بات ہی  
 کوئی نہیں۔  
 راح نے بغور اس کی طرف دیکھا۔  
 بہت فرق پڑتا ہے ماحول کا الجھاؤ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔  
 راح نے کہا۔  
 آپ لوگ مطمئن رہیں آپ کسی ماحول کی بات نہ کریں اور نہ  
 ہی ماحول الجھا ہوا محسوس کریں۔  
 قوت نے کراہت سے چہرہ پھیر لیا۔  
 اور تم جو نفرت سے منہ پھیر لیتی ہو اس کا کیا مطلب ہے۔  
 یا قوت اپنے شوہر کا راستہ صاف کرنا چاہتی تھی۔  
 تو پھر کیا کروں بتا دیجئے۔  
 وہ سٹ پٹاتے ہوئے بولی۔  
 باجی تم سمجھتی کیوں نہیں ہو ہم چاہتے ہیں گزشتہ تنخیاں بھول کر تم  
 یوں محسوس کرو جیسے کچھ بھی نہیں ہوا  
 یا قوت نے کہا۔  
 ہاں قوت میں تمہارا گناہ گار ہوں اگر تم نے قصہ غم  
 نہ سنا تو کون سنے گا۔  
 راح کافی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔  
 آپ کسی قسم کا غم نہ کریں میرے دل میں کوئی بات نہیں میں  
 بہت خوش ہوں۔ قوت نے مسکرا کر کہا۔  
 (چلو احمد کا صدقہ تم لوگوں کو معاف کیا) وہ دل میں سوچنے لگی۔ واقعی اب  
 اسے کوئی غم نہیں تھا احمد نے اس کی زندگی میں خوشیاں بکھیر دی تھیں۔ وہ  
 خدائی میں مگنلانے لگی تھی۔

\_\_\_\_\_ باجی

یا قوت نے دیکھا وہ کہیں کھو گئی تھی۔

\_\_\_\_\_ ہوں

وہ مسکرا کر بولی۔

اچھا باجی \_\_\_\_\_ اب تمہارا دل صاف ہے نا \_\_\_\_\_

بالکل صاف \_\_\_\_\_ سچ میرا دل آئینے کی طرح صاف ہے \_\_\_\_\_ آپ بھی  
راخ صاحب میرے لئے پریشان ہونا چھوڑ دیجئے \_\_\_\_\_ مجھے کبھی آپ اور نہ آپ  
لوگوں سے متعلقہ کسی قسم کے رد عمل کا خیال تک نہیں آیا۔

وہ بالوں کو پشت کی جانب جھٹک کر حقیقت آمیز انداز میں بولی۔

شکر ہے خدا یا۔

راخ مسکرایا اور یا قوت نے بسن کے ہاتھ تھام لئے اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔  
قوت کچھ کچھ سمجھ چکی تھی۔ راخ خود غرض انسان تھا \_\_\_\_\_ ہو سکتا ہے یہ بھی کسی  
خود پرستی کا پیش خیمہ ہو \_\_\_\_\_ ورنہ راخ ٹوٹ تو سکتا تھا لیکن جھک نہیں سکتا تھا اور  
یہ وہم قوت کا غلط نہیں تھا۔ دونوں میاں بیوی اس بات پر پہنچے کہ احمد سے دوستی  
رکھی جائے۔ وہ زمیندار رئیس آدمی ہے اور اس سے فائدہ بھی پہنچ سکتا ہے \_\_\_\_\_  
اور قوت کی وساطت سے بہت فائدے حاصل ہو سکتے ہیں اور پھر بچوں کے ذریعے  
سے تو ہزاروں کام نکالے جا سکتے تھے۔ ویسے بھی یا قوت ایک بیٹا اور دو بیٹیوں کی ماں  
بن چکی تھی \_\_\_\_\_ ان کی شادی کو چار سال کا عرصہ بیت چکا تھا \_\_\_\_\_ بڑا بیٹا  
تقریباً "چار سال اور مٹھلی بیٹی تین سال کی سب سے چھوٹی بیٹی ایک سال کی تھی۔  
بچوں کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا \_\_\_\_\_ رابعہ بیگم مستقل بیمار رہنے لگیں تھیں \_\_\_\_\_  
اب وہ بچوں کی نگہداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ ایک دن مجبور ہو کر انہوں نے یا قوت  
کو کہہ ہی دیا۔

بیٹی \_\_\_\_\_ بچوں کے لئے کوئی ملازمہ تلاش کرو۔

\_\_\_\_\_ کیوں امی

وہ چونک کر بولی۔

اس لئے کہ ماشاء اللہ تین بچے مجھ سے نہیں سنبھالے جاتے۔

وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

تو مہربی کس مقصد کے لئے ہے۔ اس کا مقصد گھریلو ملازمہ کی طرف تھا۔

یا قوت نے کہا۔

بیٹی مہربی اگر بچے سنبھالے تو گھر کا دوسرا کام نہیں کر سکتی۔

رابعہ بیگم نے صاف گوئی سے کام لیا۔

ٹھیک ہے میں ملازمت چھوڑ دوں گی \_\_\_\_\_ اس منگائی کے دور میں دو دو

ملازمین تو نہیں رکھے جاسکتے \_\_\_\_\_ مہربی چھ سو روپیہ لیتی ہے \_\_\_\_\_ اور بچوں کو

سنبھالنے کے لئے تو - / 1000 روپیہ ماہوار چاہئے \_\_\_\_\_

یہ تمہاری مرضی ہے بیٹی \_\_\_\_\_ مجھ میں اب اتنا دم خم نہیں رہا \_\_\_\_\_ جگر کی

مستقل مریض ہوں \_\_\_\_\_ دو قدم چلوں تو سانس پھول جاتا ہے۔

اچھا امی کر لیں بندوبست \_\_\_\_\_

وہ نہایت جلدے کئے انداز میں چیخ کر بولی۔

کیا پرابلم ہے \_\_\_\_\_ بھئی \_\_\_\_\_ کس بات کی بحث چل رہی ہے \_\_\_\_\_

اندر آتے ایک راخ بولا۔

ماں تو خاموش رہی \_\_\_\_\_

میں نوکری چھوڑ رہی ہوں \_\_\_\_\_

وہ جل کر بولی۔

کیوں؟

راخ نے پہلے ماں کو دیکھا پھر بیوی سے دریافت کیا۔

یہ امی جان سے پوچھئے۔

جاؤں اب بیٹا \_\_\_\_\_ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

اٹھو \_\_\_\_\_ ماں سے معافی مانگو۔

راخ نے یا قوت کو آنکھ کا اشارہ کیا۔

امی جان \_\_\_\_\_ آئیے بیٹھے۔

یا قوت شوہر کی بات مانتے ہوئے ساس کے پاس چل دی۔

جاؤں اب نماز پڑھنی ہے۔

میں چائے بناؤں ہوں پھر آپ جانیں \_\_\_\_\_ ایسے نہیں جانے دوں گی \_\_\_\_\_

یا قوت ماں کو واپس لاتے ہوئی۔

یہاں بیٹھے \_\_\_\_\_ راخ نے ماں کو اپنے پاس پنگ پر بٹھالیا۔

جاؤ تم چائے بناؤ \_\_\_\_\_

وہ یا قوت سے بولا۔

ابھی لائی \_\_\_\_\_ اور یا قوت کچن میں چلی گئی۔

امی برا نہ منائیے گا \_\_\_\_\_ زبان کی تیز ہے \_\_\_\_\_ لیکن دل کی بری نہیں

\_\_\_\_\_ وہ بیوی کی طرف داری کرتے بولا \_\_\_\_\_ مرنا کیا نہ کرتا \_\_\_\_\_ چار پانچ ہزار

روپیہ تنخواہ تھی \_\_\_\_\_ ویسے بھی دوسرے وقت کلیک کھول رکھا تھا \_\_\_\_\_ دس بارہ

ہزار ماہوار کماییتی تھی \_\_\_\_\_ نوٹ چھاپنے والی مشین تھی وہ \_\_\_\_\_ کس طرح نہ

اس سے بھاگے رکھے \_\_\_\_\_ بے شک چند ایک کوتاہیوں پر اسے قوت کو چھوڑنے کا

بہت افسوس تھا \_\_\_\_\_ اور وہ اکثر تنہائی میں کف دست ملتا رہتا تھا \_\_\_\_\_ اور اب

جبکہ احمد سے اس کے رشتہ کی بات چلی تو اس نے احمد کی دوستی میں اس کی دولت

بٹورنا چاہی بے شک ابھی تک وہ صحیح کردار ادا نہیں کر سکا تھا \_\_\_\_\_ وہ کسی موقعہ کی

تلاش میں تھا۔ وہ احمد کی دوستی سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا \_\_\_\_\_ یا وہ قوت کی شادی کا

فخر تھا۔ پھر بے تکلفی بڑھ سکتی تھی \_\_\_\_\_ وہ اکثر تنہائی میں بڑی دور کی سوچیں سوچتا

رہتا تھا \_\_\_\_\_ زمانہ سازی میں اس کا جواب نہ تھا \_\_\_\_\_ یا قوت سے شادی کا مسئلہ

وہ طنز سے رابعہ بیگم کی طرف اشارہ کرتے ہوئی۔

کیا ہوا امی \_\_\_\_\_

راخ نرم لہجے میں بولا۔

بیٹے میں نے تو کوئی بری بات نہیں کی \_\_\_\_\_ صرف اتنا کہہ رہی تھی کہ اب

بچے مجھ سے نہیں سنبھالے جاتے \_\_\_\_\_ مہربانی گھر کا کام کرتی ہے \_\_\_\_\_

یہ تو کوئی پریشانی کی بات نہیں \_\_\_\_\_

وہ مسکرا کر بیوی کی جانب دیکھنے لگا۔

رکھ لیں کوئی ہزار روپیہ پر ملازمہ \_\_\_\_\_ ورنہ میں نوکری چھوڑ دوں گی \_\_\_\_\_

یا قوت ایک دم کھڑی ہو گئی \_\_\_\_\_ جیسے لڑنے مارنے پر تلی ہو \_\_\_\_\_ تو کوئی بات

نہیں \_\_\_\_\_ ملازمہ رکھ لیں گے \_\_\_\_\_ بلکہ اچھی ملازمہ \_\_\_\_\_ پڑھی لکھی

\_\_\_\_\_ وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

جی \_\_\_\_\_ پڑھی لکھی \_\_\_\_\_

ہاں \_\_\_\_\_ یا قوت تمہیں نوکری چھوڑنے کی ضرورت نہیں \_\_\_\_\_ آخر احمد

تمہارا ہونے والا بہنوئی ہے \_\_\_\_\_ اس کی نوکروں کی فوج کس کام آئے گی \_\_\_\_\_

ان میں کوئی عورت بھی تو ہوگی \_\_\_\_\_ ہزار نہ لے گی آٹھ سو روپیہ بھی نہ مانے گی

\_\_\_\_\_ رابعہ بیگم خاموش نکلے جا رہی تھیں۔

ارے واقعی \_\_\_\_\_ راخ \_\_\_\_\_ آپ درست کہہ رہے ہیں \_\_\_\_\_ پھینکو ہاتھ

\_\_\_\_\_ ٹھیک ہے یا قوت نے ہاتھ پھینکا \_\_\_\_\_ اس کے ساتھ ایک قند بلند ہوا \_\_\_\_\_

\_\_\_\_\_ Very Good

یا قوت نے کہا۔

امی جان \_\_\_\_\_

رابعہ بیگم کو جاتے جاتے دیکھ کر راخ نے پکارا۔

بھی صرف یہی تھا کہ ایک منظر کی تنخواہ رسوں خواہ سے دو نام اس نے  
اس نے قوت پر یاقوت کو ترجیح دی شادی ہوتے ہی بچے ہو گئے درنہ شاکر چہ  
تلفیوں میں معاملہ صاف ہو جاتا

ماں خاموش بیٹھی تھی وہ چائے لے کر آگئی تھی  
راخ نے درمیان پر رٹے پکڑ کر رکھ لی  
پہلے امی کے لئے بناؤ

یاقوت نے ایک کپ ماں کو دوسرا راخ کو پیش کیا اور تیسرا خود لئے کر بیٹھ گئی  
ایک پلیٹ میں تازہ میٹھ رکھے تھے  
لیجئے امی

راخ نے ماں کی پلیٹ میں ایک میٹھ رکھ دیا۔

رابعہ بیگم چائے پینے کے بعد اٹھ گئیں۔

ماں کے جاتے ہی اس نے یاقوت سے کہا۔

ماں کے ساتھ اس قدر تلخ رویہ مجھے پسند نہیں ہے۔

میں نے تو امی کو کچھ نہیں کہا۔

وہ صفائی پیش کرتے بولی۔

ٹھیک ہے لیکن اس قدر بلند آواز سے بولتے تو میں نے سن لیا تھا

وہ ماں ہے اس کا احترام ہم سب پر واجب ہے آئندہ ایسا

مت کرنا ٹھیک ہے

وہ آہستہ سے چائے پینے لگی

کچھ دیر پہلے جو تنگی تھی وہ ختم ہو گئی

بست دن ہو گئے امی کے ہاں نہ چلیں۔

ضرور

راخ نے کہا۔

چنانچہ بچوں کو لئے ماں سے اجازت لے کر سب زینت بیگم کے ہاں چل  
دیئے۔ شفقت میاں اب زیادہ ہی بیمار رہنے لگے تھے۔ اکثر صاحب فراش رہتے  
زیادہ اٹھنا بیٹھنا ان کے لئے دوا بھر تھا۔

ایک دم بچوں نے بلہ بول دیا۔

زینت بیگم صحن میں کھڑی تھیں۔

ارے میرے لاڈلے آگئے میری چندا زینت بیگم نے یاقوت کی  
بچی چندا کو ساتھ لگا لیا اور لڑکا عمران شفقت میاں کے پاس چلا گیا۔ ان کی  
آوازیں سن کر قوت بھی اتر آئی جیسے آسمان سے اتری حور۔ سیاہ پر ٹنڈ  
لباس میں وہ انتہائی جاذب نظر لگ رہی تھی۔ سرے بال کھلے تھے۔ راخ دیکھتا  
رہ گیا۔

یاقوت نے دیکھا وہ ہمیشہ کی طرح آج پھر قوت کے حسن میں کھویا ہوا  
تھا آئیے ابو کو مل لیں۔ یاقوت نے راخ کو چونکا دیا۔  
چلو اور قوت ان کے لئے چائے کا بندوبست کرنے لگی۔

اسی وجہ سے میری جان \_\_\_\_\_ میں نے ملازموں کو بھی ہدایت دے رکھی تھی  
کہ جو بھی فون آئے یا کوئی احمد کا پوچھے \_\_\_\_\_ یہی کو کراچی گیا ہوا ہے۔

احمد ماں کی بات پر ہنس دیا۔

ای ایک شخص کی کمی بہت محسوس ہو رہی ہے۔

وہ کون بیٹے \_\_\_\_\_

آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔

احمد اٹھتے ہوئے بولا \_\_\_\_\_ لیکن نقاہت کے باعث پھر لیٹ گیا۔

وہ کون بیٹے \_\_\_\_\_ تم بتاؤ تو سہی میرے بچے \_\_\_\_\_

وہ احمد کو شانوں سے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے بولیں۔

اگر قوت آجائے نا کسی طرح \_\_\_\_\_ نہ جانے اس کو خبر ہے کہ نہیں \_\_\_\_\_

احمد کے انداز میں حد درجہ مایوسیت اور خواہش دیدار محسوس کرتے مسز بارون تڑپ  
اٹیں۔

میرے بچے \_\_\_\_\_ وہ تمہاری متغیر ہے \_\_\_\_\_ تم نے پہلے کیوں نہیں بلایا \_\_\_\_\_

مسز بارون کے لہجے میں پچھتاوا جھلک رہا تھا۔

ای \_\_\_\_\_ کچھ تو بڑی شرم محسوس ہوتی ہے \_\_\_\_\_ کچھ میں جھجھک گیا تھا  
آپ سے \_\_\_\_\_ وہ زبان دباتے ہوئے بولا۔

اچھا \_\_\_\_\_ میں فون کرتی ہوں \_\_\_\_\_

مسز بارون نے کلاک کی طرف دیکھا۔

ایک بج رہا ہے \_\_\_\_\_ چھٹی کا وقت تو نہیں۔

مسز بارون نے کہا۔

کس وقت چھٹی ہو جاتی ہے \_\_\_\_\_ قدر کو بھیجیں \_\_\_\_\_ گاڑی میں لے

آج جمعرات تھی \_\_\_\_\_ بچوں کے سالانہ پرچے ہو رہے تھے \_\_\_\_\_ مارچ

دکھل دوپہر تھی \_\_\_\_\_ سیاہ بدلیاں چاروں جانب اٹدی ہوئی تھیں \_\_\_\_\_ ٹھنڈی

حزین کو چھیڑتی ہوئی پھولوں سے مس ہوتی معطر ہوا چل رہی تھی۔ کھلا کھلا اور فرد

بخش ماحول تھا \_\_\_\_\_ تقریباً "سردی بھاگ گئی تھی \_\_\_\_\_ اس کی جگہ ڈھیلے ڈھالے

لباس نے لے لی تھی \_\_\_\_\_ وہ بھی پورے بارہ بجے سکول سے نکلی \_\_\_\_\_ ہمیشہ

طرح وعدے کے مطابق احمد کی گاڑی کہیں نظر نہ آئی \_\_\_\_\_ وہ سوچتی ہوئی گھر تک

پہنچ گئی۔ لیکن دوسرے دن \_\_\_\_\_ تیسرے دن \_\_\_\_\_ اور پھر چوتھے دن \_\_\_\_\_ اس

کوئی ٹیلی فون اور نہ اس کی اطلاع \_\_\_\_\_ ورنہ احمد \_\_\_\_\_ وہ تو ایک دن بھی مبرا۔

نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ جب تک قوت کو دیکھ نہ لے یا اس کی ٹیلی فون میں آواز نہ

لے \_\_\_\_\_ یا قوت کے گھر اس نے جانا نہیں تھا \_\_\_\_\_ اور وہ دونوں بھی کئی دنوں

شہر سے باہر تفریح کے لئے گئے ہوئے تھے \_\_\_\_\_ اسی سوچ و بچار میں ایک ہفتہ گز

گیا \_\_\_\_\_ احمد کی اسے کوئی اطلاع نہیں مل رہی تھی \_\_\_\_\_ یا الٹی وہ خود سے کچ

معلوم کرے \_\_\_\_\_ شرم و حجاب کی زنجیر اس کے قدموں میں پڑی تھی۔ وہ رواج

کے بند سلاسل میں بند تھی \_\_\_\_\_ بڑی بے چینی اور اضطراب میں دن گزر رہا

تھے۔ اگر وہ مضطرب تھی تو احمد کو سکون کب تھا۔

ایک ہفتہ شدید بخار اور شدید سردی کے بعد جب اسے کچھ سکون و آفاقہ ملا

اس نے بہت سوچ بچار کے ماں سے بات کی۔

ای ایک درخواست تھی آپ سے۔

کیا بات میرے بچے \_\_\_\_\_ ویسے تمہارے کہنے کے مطابق میں نے کس

نہیں بتایا کہ تم بیمار ہو \_\_\_\_\_

بہت اچھا کیا آپ نے \_\_\_\_\_ بیمار پرسی کرنے والے میرا سکون لوٹ لینے

آئے اسے \_\_\_\_\_ وہ بڑا بیتاب نظر آ رہا تھا۔

نہ جانے کیوں احمد کی کوئی خواہش وہ رد نہیں کر سکتی تھیں۔

تم آرام کرو \_\_\_\_\_ میں بھیجتی ہوں \_\_\_\_\_

وہ کمرے سے نکل گئیں۔

گلشن \_\_\_\_\_

جی ماکنن \_\_\_\_\_

ملازمہ قریب آگئی۔

دیکھو \_\_\_\_\_ قدیر کہاں ہے \_\_\_\_\_ اگر ملے تو فوراً "بھیجو۔

جی بہت بہتر \_\_\_\_\_

گلشن بھاگنے کے انداز میں گراج میں پہنچ گئی \_\_\_\_\_ جہاں قدیر گاڑ

صفائی کر رہا تھا۔

قد \_\_\_\_\_ قدیر \_\_\_\_\_ وہ ہانپتے ہوئے بولی۔

ارے کیا ہے \_\_\_\_\_ سیلاب آگیا \_\_\_\_\_

نہیں نہیں \_\_\_\_\_ بیگم صاحبہ جلدی بلا رہی ہیں تمہیں \_\_\_\_\_ سیلاب

آیا۔

وہ سادگی سے سانس درست کرتے بولی \_\_\_\_\_ اور ہنس بھی دی۔

چل آیا \_\_\_\_\_

قدیر گلشن کے ساتھ ہی ان کے کمرے میں پہنچ گیا۔

جی ماکنن \_\_\_\_\_

قدیر نے کہا۔

قوت بی بی کے سکول کا پتہ ہے تمہیں \_\_\_\_\_

ہاں جی \_\_\_\_\_ بھلا وہ بھول تھوڑی سکتا ہے۔

قدیر نے ایک لمحے کے لئے دیکھا \_\_\_\_\_ ایک دن میں احمد بابو کے ساتھ

اچھا \_\_\_\_\_ ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ یہ لورقہ \_\_\_\_\_ اسے دینا \_\_\_\_\_ اور فوراً "گاڑی

بنا کر لے آنا۔

بہت بہتر ماکنن۔

قدیر نے مودب انداز میں رقعہ پکڑا اور گیٹ کی جانب چل دیا۔

معلوم نہیں امی وہ آئے یا نہ آئے \_\_\_\_\_

احمد نے کہا۔

کیوں نہیں آئے گی بیٹے \_\_\_\_\_ وہ تیری ہونے والی بیوی ہے \_\_\_\_\_

اس کو شرم نے مار لیا ہے اماں \_\_\_\_\_

وہ خود سے بولا جیسے وہ تصور میں کھڑی ہو۔

شرم تو مشرقی عورت کا زیور ہے \_\_\_\_\_ بے حجاب عورت کس کام کی۔

سزادون بہت خوش تھیں قوت سے۔ پھر انہیں بیٹے کی خوشی چاہئے تھی۔

اچھا بیٹے \_\_\_\_\_ تم لیٹو \_\_\_\_\_ میں ابھی آئی \_\_\_\_\_

ٹھیک ہے امی \_\_\_\_\_

وہ خوبصورت ایرانی گاؤں تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا \_\_\_\_\_ آنکھیں موند لیں

سر کو ہلکے کے پشت پر ٹکا دیا۔ چند لمحے اس نے محسوس کیا جیسے وہ خواب دیکھ

\_\_\_\_\_ ماں کی آواز نے حقیقت کا روپ دھار لیا۔

ماں کہہ رہی تھی۔

آؤ آجاؤ \_\_\_\_\_ شاباش \_\_\_\_\_ آؤ میری بچی \_\_\_\_\_ وہ ڈری سہمی خوفزدہ قوت کو

کے کمرے میں لے آئیں۔

احمد نے آنکھیں کھولیں \_\_\_\_\_ گوہر مقصود کو اپنے قریب دیکھ کر جیسے صدیوں

نہ بچھ گئی \_\_\_\_\_

\_\_\_\_\_ آگئی تم \_\_\_\_\_ قوت \_\_\_\_\_



وہ چوبک کر بولا۔

جی \_\_\_\_\_ آپ \_\_\_\_\_ وہ آگے بات نہ کر سکی \_\_\_\_\_ جیسے گویائی سلب۔

ہو۔

وہ سہمی سہمی سی احمد کے قریب پہنچی کرسی پر بیٹھ گئی۔

بٹی تیرا اپنا گھر ہے \_\_\_\_\_ بلکہ تو ماکن ہے اس گھر کی۔

مسز ہارون نے قوت کی پیشانی چوم لی۔

وہ بھی مسکرا کر مسز ہارون سے لپٹ گئی۔

اچھا تم لوگ بیٹھو \_\_\_\_\_ میں باورچی کو چائے کا کمرہ کر آتی ہوں۔

ای شامی کباب بھی \_\_\_\_\_ قوت کو بہت پسند ہیں۔

ہاں بیٹے \_\_\_\_\_

وہ کمرے سے نکل گئیں۔

آپ کو کیسے معلوم کہ مجھے شامی کباب پسند ہیں۔

قوت نے بغور احمد کے چہرے کو دیکھا۔

مجھے معلوم ہے \_\_\_\_\_ کیونکہ جب بھی تمہارے ہاں دعوت کھائی شام

ہوتے تھے۔

\_\_\_\_\_ ہوں

وہ منہ نیچا کئے ہوں پر زور دے کر بولی۔

وہ تھکے تھکے انداز میں پھر پٹنگ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

سر دبا دوں \_\_\_\_\_

وہ پریشان سی احمد کے قریب ہی بیٹھ گئی \_\_\_\_\_ اور اپنے نرم نرم ہاتھ

دبانے لگی۔

وہ سکون جس سے صدیوں ترستا رہا \_\_\_\_\_ آج نصیب ہوا تھا۔

نیند آگئی ہے۔

وہ جھک کر بولی۔

جب تم پاس ہو تو کس کافر کو نیند نہ آئے گی۔

وہ خواب آگئیں آنکھیں کھول کر بولا۔

چوڑیئے جی۔

وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

قوت \_\_\_\_\_

احمد نے اس کے ہاتھ کو تھامتے ہوئے کہا۔

جی \_\_\_\_\_

میرے ساتھ چلو گی نا \_\_\_\_\_

کہاں؟

ذلت کے طویل راستے پر \_\_\_\_\_ تمہارے بغیر میرا سفر مکمل نہیں ہو گا۔

احمد نے محبت پاش نظریں قوت کے گلابی عارضوں پر ڈالیں \_\_\_\_\_ اور اس

تھ کی پشت کو چوم لیا اور وہ لرز گئی \_\_\_\_\_

قوت تم میری بے قرار بے سکون زندگی میں پرسکون لمحے لے کر آئی ہو۔

قوت نے بغور دیکھا۔ وہ کس قدر کمزور اور لاغر نظر آ رہا تھا۔

احمد \_\_\_\_\_ آپ ٹھیک نہیں ہیں \_\_\_\_\_ سیدھے لیٹ جائیئے نا \_\_\_\_\_ وہ

انگریز درست کرتے بولی۔

تم میرے پاس رہو گی تو میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔

احمد کا انداز پیار کی شدت سے مغلوب تھا۔

میں کیسے رہ سکتی ہوں آپ کے ساتھ۔

قوت نے مسکرا کر کہا۔

کیوں \_\_\_\_\_ کیوں نہیں رہ سکتی \_\_\_\_\_ میں تمہیں چھین کے لے آؤں گا

وہ جذباتی ہو گیا۔

بس بس \_\_\_\_\_ غصہ نہ کیجئے \_\_\_\_\_ میں تو آپ کی ہی ہوں۔  
 چچ کہنے میں اس نے کوئی عار نہ سمجھا۔  
 احمد ساری جان سے فریفتہ ہو گیا۔  
 دروازے پر دستک ہوئی۔  
 آجلو \_\_\_\_\_  
 احمد نے کہا۔  
 اس کی اجازت سے ملازم کمرے میں داخل ہوا۔  
 جناب کھانا تیار ہے \_\_\_\_\_ میز پر لگا دوں یا \_\_\_\_\_  
 بیس لے آؤ \_\_\_\_\_  
 احمد نے یا کے بعد بات کو کاٹ دیا۔  
 بہتر۔۔۔۔۔  
 ملازم گیا اور چند لمحوں کے بعد ٹرالی میں کھانا بڑے اہتمام کے ساتھ  
 سوپ اور دلیہ دیکھ کر قنوت نے اندازہ لگا لیا کہ یہ احمد کے لئے ہے۔  
 تم جاؤ \_\_\_\_\_  
 احمد نے ملازم کو کہا۔  
 کھاؤ \_\_\_\_\_ قنوت \_\_\_\_\_ میرا خیال ہے امی نے تمہاری پسند کا ضرور  
 رکھا ہو گا۔  
 وہ ہنس دی \_\_\_\_\_ میں تو سب کچھ کھا لیتی ہوں۔  
 ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ یہ سب کچھ کھانا پڑے گا۔  
 Oh My God (او مائے گاڈ) یہ سب کچھ میں \_\_\_\_\_  
 وہ حیرت زدہ ہو سی ہو گئی۔  
 ہاں ہاں کیوں نہیں \_\_\_\_\_ سب کچھ تمہارا ہے۔  
 احمد نے بغور قنوت کے چہرے کو دیکھا۔  
 اور وہ ہنس دی۔  
 پہلے آپ \_\_\_\_\_  
 وہ ٹیکین احمد کے سینے پر رکھتے ہوئے بولی \_\_\_\_\_ اور دوسری طرف پلیٹ میں  
 بلیہ ڈالنے لگی۔  
 قنوت تم لوٹا \_\_\_\_\_ میں بعد میں کھالوں گا \_\_\_\_\_  
 وہ ٹیکین ہٹاتے ہوئے بولا۔  
 کیا کرتے ہیں آپ \_\_\_\_\_  
 وہ دوبارہ ٹیکین پکڑتے ہوئے بولی۔  
 پھر ایک شرط پر۔  
 احمد نے قنوت کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر دباتے ہوئے کہا۔  
 کوئی شرط \_\_\_\_\_  
 وہ فراخ دلانہ انداز میں بولی۔  
 اسی طرح ہر روز کھانا پڑے گا۔  
 ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ ارے نہیں نہیں \_\_\_\_\_ ہر روز نہیں میں آ سکتی \_\_\_\_\_ وہ  
 دم سے بول پڑی۔  
 آنا پڑے گا نہیں \_\_\_\_\_ میرے لئے \_\_\_\_\_ اپنے مریض کے لئے \_\_\_\_\_ احمد  
 انداز میں التجا تھی \_\_\_\_\_  
 خدا نہ کرے کہ آپ مریض ہوں \_\_\_\_\_ خدا شفا بھی دے گا \_\_\_\_\_  
 وہ بڑی چاہت سے دلیہ کا چمچ احمد کے منہ میں ڈالنے لگی۔  
 آج تو یوں لگ رہا ہے کہ جیسے مجھے کوئی بیماری نہیں \_\_\_\_\_ میں ہمیشہ  
 رست و توانا ہوں \_\_\_\_\_  
 وہ بڑے اداس لہجے میں بولا۔  
 تو آپ تندرست و توانا ہیں نا \_\_\_\_\_ کون کتنا ہے کہ آپ مریض ہیں \_\_\_\_\_

قنوت نے رومال سے احمد کا منہ صاف کیا۔۔۔۔۔ اور یہ جو ہر روز یا ہفتے عرصے کی مری۔

کا درد ہے۔۔۔۔۔ یہ جان لے لے گا میری۔۔۔۔۔ وہ جیسے اس درد سے بیزار ہو۔

آرام آجائے گا بابا۔۔۔۔۔ آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ صرف

کمزوری ہے۔

وہ محبت سے احمد کے گھٹکریا لے بالوں سے کھینچنے لگی۔

تمہارے بال بھی تو بہت خوبصورت ہیں۔

قنوت کی وہ دراز چوٹی اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر بولا۔

بس۔۔۔۔۔ اب پیٹ میں گنجائش نہیں ہے۔۔۔۔۔ تم کھاؤ۔

احمد نے قنوت کے ہاتھ کو روک لیا۔

پانی پیجئے۔

وہ پانی کا گلاس پکڑاتے بولی۔

شکریہ۔

احمد نے پانی پی کر گلاس واپس میز پر رکھ دیا۔

تم کھاؤ۔۔۔۔۔ میرا خیال کھانا گرم ہونا چاہئے۔

وہ ملازم کو آواز دینے لگا۔

نہیں نہیں گرم ہے کھانا۔۔۔۔۔ رہنے دیجئے۔۔۔۔۔ احمد۔۔۔۔۔ وہ پلیٹ:

سالن نکالتے بولی۔

نن سے کلاک نے شام کے چار بجائے۔

چار بج گئے۔

چار بج گئے۔

وہ بھی چونکی۔۔۔۔۔ چار۔

کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ ڈرائیور چھوڑ آئے گا نا۔

احمد کی جیسے جان پر بن آئی۔ اس نے جانے کا نام کیا لیا۔ احمد کے حواس

قنوت۔۔۔۔۔

وہ پکارا۔۔۔۔۔ جیسے بہت دور سے۔۔۔۔۔ کسی پہاڑ کی کھوہ سے۔

جی۔۔۔۔۔ وہ پلیٹ ایک طرف کر کے بولی۔

ایسی بات نہیں ہو سکتی کہ تم نہ جاؤ۔۔۔۔۔ میرے پاس ہی رہو۔

احمد کا لہجہ محبت آمیز تھا۔

ابھی نہیں۔۔۔۔۔ خدا وقت لے ہی آئے گا۔

قنوت نے دلا سا دیا۔

وہ سیدھا لیٹ گیا۔۔۔۔۔ قنوت کو بھیجنے کے لئے اس کا دل نہ چاہ رہا تھا۔ وقت

گزر رہا تھا۔۔۔۔۔ کلاک کی سوئی آگے سے آگے کھسکتی جا رہی تھی۔

مجھ سے تمہاری یہ رخصتی برداشت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔

واقعی احمد کی آواز لرز رہی تھی۔

قنوت نے ہاتھ صاف کر کے ٹالی پر سے کھینٹ دی۔

میں کل آنے کی کوشش کروں گی۔

وہ کپڑے سے احمد کا چہرہ صاف کرتی بولی۔

کل آؤ گی نا۔

اس کے انداز میں التجا تھی۔

کچھ کہہ نہیں سکتی۔

وہ جان بوجھ کے سادہ الفاظ میں بولی۔

دل جلائے والی باتیں تو نہ کرو۔

وہ سیدھا ہو گیا۔

ٹھیک ہے احمد۔۔۔۔۔ میں روز کیسے آؤں۔۔۔۔۔ لوگ کیا کہیں گے۔

وہ تو ازل سے ہی دنیا سے خوفزدہ تھی۔

لوگوں کی بات نہ کرو \_\_\_\_\_ اپنی بات کرو \_\_\_\_\_ ڈرائیور تمہیں کب لے جائے \_\_\_\_\_ جی نہیں سرکار \_\_\_\_\_ میں ملازمت کرتی ہوں \_\_\_\_\_ ہر روز گاڑی پر نہیں کر سکتی وہ دلربائی کے ساتھ احمد کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

میرا جان \_\_\_\_\_ مجھے تیرے قرب میں جو سکون ملتا ہے \_\_\_\_\_ وہ کیسے نہیں \_\_\_\_\_ تو میرے دیران نگر میں آبادی کا باعث ہے \_\_\_\_\_ میں تمہیں دل و جاہ سے چاہتا ہوں۔ میری محبت میں دنیاوی کسی چیز کا گزر نہیں ہے \_\_\_\_\_ مجھے مرزہ تمہاری ضرورت ہے۔ صرف تمہاری۔

احمد نے نہایت عقیدت کے ساتھ قنوت کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا \_\_\_\_\_ نگاہوں میں حد درجہ التجا سمٹ آئی \_\_\_\_\_ جیسے وہ صدیوں پیاسا ہو \_\_\_\_\_ احمد \_\_\_\_\_ میں آپ سے وابستہ ہوں \_\_\_\_\_ میرا جینا مرنا آپ کے ساتھ ہے \_\_\_\_\_ آپ کے بغیر میری زیست کا ایک لمحہ بھی فضول ہے \_\_\_\_\_ اس کے ساتھ ہی اور شہید محبت کے ساتھ اس نے جھک کر احمد کے ہاتھوں کی پشت چوم لی \_\_\_\_\_ اور ایک کمرے سے نکل گئی۔

وہ مدہوش آنکھیں موندے لینا رہا۔  
چند منٹ گزرے تو مسز ہارون داخل ہوئیں \_\_\_\_\_  
ارے \_\_\_\_\_ قنوت چلی گئی \_\_\_\_\_ وہ حیرانی سے بولیں۔  
ہاں اسی \_\_\_\_\_  
وہ جیسے نیند سے بیدار ہوا ہو۔  
اچھا \_\_\_\_\_  
وہ صرف اتنا ہی کہہ سکیں \_\_\_\_\_  
دیر بہت ہو چکی تھی \_\_\_\_\_ میں نے خود ہی اسے جانے دیا \_\_\_\_\_ خیال تھا کہ ملازمین میں اس بات کا چرچا نہ ہو کہ اگر وہ آپ کے کمرے میں ملے جاتی \_\_\_\_\_ احمد نے درست خیال کیا تھا۔

ہاں بیٹے بات تو تمہاری درست ہے \_\_\_\_\_ ہمارے ملازمین ایسے بھی گئے مزرے نہیں کہ معمولی معمولی باتیں لوگوں تک پہنچاتے پھریں گے۔  
وہ خاموش رہا \_\_\_\_\_  
تم بتاؤ \_\_\_\_\_ تمہاری طبیعت کیسی ہے \_\_\_\_\_ میرے بچے مجھے تو تمہاری بہت فکر ہے۔ نہ جانے کیوں تمہاری تکلیف دیکھ کر دل کو کیا ہو جاتا ہے۔  
وہ نہایت افسردہ لہجے میں بولیں۔  
اب تو میں ٹھیک ہوں ماں \_\_\_\_\_  
وہ مسکراتا ہوا بولا۔  
آپ نے ان لوگوں سے شادی کی تاریخ نہیں مانگی \_\_\_\_\_  
احمد کو جیسے کچھ یاد آگیا۔  
ہاں بیٹے میں نے کہا تھا \_\_\_\_\_  
پھر انہوں نے کیا کہا۔  
احمد ہمہ تن گوش ہو گیا۔

بھائی شفقت میاں نے کہا ہے کہ ہم کوئی بہت دولت مند لوگ نہیں \_\_\_\_\_  
چند چیزیں قنوت کی بن جائیں تو بات کریں گے۔  
وہ بولیں \_\_\_\_\_ ان کو بھی یہ بات پسند نہ تھی۔  
ہمیں چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر وہ لوگ کیوں اصرار کرتے ہیں۔  
احمد کا لہجہ ناگوار سا تھا۔

بیٹا \_\_\_\_\_ میں نے کئی مرتبہ یہی کہا ہے \_\_\_\_\_ لیکن وہ نہیں مانتے \_\_\_\_\_  
تمہاری ہسپتال سے چھٹیاں ہیں \_\_\_\_\_ ورنہ یا قنوت سے بات کر لیتے \_\_\_\_\_  
وہ تو فون کے ذریعے کر لوں گا \_\_\_\_\_ یہ چیز کا مسئلہ ختم ہونا چاہئے۔  
خیر تم ذہن پر زور نہ دو \_\_\_\_\_ میں پھر ان سے ایک مرتبہ بات کروں گی۔  
وہ خاموش ہو گیا اور وہ باہر چلی گئیں۔

اچھا احمد بھائی \_\_\_\_\_ ایسے ہیں آپ۔

خدا کا شکر ہے \_\_\_\_\_ اللہ کا فضل ہے۔

میں جاوید بول رہا ہوں \_\_\_\_\_ آپ کا ماموں زاد۔

دوسری طرف جاوید نے کہا۔

تمہاری آواز کون نہیں پہچان سکتا \_\_\_\_\_ سناؤ ممانی جان کا کیا حال ہے۔

احمد نے کہا۔

یہ سب حالات آپ کو معلوم ہو جائیں گے \_\_\_\_\_ کل چار بجے ایئرپورٹ پر آجائے گا۔

اچھا \_\_\_\_\_ کیا اسلام آباد کا موسم پسند نہیں \_\_\_\_\_

احمد نے چوٹ کی۔

دوسری طرف زبردست قہقہے کی آواز آئی۔

میں انشاء اللہ کل ایئرپورٹ پہنچ جاؤں گا \_\_\_\_\_ اور اب بات کرو امی سے احمد نے ریسیور ماں کو پکڑا دیا۔

وہ چند لمحے باتیں کرتی رہیں \_\_\_\_\_ پھر بڑے مسرت بھرے انداز میں سب کو آنے کی دعوت دی اور ریسیور رکھ دیا۔

لو بیٹا \_\_\_\_\_ اب تمہارا دل بہل جائے گا \_\_\_\_\_ وہ بھائی کی اولاد کی آمد پر بڑی خوش تھیں۔

لیکن احمد جل کے خاک ہو گیا۔ وہ قوت کی خاطر کسی کا وجود اپنے پاس پسند ہی نہیں کرتا تھا \_\_\_\_\_ بس وہ دونوں ہوں \_\_\_\_\_ اور کوئی نہ ہو \_\_\_\_\_ وہ چپ سا ہو گیا۔

کیوں بیٹا \_\_\_\_\_ کیا بات ہے۔ کچھ اداس ہو گئے ہو \_\_\_\_\_

مسز بارون احمد کے اداس چہرے کو دیکھ کر حیرت سے بولیں۔

نہ جانے کیوں ہنگاموں سے دور بھاگنے لگا ہوں \_\_\_\_\_ جاوید، ثنا اور ریمہ انتہا

مسز بارون بہت جلد احمد کی شادی کروانا چاہتی تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ بڑے بیٹے نے یورپ میں کسی یورپین سے شادی کر لی ہے اور وہ حالات سے سمجھوتہ کر چکی تھیں۔ وہ کندہ نا تراش عورت نہ تھیں جو اس معمولی بات سے بیٹے عاق کر دیتیں \_\_\_\_\_ کیونکہ عظمت و جلال دولت و اقبال ان کی وراثت میں تھا \_\_\_\_\_ اور وہ اس شان کے ناتے ہر معاملے کو بڑے لطیف پیرائے میں حل کرنے کی عادی تھیں \_\_\_\_\_ انہوں نے ہمیشہ اولاد کی بہتری سوچی تھی \_\_\_\_\_ وہ احمد کی بے کلی اور مستقل سر درد کی بیماری سے اکثر خائف رہتی تھیں۔ بہت علاج معالج کرنے کے بعد بھی جب آفاقہ نہ ہوا تو وہ بیٹے کو اکثر باہر جانے کا مشورہ دیتیں۔

میرا تو خیال ہے بیٹے \_\_\_\_\_ تم چار پانچ ماہ کے لئے باہر چلے جاؤ۔

وہ خوبصورت لان میں سنگ مرمر کی آرام کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

آپ درست کہتیں ہیں \_\_\_\_\_ لیکن میں تنہا جانا نہیں چاہتا۔

احمد نے ماں کے چہرے کو بغور دیکھا۔

یہی تو میں کہہ رہی ہوں اگر یا قوت کی بات مان جائیں تو تم قنوت کو ساتھ لے جا سکتے ہو۔

مسز بارون نے بیٹے کے بالوں کو سلجھاتے ہوئے کہا۔

ہاں امی \_\_\_\_\_ قنوت کے بغیر کوئی مسئلہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ٹرن ٹرن \_\_\_\_\_ فون کی زور دار گھنٹی بجتے لگی۔

اس وقت فون \_\_\_\_\_ احمد نے کلائی کی گھڑی کو دیکھا \_\_\_\_\_ شام کے چھ بج رہے تھے \_\_\_\_\_ چاروں جانب دھندلے دھندلے سائے پھیلنے لگے تھے۔

مسز بارون اٹھنے لگیں \_\_\_\_\_ لیکن اس سے پہلے ہی ملازم ریسیور اور ٹیلی فون

پکڑے لان میں ہی لے آیا۔

فورا " احمد نے ریسیور کان کو لگایا \_\_\_\_\_

ہیلو \_\_\_\_\_ ہیلو \_\_\_\_\_ میں احمد \_\_\_\_\_

ہی شوخ و شنگ لڑکیاں ہیں۔

ہاں یہ تو درست ہے بیٹا۔۔۔ اب کیا کیا جائے۔

مسز مارون ابھی ہوئی لگ رہی تھیں۔۔۔ انہیں احمد کی طبیعت سے تشویش ہو رہی تھی۔

آپ محسوس نہ کریں۔۔۔ امی جان۔۔۔ میں نے ایسے ہی کہہ دیا۔

اسے بعد میں ماں کا خیال آیا۔

ارے نہیں بیٹا \_\_\_\_\_ میں سمجھتی ہوں \_\_\_\_\_ گو تمہاری چھٹی بہت بڑی ہے  
\_\_\_\_\_ لیکن اب ان کے ہوتے ہوئے تم باہر بھی نہیں جا سکتے۔

میرے جانے کو چھوڑیے۔۔۔۔۔ اب تو رہنے کا مسئلہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔

احمد کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

مسز ہارون بیٹی کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے بس خاموش سی رہیں۔

دوسرے دن احمد کی طبیعت سنبھلی تو وہ ایئرپورٹ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

ماں کے ساتھ وہ آج قدرے خوش نظر آ رہا تھا۔۔۔ نہ جانے ہر فنکشن میں ہر دعوت

ہر کام پر وہ چاہتا کہ قنوت اس کے ساتھ ہو۔۔۔۔۔۔ وہ انہیں سرچوں میں مستغرق

ایئرپورٹ پر پہنچ گیا۔ ڈرائیور نے گاڑی پارک کی۔ جہاز فضا میں نظر آیا اور چند

لحوں میں ممائی ناصرو بیگم جاوید اور ربما جہاز کے آخری زینے پر نظر آئے۔ دونوں

جانب ہاتھ فضا میں لہرائے۔۔۔۔۔ اور بھاکم بھاک جاوید نے احمد کو اس زور سے لے

لکھایا کہ اللہ توبہ \_\_\_\_\_ چودہ پندرہ سال کی شوخ لڑکی تھی۔۔۔۔۔ اور یہاں تک درجہ

چست لڑی بانوں بانوں میں بری کٹ دینے والی \_\_\_\_\_ اسٹہا ہی تیز طرار اور مادران

\_\_\_\_\_ دور جدید کا بھرپور استہوار \_\_\_\_\_ سب لوگ گاڑی میں گھس گئے \_\_\_\_\_ ہے

کے لیے ان کے اہل بیت کو محض ایک خاصہ ہے۔ یہ خلیفہ نہیں بلکہ خلیفہ کے لیے ایک

نرد دروازہ کھولا تو کاری بورج پر ری \_\_\_\_\_ سو بھورا

ناصرہ بیگم مسز ہارون کی ج جھج کو جانتی تھیں لیکن اس مرتبہ کوٹھی کی  
ذہبورتی کو چار چاند لگے دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

تمام لوگ وسیع و عریض ڈرائنگ ہال میں چلے گئے۔۔۔۔۔ چند لمحوں کے بعد

غازم طفتریوں میں انار اور سیب کا رس لے آئے۔ سب نے بڑی چاہت سے نوش کیا

— احمد ایک صوفے پر دراز تھا — سیاہ ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا — انتہائی

رجہ سارٹ ڈاکٹر احمد پر رہا چند لمحوں میں ہی نثار ہو گئی تھی۔۔۔ دراصل نامصرہ

یہم کے آنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک بیٹی کا رشتہ طے ہو

ہائے۔ اس زمانے میں بیویوں کا یہ مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے۔ لھانے کے بعد سب اپنے

اپنے لمروں میں چلے گئے۔ عین ناصرو بیگم اور مسز مارون بہت دیر تک باہر میں لڑی

رہیں۔

مفتی توڑ دیں۔

وہ بولیں۔ انہیں شاید یہ بات اچھی نہ لگی۔

کوئی بات نہیں آپا۔۔۔ ان کو اطلاع دینے کی بھی ضرورت نہیں۔

دوسری مفتی بھی ہو سکتی ہے۔

یہ کس کی مفتی ہو رہی ہے۔

کمرے میں آتے رہنا لے کما۔

تم جاؤ بیٹی۔۔۔

ناصرہ بیگم نے آنکھ کا اشارہ کیا۔

رہنا فوراً کمرے سے نکل گئی۔

ناصرہ میں تمہاری بات سے متفق نہیں ہوں۔۔۔ یہ مفتی احمد کی پسند سے

بولی ہے۔

مسز ہارون نے کما۔

اوہ لڑکے کی پسند کا کیا ہے۔۔۔ جسے دیکھا پسند کر لیا۔۔۔

ناصرہ بیگم شانے جھٹک کر بولیں۔

اچھا چھوڑو اس قہقے کو۔۔۔ پھر کسی وقت بات کریں گے۔ بچے آرہے ہیں۔

امرو بیگم نے پلٹ کر دیکھا تو واقعی جاوید رہنا ٹا اور احمد آرہے تھے۔

بت انجوائے کیا آئی۔۔۔

ٹاگھاس پر لیٹے ہوئے بولی۔

واقعی آج تو بہت تھک گئے ہم۔۔۔

جاوید اور رہنا دھپ سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

کوئی ٹیلی فون تو نہیں آیا۔۔۔

احمد لان کی خوبصورت میزمری اترتے اترتے بولا۔

نہیں تو۔۔۔ ویسے بھی قنوت کو کئی دن ہو گئے ہیں۔۔۔ آئی ہی نہیں۔

احمد بھائی کہیں چلیں نا۔۔۔ بہت دن ہو گئے گھر میں بیٹھے ہوئے۔۔۔  
نے احمد سے کما۔

ارے بھئی باہر کیا رکھا ہے۔۔۔ گھر میں رہو۔۔۔ وی سی آر دیکھو۔  
کھیلو کود۔۔۔ وہ بھی ٹا کے ساتھ شریر ہو گیا۔

آپ ہمیں گھر سے باہر لے کر چلیں۔

رہنا دوسری طرف احمد کے پاس بیٹھتے ہوئی۔ اتنی قریب کہ اس کے قبڑ  
پر فوم کی خوشبو احمد آسانی سے محسوس کر سکتا تھا۔

ارے بیٹا۔۔۔ بچوں کو اپنے سرسرا لے جاؤ۔۔۔ یعنی کہ یا قنوت کے بار  
لے جاؤ۔۔۔ مسز ہارون نے کما۔

لیکن ناصرہ بیگم پر جیسے گراں وزنی بم گرا ہو۔

سرسرا؟

وہ حیران رہ گئیں۔

ہاں۔۔۔ ناصرہ احمد کی مفتی کر دی ہے میں نے۔

مسز ہارون ناصرہ بیگم کا مطلب سمجھتے ہی بات کو گول کرنا چاہتی تھیں لیکن ہم  
بیگم بڑی تیز طرار عورت تھی۔

لڑکے کی پسند تھی۔۔۔ پھر کیا کرتی۔ تمہیں پوچھنے کا موقعہ ہی نہیں دیا  
۔۔۔

مسز ہارون افسردہ ہو گئیں۔

تو کیا ہوا۔۔۔ مفتی ٹوٹ بھی سکتی ہے۔

ناصرہ بیگم کے لئے معمولی بات۔۔۔

لیکن مسز ہارون کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

یہ قنوت کون ہے آنٹی۔

شباب کی کھال اتارنے میں ماہر تھی۔

یہ احمد کی ہونے والی دلمن ہے بیٹی۔

مسز ہارون نے کہا۔

پھر تو ملنا چاہیے ان سے۔۔۔۔۔

کل یہاں بلا لوں گی۔۔۔ مل لینا۔۔۔ دیکھنا کس قدر پیاری ہے۔

شاہنشاہ دی \_\_\_\_\_ اور ریماجل کر سانپ کی طرح بل کھانے لگی۔

ارے واہ بلاجئے \_\_\_\_\_ ہم بھی تو دیکھیں وہ چندے متاب \_\_\_\_\_

رہا کے انداز میں حد درجہ تکبر و نخوت پائی گئی تھی۔

لیکن یہ بات زیرِ غور تھی کہ اگر قنوت کو کاشانہ ہارون میں بلایا جائے تو؟

رے گا کیونکہ اگر ان لوگوں کو وہاں لے جایا گیا تو ہو سکتا ہے رہا کوئی بدتمیز:

کرنے اور معاملہ خراب نہ ہو جائے۔

ابھی یہ لوگ یہ باتیں سوچ ہی رہے تھے کہ ٹیکسی اندر پورچ میں رکی۔

یہ کون آگیا۔

احمد نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔

باقوت راخ بچوں سمیٹ ادھر ہی آرہے تھے۔

آئیے آئیے۔۔۔۔۔ راسخ بھائی۔۔۔۔۔ بہت مدت کے بعد آپ کو ہمارا۔۔۔۔۔

آئی ہے۔

احمد خوش دلی سے بولا۔

اور راسخ صرف ہنس کر رہ گیا۔۔۔۔۔

یا قوت بھی آنچل ایک طرف سے سنبھالتی کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔۔

ناصرہ بیگم بھی قریب بیٹھ گئیں۔۔۔۔۔

بہت دیر باتیں ہوتی رہیں۔۔۔ شام ہوتے ہی یاقوت اور راج اپنے گھر روانہ

آج موسم قدرے حسین تھا۔۔۔۔۔ چاروں طرف سیاہ بدلیاں آگے پیچھے

ہل رہی تھیں۔ ٹھنڈی ہوا مردہ دلوں میں نئی زندگی ڈال رہی تھیں۔ جیسے نئی روح

پہنچ دی جائے۔۔۔ موسم گرما کی تعطیلات ہو چکی تھیں۔۔۔ اہل کاشانہ ہارون

نے مری جانے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ سب لوگ جانے کے لئے بھڑکے تھے۔

اور ادھر منہ برون چاہتی تھیں کہ قنوت ضرور جائے \_\_\_\_\_ تاکہ احمد کا دل

..... چنانچہ انہوں نے ایک دن بچے سے شفقت میاں کے ہاں

بارلین سے بات کی۔

آپ درست فرماتی ہیں بہن جی۔۔۔۔۔ لیکن کچھ اچھا نہیں لگتا۔

شفقت ہمیشہ کی طرح دنیا سے ڈرتے تھے۔

دنیا کہاں کی کہاں پہنچ گئی۔۔۔ اور آپ ابھی تک ایسی باتیں کر رہے ہیں۔

وہ ہنس کر بولیں۔

شفقت میاں بھی ہنس دئے۔

آپ سمجھیں نا میری بات \_\_\_\_\_ کچھ معیوب لگ رہا ہے۔

اپنے بھی دیجے۔۔۔ سمجھو تو سب کچھ ہے نہ سمجھو تو کچھ بھی نہیں۔

اسے رنجے نا اجازت۔۔۔۔۔ پھر وہ کونے اکیلے ہوں گے۔

زینت بیگم نے حمایت کی۔۔۔ وہ اس معاملہ میں قنوت کی طرف دار تھیں۔

انکا تھیں کہ کسی طرح قنوت خوش رہے۔۔۔۔۔ کیونکہ ان کی اپنی بیٹی نے اس کی

اب وہ بھی سہاگن بن جائے۔۔۔۔۔ وہ اسی پر خوش تھیں۔

بولیے نا بھائی \_\_\_\_\_ قنوت چلی جائے ہمارے ساتھ \_\_\_\_\_

اچھا چلی جائے لیکن \_\_\_\_\_

سُفقت میاں رک سے گئے۔



احمد کو ایک دھچکا سا لگا \_\_\_\_\_ کیا قوت نہیں آئی \_\_\_\_\_ اگر نہیں آئی تو کیوں  
میں آئی وہ چند لمحے سوچ میں پڑ گیا۔  
صبح تو ہو گئی \_\_\_\_\_

احمد نے کہا \_\_\_\_\_  
کہا تھا نا آپ کو \_\_\_\_\_ رات پر ہی رکھیں پروگرام کو \_\_\_\_\_ پاکستانی پابندی  
ن کا خیال نہیں رکھتے۔

رہا نے قریب سے چوٹ کی۔  
آپ درست فرماتی ہیں \_\_\_\_\_ لیکن قوت کے یہ معرا صادق نہیں آتا۔  
احمد کو اچھا نہیں لگا۔

کیا وہ پاکستانی نہیں ہے۔  
رہا قریب آگئی۔  
بالکل پاکستانی ہے۔

پھر کیا وجہ ہوئی۔  
رہا نے احمد کا موڈ دیکھ کر لہجہ بدل لیا۔  
کیا معلوم ارادہ بدل لیا ہو۔

رہا پھر بول اٹھی \_\_\_\_\_ اسے اپنی زبان پر اختیار نہیں تھا۔  
وہ ارادہ نہیں بدل سکتی \_\_\_\_\_ ضرور کوئی وجہ ہو گی۔  
احمد وثوق سے بولا۔

اچھا \_\_\_\_\_ اتنا اختیار ہے آپ کو ان کے قول و فعل پر۔  
جی ہاں \_\_\_\_\_ ایسا سمجھئے \_\_\_\_\_  
احمد بھی برجستہ جواب دے رہا تھا۔

چند لمحے یوں ہی گزر گئے \_\_\_\_\_ وہ گاڑی دے کر ملازم کو قوت کے ہاں  
الذکر نے ہی والا تھا کہ گیٹ کھلا اور ٹیکسی داخل ہوئی۔

لیکن کیا \_\_\_\_\_ ؟  
مسز ہارون نے کہا۔  
کتنے دن لگ جائیں گے۔  
وہ بولے۔

بھائی صاحب گرام کی تعطیلات ہیں۔ چار پانچ روز تو لگ ہی جائیں گے۔  
پھر یا قوت کو بھی دعوت دیں گے \_\_\_\_\_ قوت اکیلی نہ ہو گی \_\_\_\_\_ مسز ہارون نے  
کی تسلی کر دی۔

اچھا اچھا \_\_\_\_\_ پھر ٹھیک ہے۔  
شفقت میاں اور زینت بیگم کو سکون سا ہو گیا۔  
فراز اور اس کی بیوی نے انکار کر دیا تھا۔ یا قوت اور راج کو بھی اطلاع کر

تھی۔ یہ سب کچھ قوت کی آسانی کے لئے ہو رہا تھا۔ لیکن جب خبر پہنچی ٹینا اور راج  
تو وہ تیار ہو گئے \_\_\_\_\_ اچھا خاصا قافلہ بن گیا \_\_\_\_\_ سب بہت خوش تھے \_\_\_\_\_  
سب موجود تھے سوائے قوت کے۔

جمعہ کی صبح جانے کا پروگرام تھا۔ پورچ میں پانچ خوبصورت گاڑیاں کھڑی تھیں  
\_\_\_\_\_ سب سے اگلی گاڑی میں ڈرائیور 'ری' ٹینا اور جاوید \_\_\_\_\_ ٹینا کی سہیلی  
دوسری میں یا قوت بچوں سمیت اس کی ملازمہ اور ڈرائیور 'راج' کو چھٹی نہ لے لی وہ

ہی رہا \_\_\_\_\_ تیسری میں احمد کے چند دوست \_\_\_\_\_ اور چوتھی میں احمد نے پلٹ  
دیکھا \_\_\_\_\_ کوئی بھی موجود نہیں تھا۔  
کہاں ہو تم سب لوگ۔

احمد نے کہا۔  
ٹا قمر مس گلے میں لٹکائے لان کا زینہ چڑھ رہی تھی۔  
احمد بھائی \_\_\_\_\_ جن لوگوں کا آپ کو انتظار تھا نا \_\_\_\_\_ وہ نہیں آ رہے۔

کیا \_\_\_\_\_

صاحب قوت بی بی آگئیں۔

ملازمہ خوشی سے بھاگتی ہوئی احمد کے پاس آئی۔

احمد کی خوشی اتنا تک پہنچ گئی۔

جلدی سامان گاڑی میں رکھواؤ۔

احمد نے کہا اور ٹیکسی کی طرف بڑھ گیا۔

سیاہ شیفون کی ساڑھی میں ملبوس سرخ بلاؤز نرم و نازک کول بدن چیرے

تراشیدہ مجسمہ دراز بالوں کی چوٹی کولہوں پر پڑی آوارہ لٹ پیشانی پر جھولتی ہوئی

سفید بے داغ چہرہ وہ کس قدر حسین نظر آ رہی تھی احمد سے آج اس کا

جلوہ دیکھنا نہ جا رہا تھا مسز ہارون بھی سو مرتبہ داری جا رہی تھیں۔

جاوید ریمائٹا تو سب سکتے میں ہی آگئے۔

ناصرہ بیگم تو تعریف کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

واقعی کیا لڑکی تو بلا کی حسین ہے اتنا حسن میں نے کہیں نہیں

دیکھا۔

مسز ہارون مسکرا دیں۔

ما شاء اللہ سکھ بھی بہت زیادہ ہے خدا زندگی دے اللہ

خوب جوڑی بنائی ہے۔

وہ دل و جان سے فریفتہ تھیں۔

جوڑی ہنہ۔

ناصرہ بیگم دل میں کہہ کے آگے بڑھ گئیں۔

اتنی دیر کیوں کر دی۔

احمد قریب جاتے بولا۔

میں تو جلدی آگئی ہوں ہمیں سے فون آیا تھا کہ نوبت کا وقت آگیا۔

اور اب تو آٹھ ہی بجے ہوں گے۔

س نے کیا تھا فون؟

احمد حیران کن لہجے میں بولا۔

کسی لڑکی کی آواز تھی۔

قوت نے کہا۔

ہوں میں سمجھ گیا۔

سامان رکھوا دیا ہے صاحب جی۔

ملازموں نے کہا۔

احمد نے بغور قوت کو دیکھا وہ کچھ خاموش خاموش سی نظر آ رہی تھی۔

طبیعت ٹھیک ہے۔

احمد نے چاروں جانب دیکھ جب راستہ صاف دیکھا۔

ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں۔

وہ دو قدم چل کر قریب آگئی۔

تھیں دیکھ کر سب دکھ دور ہو جاتے ہیں۔

احمد نے محبت پاش نظر قوت کے سراپا پر ڈالیں۔

وہ صرف مسکرا دی۔

وہ سب لوگ آرہے ہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

سامنے جاوید، رمی، ٹینا اور ریمائٹا خراماں خراماں چلے آرہے تھے۔

اتنی دیر میں سب لوگ قریب آگئے۔

اچھا آپ قوت ہیں۔

جاوید نے حیران کن انداز میں قوت کے دلکش سراپا کو گھورا۔

وہ جھینپ سی گئی جاوید کی برہنہ نظروں کا سامنا اس کے بس کی بات نہ

احمد نے محسوس کیا۔

یہ رہا ہے اور یہ تھا اور رمی ٹینا کو تو تم جانتی ہو تا۔

جی۔۔۔۔۔

قوت نے کسی فرمانبردار سننے کی طرح سر ہلا دیا۔

ویسے اچھی چواکس ہے احمد بھائی آپ کی۔

جاوید نے کہا۔

رہا نے گہری نظروں سے قوت کو تازا اور پلٹ گئی۔

قوت بیٹی۔۔۔۔۔ دیر کیوں کر دی۔

مسز ہارون نے کہا۔

قوت کو وقت غلط بتایا گیا تھا امی جان۔۔۔۔۔

احمد نے بات سیدھے راستے پر ڈال دی۔

غلط۔۔۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔۔۔

مسز ہارون ایک دم بولیں۔

صبح پانچ بجے کی بجائے دن کے نو بجے کا وقت بتایا گیا تھا۔

احمد نے سادگی سے کہا۔

اور یہ سنتے ہی رہا واپس چل دی۔

ٹھہرو رہا۔۔۔۔۔ جا کہاں رہی ہو۔۔۔۔۔

احمد نے کہا۔

نہیں احمد صاحب۔۔۔۔۔ اب جانے کا وقت ہے۔۔۔۔۔ گاڑی میں بیٹھتے ہیں۔

وہ جاتے جاتے بولی۔

لیکن قوت لہجہ پہچان گئی تھی۔۔۔۔۔ ویسے تو احمد اس کے طرز عمل سے سمجھ

گیا تھا کہ غلط فہم کرنے والی یہی ہو سکتی ہے۔

لیکن جاوید کی نظروں میں قوت ہی قوت تھی۔ وہ اس کے حسن پر بری طرح

مرمنا تھا۔۔۔۔۔ جاوید نے آج تک بڑی بڑی لڑکیاں دیکھی تھیں۔ لیکن یہ حسن

مادامی میں نہ تھی۔ اس کے سفید شیشے کی طرح چمکتے بدن پر سیاہ ساڑھی اور سرخ  
بوز قیامت ڈھا رہا تھا۔ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے۔۔۔۔۔ احمد کی گاڑی  
میں بیٹھنے کے لئے بہت لوگ ٹھہرتے اور۔۔۔۔۔ ادھر جاوید چاہتا تھا کہ وہ قوت کے قریب  
بیٹھے۔ لیکن احمد سب کچھ سمجھتا تھا۔ وہ تو قوت کا محافظ تھا۔ احمد گاڑی خود ڈرائیور کر  
رہا تھا اور قوت اس کے ساتھ والی سیٹ پر تھی۔ ایک گاڑی میں کھانے پینے والی  
چیزوں کے ساتھ ملازمین بیٹھے تھے۔ دن کے دس بجے کاشانہ ہارون سے یہ قافلہ مری  
کے لئے روانہ ہو گیا۔ ہنستے کھیلتے۔۔۔۔۔ رکتے ٹھہرتے۔۔۔۔۔ گاتے گپیں ہانکتے۔

قوت نے جھک کر بڑی خوبصورتی سے کہا۔

تم جو میرے پاس نہیں ہو۔

وہ والمانہ انداز میں بولا۔

وہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔

یہاں کہاں ہے۔

احمد نے کہا۔

وہ ابھی ابھی باہر گئی ہے۔ معلوم نہیں کہاں۔

قوت نے بالوں کو درست کرتے ہوئے کہا۔

آؤ باہر چلیں۔ بڑا خوبصورت موسم ہے۔ پھر چاند بھی جون پر ہے۔

احمد نے اٹھتے ہوئے قوت کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

اگر کسی کو پتہ چل گیا تو۔

وہ سہم سی گئی۔

لگی۔ ڈرتی ہو زمانے سے۔ جب ہم ایک ہیں۔ تو علیحدہ کیوں

رہیں۔

احمد نے قوت کا شانہ تھپتھپایا۔

وہ اٹھی چادر اوڑے احمد کے ساتھ ہو لی۔

ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے وہ فلیٹ سے بہت دور نکل آئے۔

آؤ یہاں بیٹھ جائیں۔

احمد ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اور اپنے پاس جگہ بنا کر قوت کو بٹھالیا۔ ایک

ٹکڑے کے سارے بیٹھنے والے جینے مرنے کی قسمیں کھانے والے بہت دیر تک

باتیں کرتے رہے۔

جگ پوچھو تو میں ایک لمحہ بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔

احمد نے قوت کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔ وہ انداز خود سپردگی کے

مری میں خوبصورت جگہ صاف کروایا گیا تھا۔ جو سیٹھ ہارون نے اپنی زندگی میں  
ہی تعمیر کروایا تھا۔ سب نے اپنے اپنے کمرے منتخب کر لئے تھے۔ مسز ہارون نامہ بیگم  
کو ایک ہی کمرہ دے دیا گیا تھا۔ جاوید تنہا رہنا مناسب سمجھتا لیکن رمی نے دوسری  
طرف اپنا بستر لگا لیا۔ ادھر ٹینا اور قوت کو راہ داری میں کمرہ مل گیا تھا۔ یا قوت اور  
اس کے بچوں ملازمہ کو علیحدہ کمرہ دے دیا تھا۔ احمد نے سب کمروں سے دور پائیں باغ  
کے پاس اپنا مستقل کمرہ منتخب کر لیا تھا۔

سارے دن کے تھکے ہارے سب اپنے اپنے کمروں میں دیکے بیٹھے تھے۔  
لیکن احمد کو چین نہیں آ رہا تھا۔ آج کئی دن ہو گئے تھے اسے قوت سے ملے  
ہوئے۔ وہ اس کے ساتھ آئی تھی لیکن پہلے سے بھی کہیں دور ہو گئی تھی۔  
بجورا "اٹھا اور قوت کے دروازے پر دستک دی۔

دروازہ کھلا ہے آجائے۔

نقرا آواز اس کی سماعت سے نکرائی۔

اجازت ہے۔

احمد اندر داخل ہوتے مسکرایا۔

آپ۔ قوت حیران رہ گئی۔

آپ سوئے نہیں۔

قوت پلنگ پر سیدھی ہو گئی اور انگلیں رسالہ جو وہ دیکھ رہی تھی۔ قریبی

میز پر رکھ دیا۔

نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور ہے۔

وہ قوت کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

کیوں؟

عالم میں احمد سے لپٹ گئی۔۔۔ جیسے ہزاروں آنٹوں سے محفوظ ہو گئی ہو۔

کتنا سکون ہے تمہارے قرب میں۔۔۔ میں بعض اوقات سوچتا ہوں کہ تمہارے بغیر گزشتہ زندگی میں نے کیسے گزار لی۔

احمد نے بغور قوت کے چہرے کو دیکھا جو چاند کی روشنی میں چمک رہا تھا۔

وہ صرف ہنس دی۔۔۔ اور احمد کے سینے میں ہی چہرہ چھپا لیا۔

وہ کس قدر مسرور و شادماں ہو رہا تھا۔۔۔ قوت کی محبت میں تڑپ تڑپ کر وقت گزارتا تھا۔۔۔ آج اس کے پاس ہے۔ اس سحر زدہ ماحول میں وہ اپنے آپ کو یوں محسوس کر رہا تھا جیسے کسی جادوگر نے اس کے سحر سے قوت کی سانسوں میں تحلیل ہو جائے گا۔ وہ اس کے وجود میں گردش کرتے خون کی طرح گھل مل گئی تھی۔

قوت۔۔۔۔۔

وہ سرگوشیانہ انداز میں بولا۔

وہ ہنس دی۔

جی۔۔۔ آہستہ سے بولی۔

یہ جی۔۔۔ نہیں، ہاں جی کے علاوہ بھی کوئی بات آتی ہے کہ نہیں۔

احمد نے اس کے سر پر چپٹ لگائی۔

وہ بھی ہنس دی۔

کہ اچانک انہیں اپنی پشت میں قہقہوں کی آواز آئی۔

لو۔۔۔ پھر مصیبتیں نازل ہو گئیں۔

احمد زبردست ناگواری کے عالم میں کھڑا ہو گیا۔

اچھا تو تم لوگ یہاں چاندنی کا مزہ لے رہے ہو۔

جاوید نے کہا۔۔۔ لیکن دل میں حسرت بری طرح اجاگر تھی کہ کاش قوت اس کی ہوتی۔

تم لوگ تو اپنے اپنے کمروں میں تھے۔

احمد نے کہا۔

جی ہاں۔۔۔ اپنے کمروں میں ہی تھے۔

تو پھر میرا تعاقب کیوں کیا۔

بظاہر احمد مسکرا دیا۔

دراصل ہم اپنے گروپ کا کوئی فرد غائب نہیں دیکھ سکتے۔

ریمانے گہری نظروں سے قوت کو دیکھا جو خاموش کھڑی تھی۔۔۔ صرف اس کے ہونٹوں پر تبسم کھیل رہا تھا۔

قوت صاحبہ آپ نے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔

جاوید نے چوٹ کی۔

جی نہیں روزہ نہیں۔۔۔ صرف فضول بکواس سے پرہیز ہے۔

احمد نے فوراً "برجستہ جواب دیا۔ وہ قوت کی کسی قسم کی بھی توہین برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

سوال آپ سے نہیں کیا۔

ریمانے کہا۔

وہ بھی میری ذات کا حصہ ہے۔

احمد نے لازوال محبت کا نذرانہ قوت پر نچھاور کر دیا۔

Very Good۔۔۔ محبت ہو تو ایسی ہو۔

ری نے تالی بجائی اور ہنسنے لگا۔

ارے چھوڑو یار۔۔۔ بات کا لطف ہی ختم کر دیا تم نے۔۔۔ جاوید کو نہ

ہائے اس بات سے غصہ کیوں آگیا۔

لیکن ٹینا کے ایک پتھر پر سے پھسل جانے سے ماحول گلزار ہو گیا۔ سب ہنسنے لگے۔ ٹینا جھینپتی ہوئی سیدھی کھڑی ہو گئی۔ ابھی سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں پہنچے تھے کہ ناصرہ بیگم نے ریمانے کو بلا بھیجا۔

جی امی \_\_\_\_\_

رہا اندر داخل ہوتے بولی۔

آؤ تم سے بات کرنا ہے \_\_\_\_\_ کیونکہ مسز ہارون کہیں باہر گئیں ہیں۔

ناصرہ بیگم نے رہا کو اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔

آج دو دن ہو گئے ہیں آئے ہوئے \_\_\_\_\_ تم احمد کا دل نہیں جیت سکیں۔

ناصرہ بیگم نے سخت لہجے میں کہا۔

کیسے دل جیت لوں \_\_\_\_\_ وہ خبیث اس کا پیچھا ہی نہیں چھوڑتی۔

رہا زبردست مایوس نظر آرہی تھی۔ اس کا قریبی عزیز رشتہ دار احمد اس کو

چھوڑ کر کسی تیسری لڑکی کو پسند کرے \_\_\_\_\_ یہ اس کی توہین تھی۔

وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گی \_\_\_\_\_ تم کو شش کرو کہ وہ تمہاری ذات میں

دلچسپی لے۔

ناصرہ بیگم نے بیٹی کو وارننگ دی۔

میں اس کی ذات میں دلچسپی کس طرح لے سکتی ہوں۔

رہا سٹ پنا سی گئی۔

کیوں؟

ناصرہ بیگم نے کیوں کو سخت لہجے میں ادا کیا۔

اس لئے کہ احمد کی ذات کا وہ حصہ ہے۔

رہا نے جل کر کہا۔

یہ احمد نے کہا ہے۔

ناصرہ بیگم بہت چالاک عورت تھیں \_\_\_\_\_ رہا کی ادائیگی سے وہ جان بچا

تھیں کہ یہ لازمی احمد کے فقرے ہوں گے۔

جی \_\_\_\_\_

رہا قریب بیٹھ گئی۔

یہ میں جانتی ہوں کہ معاملہ سنگین ہے \_\_\_\_\_ لیکن ناممکن بھی نہیں \_\_\_\_\_

ناصرہ بیگم نے پلٹ کر رہا کو کہا۔

امی آپ درست کہتی ہیں \_\_\_\_\_ میں تو خود احمد کی شخصیت کو بے حد پسند

کرتی ہوں۔ رہا کے انداز میں شکست خوردہ جواری کی طرح جھنجھلاہٹ پائی گئی تھی۔

احمد کے ساتھ دولت بھی بے شمار \_\_\_\_\_ تم ذرا اس بارے میں سوچو \_\_\_\_\_

ارے کیا سوچنا ہے \_\_\_\_\_ ہمیں بھی تو پتہ چلے \_\_\_\_\_

جاوید کمرے میں داخل ہوا \_\_\_\_\_ ماں بیٹی کو دیکھ کر وہ ہنس کر بولا۔

ارے بیٹا \_\_\_\_\_ میں چاہتی ہوں کہ احمد سے اس کا رشتہ طے ہو جائے۔

ناصرہ بیگم مایوسی سے بولیں۔

ارے ماما میں کیا بتاؤں \_\_\_\_\_ وہ آفت کی پڑیا تو اپن کو بھی لے ڈوبی ہے۔

جاوید بری طرح قنوت کے حسن میں کھو چکا تھا۔

تو کیا تم بھی \_\_\_\_\_

ناصرہ بیگم حیرانی سے بولیں۔

بالکل \_\_\_\_\_ میں قنوت کو پسند کرنے لگا ہوں \_\_\_\_\_

جاوید نے کہا۔

چل ہٹ \_\_\_\_\_ تجھے کیا مصیبت پڑی ہے استانی سے بیاہ کرنے کی \_\_\_\_\_ وہ

زبردست نفرت سے رکیک لہجہ اپناتے ہوئے بولیں۔

اچھا چھوڑیے \_\_\_\_\_ میں اس وقت احمد بھائی کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ کمرے

سے نکل گیا۔

تمام لوگ ڈانٹنگ ہال میں موجود تھے \_\_\_\_\_ سب اپنی اپنی سیٹوں پر براجمان

تھے لیکن قنوت کی سیٹ خالی تھی۔

بھئی واہ کمال کا پلاؤ ہے \_\_\_\_\_ جواب نہیں۔ شامی کہاؤں کا \_\_\_\_\_

جاوید نے کہا۔

ہاں آج تو خوشبو سے بھوک اور بڑھ رہی ہے۔

وہ ہنس دی۔

ریمانے پلیٹ میں پلاؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

ٹینا نے پلیٹ میں قورمہ ڈالتے بڑی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔

رمی اور باقی لوگ سب کھانے میں مصروف ہو چکے تھے۔ لیکن احمد خالی پلیٹ

میں جچ ہلائے جا رہا تھا۔

صابرہ \_\_\_\_\_

احمد نے میز پر سویٹ کا ڈونگا رکھتے ملازمہ کو کہا۔

جی صاحب \_\_\_\_\_

قوت بی بی کہاں ہیں \_\_\_\_\_

کبیر بن گئی ہے صاحب جی \_\_\_\_\_ وہ آہی رہی ہیں \_\_\_\_\_

کیا مطلب ہے تمہارا \_\_\_\_\_

وہ گرج دار آواز سے بولا کہ ایک لمحہ کے لئے سب چونک اٹھے \_\_\_\_\_

خانساں کو بہت تیز بخار تھا \_\_\_\_\_ قوت بی بی نے کہا \_\_\_\_\_ کھانا وہ تیار کر

لیں گی۔

صابرہ لڑرتی ہوئی گویا ہوئی۔

اس طرح کہ یہ سب کچھ اس نے تیار کیا ہے۔

احمد شدید غصے میں بول رہا تھا۔

جی ہاں \_\_\_\_\_

صابرہ نے کہا \_\_\_\_\_

عین اس وقت وہ آنکھل سے ہاتھ پونچھتی کمرے میں داخل ہوئی \_\_\_\_\_

خانساں کو چھٹی کروا دو \_\_\_\_\_ اس کی کیا ضرورت ہے۔

احمد شدید غصیلے انداز میں بولا۔

سب خاموش کھانے میں مصروف تھے \_\_\_\_\_ جرات اٹھار کسی میں نہ تھی۔

دراصل بابا بہت بیمار تھا \_\_\_\_\_ احمد \_\_\_\_\_ مجھے بہت رحم آگیا اس پر \_\_\_\_\_

وہ احمد کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

تم پر کسی نے رحم نہیں کھایا \_\_\_\_\_

وہ اس کے سرپا کو گھورتے ہوئے بولا۔

ریمانے جچ و تپ کھا کر رہ گئی۔

پھر کیا ہوا \_\_\_\_\_ میں تو عادی ہوں اتنا کام کرنے کی \_\_\_\_\_

قوت نے خوبصورت مسکراہٹ یا قوتی ہونٹوں پر بکھیر دی \_\_\_\_\_ اور ہاتھ بڑھا

کرایک پلیٹ احمد کے سامنے رکھ دی \_\_\_\_\_ جو ابھی تک جوں کا توں بیٹھا تھا۔

میرے گھر میں ملازمہ بن کر نہیں مالکہ بن کر آؤ گی \_\_\_\_\_

احمد نے قوت کے سامنے رکھی پلیٹ کو پرے سرکا دیا اور ایک جچ اس کے

ہاتھ میں تھما دیا۔

سب لوگوں نے دیکھا \_\_\_\_\_ لیکن کسی نے بولنے کی جرات نہیں کی \_\_\_\_\_

ناصرہ بیگم نے بہت کوشش کی کہ کچھ کہیں لیکن وہ احمد کی تلخ طبیعت سے

واقف تھی \_\_\_\_\_ اس لئے اندر ہی اندر چپ رہیں \_\_\_\_\_ اور زہر کے گھونٹ پیتی

رہیں۔ مسز ہارون اپنے کمرے میں تھیں \_\_\_\_\_ انہیں کسی بات کا علم ہی نہ تھا۔

چنانچہ اسی ناخوشگوار ماحول میں کھانا ختم ہوا \_\_\_\_\_

اما کھانے کے بعد قوت ضرور ہونا چاہئے \_\_\_\_\_

جاوید نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کرسی پچھلی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

صابرہ سے کہو \_\_\_\_\_ میں تو آگ کے پاس بیٹھنے والا کام نہیں کر سکتی \_\_\_\_\_

احمد اور قوت خاموش کھانے میں مصروف رہے \_\_\_\_\_ ویسے بھی قوت احمد کے

سامنے بولنے کی سکت نہ رکھتی تھی \_\_\_\_\_ احمد کی تو بس یہی خواہش تھی کہ وہ اس

کے سامنے بیٹھی رہے اور وہ اس کی پوجا کرتا رہے۔

ہاں ہاں صابرہ بنا لے گی چائے۔  
 ہاں جی ٹھیک ہے خدا صاحب جی کو زندگی دے ساگ قائم  
 رہے صدیوں صابرہ نوکری میں برتن سمیٹنے لگی۔  
 صابرہ قہوہ بنا لو گی۔

ہنہ  
 ریمیا اور نامہ بیگم شانے جھٹک کر کمرے سے نکل گئیں۔  
 قہوہ نے پوچھا۔  
 اچھا ہاتھ دھوئے بسن کی طرف گیا تھا اس کی نظر بچا کر صابرہ نے  
 انکار میں سر ہلایا۔

صابرہ قہوہ سے سیکھ لو اور بچن میں خود بنا لو۔  
 صابرہ نے قہوہ سے سیکھ لیا تھا۔  
 ایک تو آپ کی چھٹی حس بیدار بڑی جلدی ہو جاتی ہے۔  
 قہوہ اور صابرہ دونوں ہنس دیں۔

ہاں۔ لیکن تمہارے بارے میں تو میں بڑا محتاط رہتا ہوں۔  
 تمہاری ہنسی نے تو مجھے کا حق دیا ہے۔  
 اچھا صابرہ قہوہ سے سیکھ لو۔  
 قہوہ اور صابرہ دونوں ہنس دیں۔

ہاں جی صاحب۔  
 صابرہ ٹھمکی۔  
 تمہیں معلوم ہے یہ کون ہے۔  
 اچھا نے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے قہوہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال  
 دیں۔

ہاں جی۔ کیوں نہیں۔  
 اچھا نے اس گھر کی۔  
 صابرہ نے اچھا کے دل کی بات کہہ دی۔  
 سن لیا۔ آئندہ کوئی کام نہیں کرنا۔ بس۔  
 اچھا نے قہوہ سے کہا۔

وہ ہنس دی۔  
 کوئی بات نہیں۔ بس میرے سامنے رہو۔  
 اچھا نے قہوہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔  
 قہوہ نے اچھا کے دل کی بات کہہ دی۔  
 اچھا نے قہوہ سے کہا۔

وہ اچھا پر جھک گئی۔  
 قہوہ نے اچھا کے دل کی بات کہہ دی۔  
 اچھا نے قہوہ سے کہا۔  
 قہوہ نے اچھا کے دل کی بات کہہ دی۔  
 اچھا نے قہوہ سے کہا۔



ٹھیک ہوں \_\_\_\_\_ تم میرے پاس رہو \_\_\_\_\_ جانا نہیں کہیں \_\_\_\_\_ اس کی  
آواز میں تھر تھراہٹ تھی \_\_\_\_\_ جیسے ٹوٹنے کے خوف سے کانچ کا برتن سم جائے۔  
میری تو جان بھی آپ پر غار ہے احمد \_\_\_\_\_ کوئی گولی لے لیجئے \_\_\_\_\_  
زبردست محبت بھرے انداز میں احمد کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے بولی \_\_\_\_\_ وہ \_\_\_\_\_  
بیک \_\_\_\_\_ دیکھو \_\_\_\_\_ احمد وہ سبک انٹھی \_\_\_\_\_ وہ شدید سر درد میں مبتلا تو

دیا۔  
گھبرائے نہیں \_\_\_\_\_ خدا کا شکر ہے \_\_\_\_\_ طبیعت ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ وہ \_\_\_\_\_  
بنی اپنائیت سے ان کے شانے سسلانے لگی \_\_\_\_\_  
میں تو ادھر سے گزر رہی تھی \_\_\_\_\_ تمہارے منہ سے خدا رحم کر کے الفاظ  
ذرا سے نکلے تو میرے دل سے ہوک سی نکلی \_\_\_\_\_ الٹی خیر \_\_\_\_\_ میرا بچہ ٹھیک ہو  
\_\_\_\_\_ مزاروں نے آنسو صاف کئے۔

گھبرائے نہیں آنٹی \_\_\_\_\_ اب تو ٹھیک ہیں \_\_\_\_\_ پرسکون ہیں \_\_\_\_\_ قوت  
نے ولاسہ دیا۔

وہ تو چہرے سے ہی عیاں ہے کہ کتنی اذیت اٹھاتا ہے یہ اس درد میں \_\_\_\_\_  
مزاروں کا کلیجہ کٹ کر رہ گیا۔  
ابتدا شدید درد اٹھتا ہے \_\_\_\_\_ ڈاکٹر کو کیوں نہیں دکھاتے \_\_\_\_\_ قوت نے  
جبران ہو کر کہا۔

میں نے بہت مرتبہ کہا ہے \_\_\_\_\_ آخر میں کندہ نازاں نہیں ہوں \_\_\_\_\_ جو  
اس کی تڑپ سمجھ نہ سکوں \_\_\_\_\_ لیکن یہ مانتا نہیں۔  
مزاروں عالم پریشانی میں بولیں \_\_\_\_\_ وہ شدید بے قرار اور مضطرب نظر  
آ رہی تھیں۔

سب لوگ کہاں ہیں \_\_\_\_\_  
قوت نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا \_\_\_\_\_  
سب سیر کو نکل گئے ہیں \_\_\_\_\_ ادھر پہاڑوں میں \_\_\_\_\_ لیکن میں پریشان ادھر  
\_\_\_\_\_

آپ بھی فکر نہ کریں \_\_\_\_\_ احمد اب سو رہے ہیں \_\_\_\_\_ انھیں گے تو انشاء  
اللہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔  
وہ خود کس قدر پریشان تھی \_\_\_\_\_ لیکن مزاروں کو اس نے افسردہ نہیں

ڈاکٹر \_\_\_\_\_  
وہ دروازے کی طرف لگی۔  
رک جاؤ \_\_\_\_\_ سب پریشان ہوں گے \_\_\_\_\_  
احمد نے اسے پوری طاقت سے اپنی طرف کھینچ لیا \_\_\_\_\_ وہ دیوانوں کی طرح  
سامنے پڑے بیک میں سے گولیاں تلاش کرنے لگی۔

یہ \_\_\_\_\_  
قوت نے سبز رنگ کی شیشی دکھاتے ہوئے کہا۔  
احمد نے سر ہلایا \_\_\_\_\_ قوت کی گویائی ساتھ نہ دے رہی تھی۔  
قوت نے بڑی برق رفتاری سے گولی نکال کر پانی کے ساتھ احمد کے گلے میں  
اندھیل دی \_\_\_\_\_ خدا را رحم کر \_\_\_\_\_ وہ بے قرار ہو گئی \_\_\_\_\_ گولی لیتے ہی چند  
لمحوں کے بعد وہ پرسکون نیند سونے لگا۔ لیکن شدید کرب کے آثار ابھی تک اس کے  
چہرے سے عیاں تھے \_\_\_\_\_

احمد بیٹے \_\_\_\_\_  
اچانک دروازہ کھلا \_\_\_\_\_ مزاروں نے دیکھا قوت اس کی پریشانی سے با  
ہٹا رہی تھی۔

میرے بچے \_\_\_\_\_ وہ مانتا ہے مجبور احمد پر جھکیں \_\_\_\_\_ اور پھر سب  
انھیں \_\_\_\_\_ آنٹی \_\_\_\_\_ قوت نے بڑی محبت سے مزاروں کو قریب کی کرتی پانچ

ہونے دیا۔ یہ سر کا درد اس قدر شدید کیوں ہے \_\_\_\_\_ سمجھ نہیں آتا \_\_\_\_\_

قوت نے حیران کن انداز میں احمد کو دیکھا۔

اتنی شدت تو پہلے کبھی نہیں ہوئی \_\_\_\_\_ صرف چکرا جاتا تھا \_\_\_\_\_ لیکن آج انہوں نے سوالیہ انداز میں قوت کو دیکھا۔

آج تو بلا کی شدت تھی \_\_\_\_\_ خدا کا شکر ہے گولی مل گئی \_\_\_\_\_

قوت نے فوراً ”زبان روک لی۔“

اللہ تمہیں جزا دے بیٹی \_\_\_\_\_ نہ جانے کب وہ وقت آئے گا \_\_\_\_\_ جب تم اس گھر میں دلہن بن کر آؤ گی۔

مزاروں نے محبت کے لازوال جذبے کے تحت قوت کے چہرے کو تمام کر اس کی پیشانی چوم لی۔

اچھا \_\_\_\_\_ میں چلتی ہوں \_\_\_\_\_ ہوش آئے تو اطلاع کرنا \_\_\_\_\_ نماز کا وقت ہو رہا ہے۔

وہ اٹھتے اٹھتے بولیں۔

آپ۔ بے فکر رہیں \_\_\_\_\_

قوت نے کہا۔

اچھا \_\_\_\_\_ مزاروں کمرے سے نکل گئیں۔

وہ دروازہ بند کر کے قریب کی کرسی پر بیٹھ گئی \_\_\_\_\_ ایک گھنٹے کے بعد کلاک نے شام کے چار بجائے \_\_\_\_\_ بھر باج اور پھر چھ \_\_\_\_\_ یا الٹی یہ گولی اس قدر نشہ آور ہے۔

وہ پریشان سی ہو گئی۔

چار گھنٹے ہوئے تھے احمد کو سوئے ہوئے \_\_\_\_\_ وہ خود کو تنہا تصور کر رہی تھی۔ شام کے دھندلے پھیل گئے تھے \_\_\_\_\_ ویسے بھی ماحول پر سکون تھا \_\_\_\_\_ اللہ

احمد کو بیدار کر دے \_\_\_\_\_ وہ پلٹ کر احمد پر جھکی۔

قوت \_\_\_\_\_

اچانک اس نے دیکھا \_\_\_\_\_ احمد کے ہونٹوں سے اس کا نام تھر تھرایا ہو۔

میں آپ کے پاس ہوں احمد \_\_\_\_\_ اب کیسی طبیعت ہے آپ کی۔

قوت نے شدید محبت سے احمد کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا اور خود قریب بیٹھ گئی۔

میں زندہ ہوں \_\_\_\_\_

احمد مسکرایا \_\_\_\_\_

خدا آپ کو زندہ رکھے \_\_\_\_\_ میں آپ کے بغیر تنہا ہوں احمد \_\_\_\_\_ بالکل اکیلی

\_\_\_\_\_ وہ احمد کے چہرے پر چہرہ رکھے سک انھی \_\_\_\_\_ آپ میری کائنات ہیں

\_\_\_\_\_ قوت کے آنسو احمد کے چہرے پر گرتے رہے اور وہ خاموش آنکھیں بند کئے ت کے اس دیوتا کو دل ہی دل میں سلام کرتا رہا۔

احمد \_\_\_\_\_ اب ٹھیک ہیں نا \_\_\_\_\_

قوت نے اپنے آنچل سے احمد کے چہرے کو صاف کیا۔

بالکل ٹھیک \_\_\_\_\_ تم جو میرے پاس ہو \_\_\_\_\_ پھر مجھے کیا ہو گا \_\_\_\_\_ وہ

تھ بڑھا کر قوت کے رخسار پر رکھ کر بولا۔

جسے قوت نے دونوں ہاتھوں سے تمام لیا۔

آپ کسی اچھے ڈاکٹر کو کیوں نہیں دکھاتے۔

وہ مصری ہو گئی۔

سر درد ہے \_\_\_\_\_ ٹھیک ہو جائے گا۔

احمد نے کہا۔

لیکن اس قدر شدید تکلیف \_\_\_\_\_ میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

قوت نے دکھ بھری نظر سے دیکھا۔

نہیں \_\_\_\_\_ تمہیں ایسا محسوس ہوا ہے \_\_\_\_\_ ورنہ نہیں \_\_\_\_\_ وہ نہ

اسنے کیا کیا چھپا رہا تھا \_\_\_\_\_ یا قوت کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

اچھا اللہ تمکبان ہو آپ کا \_\_\_\_\_

وہ اسے اٹھتے دیکھ کر اس کی مدد کرنے لگی۔

ابھی اتنا لاغر تو نہیں ہوا۔

وہ ہنس کر بولا۔

اللہ رحم کرے \_\_\_\_\_ اچھی بات منہ سے نکالا کریں۔

قوت نے احمد کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

چائے لاؤں \_\_\_\_\_

قوت نے کہا۔

ہاں \_\_\_\_\_ ضرور \_\_\_\_\_ تم نے پی \_\_\_\_\_

احمد بولا۔

نہیں تو \_\_\_\_\_ آپ کے بغیر میرے حلق سے کچھ نہیں اتر سکتا۔

وہ اب بھی پریشان تھی۔

اچھا \_\_\_\_\_ لے آؤ \_\_\_\_\_

وہ بڑی اپنائیت سے بولا۔

وہ چلی \_\_\_\_\_

سنو \_\_\_\_\_ قوت \_\_\_\_\_

احمد نے پکارا۔

جی \_\_\_\_\_

وہ پلٹ کر دروازہ ہاتھ میں پکڑے ہوئی۔

امی کو تو نہیں علم \_\_\_\_\_ وہ تو بہت پریشان ہو جاتی ہیں۔

نہیں \_\_\_\_\_

وہ ایک دم سے کہہ کے ٹکل گئی۔

وہ سیدھی مسز بارون کے کمرے میں چلی گئی۔

آجاولں آنٹی \_\_\_\_\_

ہاں \_\_\_\_\_ قوت آؤ میری بچی \_\_\_\_\_ سناؤ \_\_\_\_\_ احمد بیدار ہوا۔

وہ بڑے کرب کے ساتھ بولیں \_\_\_\_\_ تسلیج کرتے ان کے ہاتھ بھی رک گئے۔

جی ہاں \_\_\_\_\_ اللہ کا شکر ہے \_\_\_\_\_ لیکن ان کو نہ پتہ چلے کہ آپ کو ان کی  
بن کا علم ہے۔ وہ سمجھانے کے موڈ میں تھی۔

اچھا اچھا \_\_\_\_\_ میں سمجھ گئی \_\_\_\_\_ تم فکر نہ کرو \_\_\_\_\_ وہ جو تا پنے احمد کے  
بے کی طرف چل دیں اور قوت کچن میں چلی گئی۔

لیکن ان لوگوں کو یہ مسرت بھرے لمحات راس نہ آئے۔ اچانک ملازم ٹیلی  
م پکڑے داخل ہوا \_\_\_\_\_ لیکن دوسرے ہی لمحے فون کی کھنٹی ٹرن ٹرن بجنے لگی۔

کون \_\_\_\_\_ بھاگ کر یا قوت نے ہی ریسور تھام لیا \_\_\_\_\_ دوسری طرف راسخ  
ل رہا تھا \_\_\_\_\_

امی کی طبیعت شدید علیل ہے \_\_\_\_\_ فوراً "پہنچو \_\_\_\_\_ دیر نہ کرو \_\_\_\_\_ لیکن  
رام نے یہ بات واضح کر دی کہ رابعہ بیگم ملک عدم روانہ ہو گئی تھیں۔ یہ اطلاع

ی سب لوگ واپس جانے کی تیاریوں میں لگ گئے \_\_\_\_\_

اب کیا ہو گا \_\_\_\_\_ ماما \_\_\_\_\_

رہانے کہا۔

کیا ہو گا \_\_\_\_\_ واپس چلو \_\_\_\_\_

ناصرہ بیگم نے کہا۔

کتنا لطف آرہا تھا میاں \_\_\_\_\_ رابعہ آنٹی نے یہی دن سلیکٹ کرنا تھا۔ قریب  
ہالید نے کہا۔

بہشت \_\_\_\_\_ زبان قابو میں رکھ \_\_\_\_\_ یا قوت نہ سن لے \_\_\_\_\_

ناصرہ بیگم نے ہنس کر کہا \_\_\_\_\_ اور جاوید خاموش ہو گیا۔

چنانچہ سب لوگ دوسرے دن رابعہ بیگم کے گھر پر تھے۔

تجیز و تحفین کے بعد مہمان رخصت ہو گئے \_\_\_\_\_ اچھا خاصہ ہنگامہ  
\_\_\_\_\_ راج بے حد ملول و پریشان نظر آ رہا تھا۔

احمد نے گہری نظروں سے قوت کے چہرے کو دیکھا۔  
\_\_\_\_\_ نہیں \_\_\_\_\_ وجہ تو کوئی نہیں \_\_\_\_\_ بس ویسے ہی \_\_\_\_\_  
یا قوت ایک دم سے چونک گئی۔

باقی \_\_\_\_\_  
یا قوت نے قوت کو ایک طرف کرسی پر بیٹھے دیکھ کر کہا۔

\_\_\_\_\_ ہوں \_\_\_\_\_  
قوت نے سوگوار چہرہ اٹھایا \_\_\_\_\_ اسے راجہ بیگم کی موت کا بہت افسوس تو  
\_\_\_\_\_ وہ اس کے لئے ایک مشفق اور شفیق ماں کی طرح تھیں اور گزشتہ تینوں کی  
\_\_\_\_\_ تلافی اپنی ذات سے کرتی تھیں۔

\_\_\_\_\_ کوئی ایسا مسئلہ تو نہیں جو حل نہ ہو سکے۔ اس لئے ذہن پر زور ڈالنے کی  
\_\_\_\_\_ پورت نہیں۔ احمد نے قوت کے قریب ہو کر سرگوشی کی۔  
\_\_\_\_\_ نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔  
\_\_\_\_\_ قوت مسکرا دی۔

اگر تم راج کے گھر آئی گئی ہو تو راج سے افسوس ہی کر لو \_\_\_\_\_ یہ ضرور  
\_\_\_\_\_ تو نہیں کہ راج کا گھر ہے \_\_\_\_\_ میری بہن کا گھر نہیں ہو سکتا \_\_\_\_\_ قوت کا لہجہ  
\_\_\_\_\_ ہو گیا۔

\_\_\_\_\_ ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ آؤ باہر چلیں۔  
\_\_\_\_\_ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر گیٹ کی طرف لے گیا \_\_\_\_\_

\_\_\_\_\_ تمہاری بات درست ہے \_\_\_\_\_ لیکن رشتے داری کے بھی کچھ تقاضے ہیں۔  
\_\_\_\_\_ یا قوت نے کہا۔

\_\_\_\_\_ کہتے ہیں مصیبت تنہا نہیں آتی \_\_\_\_\_ اپنے ساتھ اور بھی دکھ سمیٹ لاتی ہے  
\_\_\_\_\_ راجہ بیگم نے اس دنیا سے منہ کیا موزا کہ شیرازہ حیات بکھر کر رہ گیا \_\_\_\_\_  
\_\_\_\_\_ حال سے واپسی پر ابھی اس نے یونی فارم تبدیل ہی نہیں کیا تھا کہ راج منہ لٹکائے  
\_\_\_\_\_ ریش داخل ہوا۔  
\_\_\_\_\_ کیا ہوا۔

مجھے کسی رشتہ داری کے تقاضوں سے سروکار نہیں۔  
\_\_\_\_\_ وہ کھڑی ہو گئی۔

\_\_\_\_\_ کیا بات ہے \_\_\_\_\_ قوت \_\_\_\_\_ تمہاری پیشانی پر شکن؟  
\_\_\_\_\_ اچانک دوسری طرف سے احمد پلٹ آیا۔

\_\_\_\_\_ کچھ نہیں \_\_\_\_\_  
\_\_\_\_\_ قوت نے بات الٹ دی۔

\_\_\_\_\_ لیکن یا قوت نے احمد کو منصف ٹھہرا لیا۔  
\_\_\_\_\_ دیکھیں نا بھائی احمد \_\_\_\_\_ اتنا بڑا سانحہ ہو گیا ہے \_\_\_\_\_ لیکن باقی نے اپنے

\_\_\_\_\_ وہ قریب صوفے پر بیٹھ گیا۔  
\_\_\_\_\_ کچھ تو ہے جو یوں منہ بسورے چلے آ رہے ہیں۔  
\_\_\_\_\_ وہ مضطرب انداز میں بولی۔  
\_\_\_\_\_ کچن کا دیوالیہ ہو گیا ہے۔

\_\_\_\_\_ بہنوئی سے ابھی تک اماں کا افسوس نہیں کیا۔  
\_\_\_\_\_ اس کی کوئی خاص وجہ؟

راخ نے جرات اٹھا کر پیدا کی۔

ماسٹر کمپنی کا \_\_\_\_\_

جیسے یا قوت کو یقین نہ آیا ہو \_\_\_\_\_

ہاں یہی ماسٹر کمپنی کا \_\_\_\_\_ بلکہ چند دنوں میں کوٹھی بھی خالی کرنا ہو گی۔

ایک دم سے تکالیف کے پہاڑ گرا دینا چاہتا تھا۔

ہیں \_\_\_\_\_ اللہ یہ کیا ہو گیا۔

یا قوت بہت پریشان ہو گئی۔

تم تو حوصلہ کرو \_\_\_\_\_ خدا کوئی صورت نکال ہی دے گا \_\_\_\_\_ راخ نے

یا قوت کو سہارا دیا۔

کیا صورت نکلے گی \_\_\_\_\_ ایسی اچھی نوکری پھر تو نہیں مل سکتی \_\_\_\_\_ اگر

اس وقت ہی سرکاری ملازمت ہوتی تو ایسا تو نہ ہوتا۔

یا قوت کو گئے وقت کی تلافی کرنا تھی۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا تھا \_\_\_\_\_ اس

منگائی کے دور میں پانچ بچوں کا ساتھ \_\_\_\_\_ ضروریات زندگی اور تعلیمی اخراجات آڑ

چار ہزار میں یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا۔

اس کا مطلب کہ یہ فرنیچر یہ سامان یہ سب کچھ \_\_\_\_\_ وہ رک گئی۔

ہاں، ہاں \_\_\_\_\_ کمپنی کا ہے \_\_\_\_\_ ہمیں صرف اپنا ذاتی سامان لے کر جانا۔

گا۔ وہ یا قوت کے سوال و جواب سے جھنجھلا اٹھا تھا۔

بہت برا ہوا \_\_\_\_\_ کاش ہم منزل تک پہنچنے کے لئے سست کا تعین کر لیتے

\_\_\_\_\_ یا قوت بڑے مایوسانہ انداز میں صوفے پر بیٹھ گئی۔

بیگم صاحبہ \_\_\_\_\_ منا رو رہا ہے \_\_\_\_\_ لے لیجئے ذرا \_\_\_\_\_ میں گڑیا کو لہجہ

دے دوں۔

بوڑھی اماں نے کمرے میں آکر منے کو یا قوت کی گود میں بٹھاتے ہوئے کہ

یا قوت نے پونے دو سال کے گول منول منے کو گود میں بٹھالیا \_\_\_\_\_ اور آنے والے

بچے کے بارے میں سوچنے لگی۔

کیا بات ہے \_\_\_\_\_ کچھ سوچ رہی ہو۔

راخ کو اب وحشت سی ہونے لگی۔

میری سوچیں لا محدود ہیں \_\_\_\_\_ کیا بتاؤں آپ کو \_\_\_\_\_

یا قوت کے انداز میں پچھتاوے کا عنصر غالب تھا۔

مجھ سے شادی کر کے پچھتا رہی ہو۔

راخ نے کہا۔

اب کیا فائدہ \_\_\_\_\_ چھ بچوں کی ماں بننے والی ہوں \_\_\_\_\_ پچھتا بھی لوں گی تو

باماصل \_\_\_\_\_ وہ آہستہ سے بڑبڑا کر رہ گئی۔

لیکن راخ کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی تھی۔ راتوں رات امیر بننے کے جو

اب اس نے دیکھے تھے وہ پورے ہوتے نظر نہیں آرہے تھے۔

دن رات انہیں سوچوں میں مستغرق رہتا \_\_\_\_\_ کوٹھی خالی کرنے میں صرف دو

باقی تھے \_\_\_\_\_ اور ابھی تک کہیں کوئی مکان نہیں ملا تھا۔

کوئی مکان ہزار بارہ سو سے کم نہیں مل رہا \_\_\_\_\_ اب کیا ہو گا \_\_\_\_\_ وہ

رک سے بولی۔

اماں کے ہاں چلے جاتے ہیں \_\_\_\_\_ آخر اس میں تمہارا بھی تو حصہ ہے۔

وہ خود غرضی پر اتر آیا۔

اس گھر میں \_\_\_\_\_ لوگ کیا کہیں گے \_\_\_\_\_ اور پھر منگوائش کہاں ہے وہاں

\_\_\_\_\_ وہ باتوں میں انکار کرتے بولی۔

بہت منگوائش ہے \_\_\_\_\_ فراز تو اپنے گھر ہے \_\_\_\_\_ قوت کے پاس اوپر والا

اب وہ بھی خالی ہو جائے گا \_\_\_\_\_ سارا مکان تو خالی ہے \_\_\_\_\_ اور کیا چاہئے

\_\_\_\_\_ راخ کی گفتگو زہر میں بجھے تیر کی طرح اس کے سینے میں پیوست ہو

سسرال کے گھر داماد کچھ زیب نہیں دیتا۔

یا قوت نے کہا۔

میں کونسا ان کی پابندی لگا بیٹھا رہوں گا۔

وہ اپنے ارادے کی عزمانیت چھپانہ سکا۔

بھابی \_\_\_\_\_ جلدی کھانا چاہئے \_\_\_\_\_ جانا ہے \_\_\_\_\_

دونوں ایک دم چونک اٹھتے \_\_\_\_\_

کہاں جانا ہے \_\_\_\_\_ جب بھی آتے ہو تمہیں جانے کی ہی جلدی ہوتی ہے

یا قوت جھلا کر بولی۔

تمہارا میٹرک کا امتحان ہے \_\_\_\_\_ محنت کرو گے تو پاس ہو گے \_\_\_\_\_

راخ نے کہا۔

مجھے نہیں پڑھنا \_\_\_\_\_ میں تو کوئی کاروبار کروں گا۔

تمہیز نے دھپ سے کرسی پر بیٹھ کر صاف انکار کر دیا۔

چلو \_\_\_\_\_ یہ بھی گیا \_\_\_\_\_

یا قوت طنزاً بولی۔

کھانا تو دیں \_\_\_\_\_ بعد میں کہہ لیجئے گا جو کتنا ہے۔

وہ لا پرواہ سا بیٹھ گیا۔

جاؤ اماں سے کہو \_\_\_\_\_ تمہیں کھانا دے۔

راخ بھائی کی حمایت میں بولا۔

یا قوت خود ہی اٹھ گئی \_\_\_\_\_ وہ بات کو طول دینا نہیں چاہتی تھی۔

چند منٹوں کے بعد وہ واپس آئی۔

میز پر کھانا لگا دیا ہے \_\_\_\_\_ کھا لو جا کر \_\_\_\_\_

یا قوت نے کہا۔

ٹھیک ہے۔

وہ منہ زور گھوڑے کی طرح اٹھا \_\_\_\_\_ پاؤں پٹختا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

وہ دیکھ رہی تھی جب سے رابعہ بیگم نے انتقال کیا تھا \_\_\_\_\_ تمہیز کے طور

رہنے اور ہو گئے تھے۔ وہ بہت لاڈلا بننے کی کوشش کر رہا تھا \_\_\_\_\_ جیب خرچ کی

بہت زیادہ ہو گئی تھی \_\_\_\_\_ اگر پوری نہ کی جاتی تو فساد کھڑا ہو جاتا \_\_\_\_\_ اور اس

مورد الزام صرف یا قوت کو ٹھہرایا جاتا۔ راخ بھی یہی کہتا کہ تم اسے اچھا نہیں

ہی۔ وہ تمہاری نظروں میں کھٹکتا ہے۔

یہ تم کہہ رہے ہو \_\_\_\_\_ جس کی ہر جائز و ناجائز خواہشات پوری کی ہیں میں

یا قوت سب پا ہو گئی۔

اصل موضوع سے ہٹنے کی کوشش نہ کرو \_\_\_\_\_ میں تمہیز کی بات کر رہا ہوں \_\_\_\_\_ راخ چلایا۔

سب جانتی ہوں \_\_\_\_\_ تمہیز کی آڑ میں تم مجھے \_\_\_\_\_

وہ چلائی \_\_\_\_\_ لیکن راخ نے اس کی بات کاٹ دی۔

بکواس بند کرو \_\_\_\_\_

بس اسی طرح ماحول خراب رہنے لگا \_\_\_\_\_ نہ مکان ملا \_\_\_\_\_ نہ وہ پہلے جیسی

تھی۔ ملازمہ کو بھی چھٹی کر دی تھی۔ ویسے بھی راخ اور مکان لینے کے حق میں

نہیں۔ آج شام کو بات کر دے امی سے۔

راخ نے کہا۔

میں نے کر لی تھی۔

پھر کیا کہا انہوں نے۔

راخ چونک سا گیا۔

انہوں نے کہا اوپر تین کمرے ہیں \_\_\_\_\_ کہہ رہی تھیں آجاء \_\_\_\_\_ انکار

نہی تھیں وہ۔

تو بس ٹھیک ہے۔۔۔ رہائش کا مسئلہ تو حتم ہو گیا۔۔۔ بلکہ حل ہو گیا۔۔۔ راج کے کردار و افعال کی بدلتی تصویر اسے اندیشوں و دوسوں کے سپرد کر بی تھی۔ لیکن پھر بھی سب مجبوریوں کے ساتھ اس نے حالات سے سمجھوتہ کرنا تھا وہ کرے گی۔۔۔ چھ بچے اس کے راستے کی دیوار تھے۔ زینت بیگم اور شفقت ہاں نے پھر بھی اس کا ہمت ساتھ دیا۔ وہ اپنا مکمل سامان لے آئی تھی۔ اوپر تین نروں میں جس کے ساتھ چھوٹا سا کچن بھی تھا قنوت نے بڑی اچھی یسٹنگ کر دی تھی۔

ای کے پاس رہنے سے بہت سے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

یا قوت نے طنزاً کہا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔

راج اچک کر بولا۔

یا قوت ایک دم سے چونکی۔

جی۔۔۔

قوت نے پکارا تھا۔

تمیز کہاں رہے گا۔

قوت نے کہا۔

ادھر ہی ہمارے ساتھ۔

یا قوت نے شرمسار انداز میں کہا۔

پگلی ہو۔۔۔ تمہارے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے۔۔۔ اس کے لئے میرا کمرہ

بہرے گا۔۔۔ قوت قربانیاں دینے کی عادی ہو چکی تھی۔

آپ کا۔۔۔ یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔

ہاں ہاں۔۔۔ کوئی انوکھی بات نہیں۔۔۔ میں فراز کے کمرے میں شفٹ آ جائی ہوں۔

بانی۔۔۔ میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔

یا قوت نے قوت کے چہرے کو دیکھ کر کہا۔۔۔ اور بہن کی خاطر اس نے

مُن قبول کر لیا۔۔۔ اور دوسرے دن اپنے سامان کو نیچے فراز کے کمرے میں لے

آ دیا۔۔۔ دیے بھی راج سے آنا سامنا اسے پسند ہی نہیں تھا۔

مطلب یہ کہ بچوں کو سنبھالنے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ مکان کا مسئلہ بھی

ہو گیا۔ گھر اکیلا ہے وہ بھی مسئلہ حل ہو گیا۔

بس بس۔۔۔ تقریر نہیں سننا چاہتا۔۔۔ تمیز کے لئے بھی کمرہ

چاہئے۔

وہ بڑی ڈھٹائی سے بولا۔

وہ گھر ہے مہمان خانہ نہیں۔۔۔

یا قوت کو بہت غصہ آگیا۔۔۔ اس سے اب راج کی خود غرضی برداشت

ہو رہی تھی۔

تو کیا بھائی کو گھر سے باہر نکال دوں۔

راج بھی تلخ ہو گیا۔

گھر سے باہر نکالنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ تین کمرے بہت ہیں ہمارے۔

یا قوت ہر ممکن گزارہ کرنا چاہتی تھی۔ ماضی کے حالات اسے آئندہ کوئی نہ

اٹھانے نہیں دے رہے تھے۔۔۔ اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ راج سے شادی

کے اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ راج واقعی قنوت جیسی سلجھی ہوئی سویر لڑکی

لئے ٹھیک نہیں تھا۔۔۔ سو خدا نے راج کو ایک حادثہ کے ذریعے میرے نصیب

لکھ دیا۔۔۔ وہ ایسی ذخیر میں بندھ چکی تھی جس سے نکلنا سوائے موت کے

ہے احمد کو کپ تھما کے دوسرا خود لے لیا۔

بت دن ہو گئے۔ قوت کی کوئی خبر نہیں لی۔ اور نہ ادھر سے کوئی

سزاواروں نے خود ہی احمد کی مشکل حل کر دی تھی۔ وہ اسی طرح لان  
پاہتا تھا کہ قوت کی کوئی بات ہو۔

آپ ہو آئیں نا جا کر۔ کیسی ہے وہ۔ ویسے راج کا رویہ اس سے  
ہے۔ قوت کے ساتھ یا قوت کی تعلنی اسے یاد آگئی۔ جو شوہر کی حمایت  
دی تھی۔

نہیں کیسے علم ہوا۔۔۔ ویسے قوت تو بڑی سلیبی ہوئی لڑکی ہے۔ میں  
مجھے کہ وہ جھگڑا ہو۔

معلوم نہیں پھر کوئی جیلس وغیرہ کی چیز ہوگی۔

احمد نے اس بور ٹاپک کو ختم کرنا چاہا۔

ہاں امی۔۔۔ یاد آگیا۔۔۔ یا قوت بال بچوں سمیت والدین کے ہاں مقیم ہو  
۔۔۔ احمد نے چونک کر کہا۔

وہ کیوں۔۔۔ اچھا بھلا گھر تھا اس کا۔

سزاواروں کی حیرت عروج تک پہنچ گئی۔

راج آج ملا تھا۔۔۔ کہہ رہا تھا۔۔۔ ملازمت چھوڑ دی ہے۔

احمد کے انداز میں غیر اعتمادی کا عنصر تھا۔

کیوں؟۔۔۔ نکال دیا ہو گا۔۔۔ وہ بہت تیز بھاگ رہا تھا۔۔۔ سزا  
تھی ہوشیار عورت تھیں۔

اچھا خیر۔۔۔ اس فضول بحث کو چھوڑو۔۔۔ میں چاہتی ہوں قوت کو بہت  
دانا کر لے آؤں۔

اب ایک سال تک ممکن نہیں۔

آج موسم قدرے خوبصورت تھا۔۔۔ منھی منھی بدلیاں سیاہ وردی ہیں  
فوجیوں کی طرح ڈیرے ڈالے آگے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔۔۔ ٹھنڈی تیز ہوا چل  
رہی تھی۔ شام پانچ کا عمل تھا۔۔۔ سزاواروں نے ملازمہ کو لان میں ہی چائے لائے  
کو کہہ دیا تھا۔

جی بہتر۔۔۔ ملازمہ پلٹ گئی۔

احمد کو کہنا لان میں ہی آجائے۔

وہ آرام کرسی پر بیٹھتے بیٹھتے بولیں۔

جی بہتر۔۔۔

اور ملازمہ چلی گئی۔

چند لمحوں کے بعد ملازم خوبصورت ٹرے میں چائے لے آیا۔۔۔ اور از

کے فوراً بعد احمد بھی ادھر ہی آگئے۔

وہ اس وقت غسل سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر کے ادھر ہی آگئے تھے۔

آؤ بیٹا چائے پیو۔

سزاواروں نے بڑی محبت سے خوش آمدید کہا۔

وہ بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

کیسی طبیعت ہے بیٹا۔

ماں نے محبت اور تشویش بھری گہری نظر ڈالی۔

خدا کا لاکھ شکر ہے امی۔۔۔ ویسے ڈاکٹر ولیم کے علاج سے سکون ملا ہے۔

احمد نے کہا۔

خدا شفا دے گا۔۔۔ اس کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔

ماں کے دل کو قرار سا مل گیا تھا۔۔۔ وہ مطمئن انداز میں چائے پی



احمد کا لہجہ افسردہ تھا۔

وہ کیوں؟

اس لئے کہ رابعہ بیگم کو ابھی ایک سال نہیں ہوا \_\_\_\_\_ اور رابعہ بیگم راحہ کی والدہ اور راحہ شفقت خاندان کا داماد ہے۔

احمد نے آگے جھک کر ماں کو راحہ کی اہمیت سے آگاہ کیا۔

یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو \_\_\_\_\_ لیکن اب وہاں قنوت کا رہنا مناسب \_\_\_\_\_ وہ بڑی پریشانیوں میں الجھ جائے گی۔

مسز ہارون سمجھ رہی تھیں کہ یا قنوت کے آجانے سے قنوت کو ایک ملازم طرح کام کرنا پڑ رہا تھا۔

دیکھ لیں آپ بات کر کے۔

احمد یاس بھرے انداز میں بولا۔

ابھی نہیں \_\_\_\_\_ اگلے ماہ بات کروں گی \_\_\_\_\_ اس وقت تین ماہ ہو جائیں رابعہ بیگم کو \_\_\_\_\_

صاحب جی آپ کا فون \_\_\_\_\_

ملازم نے ریسور اور ٹیلی فون لان میں ہی احمد کے سامنے رکھ دیا۔

احمد \_\_\_\_\_ آپ کیسے ہیں \_\_\_\_\_

ارے قنوت تم \_\_\_\_\_ کہاں سے بول رہی ہو \_\_\_\_\_ میں تو ترس گیا تھا نہ

آواز کو \_\_\_\_\_ اس نے ماں کی پرواہ نہ کی۔ احمد کی خوشی کی انتہا نہ رہی \_\_\_\_\_

کی آواز اس کے کانوں میں رس مھول گئی \_\_\_\_\_ میں آج کل فراز کے ہاں \_\_\_\_\_ ہوئی ہوں۔

اچھا \_\_\_\_\_ پھر تو بڑی سوچیں ہوں گی \_\_\_\_\_ کوئی پابندی وغیرہ تو نہیں؟

احمد بھی خوش ہو گیا۔

جی ہاں \_\_\_\_\_ لیکن پابندی سے مطلب؟ \_\_\_\_\_

قنوت ایک دم حیرانی سے بولی۔

آئی کیسی ہیں \_\_\_\_\_

ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ لو بات کرو ان سے \_\_\_\_\_

احمد نے ریسور مسز ہارون کو پکڑا دیا۔

ہیلو \_\_\_\_\_ قنوت بیٹی \_\_\_\_\_ آپ سنائیں۔

خدا کا شکر ہے \_\_\_\_\_ بہت دن ہوئے تم سے ملاقات نہیں ہوئی \_\_\_\_\_ آجاؤ

ی دن \_\_\_\_\_ مسز ہارون بیٹی کی زبان بول رہی تھیں۔

ادھر قنوت نے ہنس کر فون بند کر دیا۔

دوسرے دن دوسرے کے وقت وہ رکشے پہ بیٹھی اور احمد کے گھر پہنچ گئی۔ بہت

بھائی نے کہہ ڈرا نیور چھوڑ آئے گا \_\_\_\_\_ لیکن وہ بات کھولنا نہیں چاہتی تھی۔

اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے وہ حسب عادت سیدھی سفید ساڑھی کا پلو

لٹی احمد کے کمرے میں ہی پہنچ گئی \_\_\_\_\_ قنوت نے آہستہ سے پردہ سرکا کر دیکھا

\_\_\_\_\_ احمد کی دروازے کی طرف پشت تھی اور وہ پیانو کے پاس بیٹھا اپنی پسند کی

باجا رہا تھا۔ کمرے میں بیرونی کھڑکی سے چمن چمن کے روشنی آ رہی تھی \_\_\_\_\_

دروغن کے ہم رنگ دیوار پردے گرے ہوئے تھے \_\_\_\_\_ بہت ہی خواب آگئیں

ن تھا۔

اسے شرارت سوچھی \_\_\_\_\_

وہ دبے پاؤں آہستہ آہستہ چلتی احمد کی پشت تک پہنچ گئی \_\_\_\_\_ اور نرم و

ذہن صورت ہاتھ اس کی آنکھوں پر رکھ دیئے۔

ہوں \_\_\_\_\_ وہ ہی ہو \_\_\_\_\_ جس کا مجھے انتظار ہے۔

پیانوں سے انگلیاں ہٹاتے ہی اس نے فوراً ہاتھ بڑھا کر قنوت کے ہاتھ تھام

میں تو نضاؤں میں تیرا وجود محسوس کر لیتا ہوں۔

احمد نے قوت کو اپنے سامنے ہی بیٹھا لیا۔

کیسی طبیعت ہے۔

قوت نے یونہی بیٹھے بیٹھے کہا۔

تم سامنے ہو تو بہت اچھا ہوتا ہوں \_\_\_\_\_ تمہری عدم موجودگی میں شدید  
\_\_\_\_\_ وہ بڑا خوش نظر آ رہا تھا۔

بتا دوں آنٹی کو \_\_\_\_\_ کہ سارا فراڈ ہے \_\_\_\_\_ وہ کھل کھلا کر ہنس دی۔

موتیوں کی طرح سفید دانت یوں لگے جیسے مال ٹوٹ گئی ہو۔

ہاں لیکن ایک شرط پر۔

احمد نے قوت کے دونوں ہاتھ ابھی تک پکڑے ہوئے تھے۔

کوئی شرط \_\_\_\_\_

ساڑھی کا پلو ڈھلک کر نیچے سرک گیا تھا۔

وہ اس کے تراشیدہ کندنی بدن کو دیکھ کر مدہوش ہو گیا۔

یہی کہ کہیں جانا نہیں۔

وہ اب اس کے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔

کیا کہوں احمد \_\_\_\_\_ مجھے خود آپ کا خیال ہے \_\_\_\_\_ آپ کو میری

ضرورت ہے \_\_\_\_\_ میں سمجھتی ہوں \_\_\_\_\_

قوت کو احمد پر رحم بھی بہت آتا تھا۔

تو تاخیر کس بات کی ہے۔

وہ جھنجھلا کر بولا۔

ارے بھی راجہ پھوپھو کو کم از کم ایک سال ہونا چاہئے۔

ایک سال تک میں چاہے اللہ کو پیارا \_\_\_\_\_

احمد \_\_\_\_\_ کیسی باتیں کرتے ہیں آپ \_\_\_\_\_ قوت تڑپ کر اس سے لپ

\_\_\_\_\_ خدا میں اب آپ کا کوئی صدمہ برداشت نہیں کر سکوں گی۔

احمد نے قوت کو اپنے مضبوط بازوؤں کے حصار میں لے لیا \_\_\_\_\_ میری زندگی

میرا سکون \_\_\_\_\_ تمہری وجہ سے مجھے زندگی کی راحت نصیب ہوئی ہے۔

احمد \_\_\_\_\_

قوت اس کے کار سے کھیلتے ہوئے بولی۔

آج کے بعد کبھی موت کا ذکر نہیں کرنا آپ نے۔

نہیں کرتے سرکار \_\_\_\_\_ اور حکم \_\_\_\_\_

وہ والہانہ انداز میں بولا۔

اچانک دونوں چونک گئے۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

کون \_\_\_\_\_ احمد نے کہا \_\_\_\_\_

قدیر ہوں صاحب جی \_\_\_\_\_

قدیر جانتا تھا کہ قوت اور احمد ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے \_\_\_\_\_

آجائو \_\_\_\_\_

قوت اٹھ کر سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

قدیر نے اندر آتے ہی سلام کیا۔

کیا بات لے ہے۔

راخ صاحب آئے ہیں \_\_\_\_\_

قدیر نے کہا۔

اف اللہ \_\_\_\_\_ اس شخص نے زندگی اجیرن کر دی ہے۔

احمد نے ماتھے پر ہاتھ مارا \_\_\_\_\_

کیا ہوا \_\_\_\_\_ کوئی کام ہو گا انہیں \_\_\_\_\_

قوت نے آہستہ سے کہا۔

ہاں \_\_\_\_\_ نوکری چھوڑ بیٹھا ہے \_\_\_\_\_ اب کاروبار کے لئے کچھ رقم مانگ

رہا ہے۔

رقم \_\_\_\_\_

قوت نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

ہاں \_\_\_\_\_ تمہارے خیال میں کیا کرنا چاہئے۔

احمد نے کہا۔

آپ پہلے قدر کو جواب دیں \_\_\_\_\_ قوت نے قدر کی طرف اشارہ کیا۔

ارے ہاں قدر \_\_\_\_\_ تم نے میرا بتا دیا۔

جی نہیں \_\_\_\_\_ میں نے کہا کوٹھی کے اندر دیکھتا ہوں \_\_\_\_\_

شاباش \_\_\_\_\_ کافی سمجھدار آدمی ہو \_\_\_\_\_ کہہ دو میں گھر پہ نہیں ہوں۔

قوت کے لئے وہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو گیا۔

ٹھیک ہے صاحب میں کہہ دوں گا۔

ارے قدر کیسے یہ نہ کہہ دیتا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں گھر پہ نہیں \_\_\_\_\_

قوت کی بات سے احمد اور قوت کھل کھلا کر ہنس دیئے۔

قدر ہنستا ہوا چل دیا۔

جناب احمد صاحب تو گھر پہ نہیں ہے۔

اچھا \_\_\_\_\_

راخ کھڑا ہو گیا۔

کب آئیں گے۔

راخ ویران سالک رہا تھا۔

معلوم نہیں سرکار \_\_\_\_\_

قدر سادگی سے بولا۔

کوئی وقت بتا کر نہیں گئے۔

راخ نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔

بادشاہ لوگ ہیں سرکار \_\_\_\_\_ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔

قدر چاہتا تھا کہ وہ جلد جان چھوڑ جائے تو بہتر ہے۔

اچھا \_\_\_\_\_ میں چلتا ہوں \_\_\_\_\_ انہیں میرا بتا دینا۔

بہت بہتر \_\_\_\_\_

راخ باہر نکل گیا اور قدر پلٹ آیا۔

اچھا جی \_\_\_\_\_ پھر کوئی اور بات \_\_\_\_\_

احمد اٹھ کر قوت کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

کچھ نہیں \_\_\_\_\_ ارے ہاں احمد مجھے یاد آیا \_\_\_\_\_ راخ کتنا روپیہ مانگ رہا

روپیہ تو بہت مانگ رہا ہے۔

احمد نے کہا۔

بہت مانگ رہا ہے \_\_\_\_\_ پھر بھی کتنا؟ \_\_\_\_\_

قوت سیدھی ہو کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے بولی۔

کم از پانچ لاکھ \_\_\_\_\_

احمد نے ہاتھ کی پانچ انگلیوں کا اشارہ کیا۔

یہ تو بہت زیادہ ہے \_\_\_\_\_ ذرا سوچ سمجھ کر \_\_\_\_\_ ادھار محبت کی فینچی ہے

\_\_\_\_\_ قوت نے کہا۔

اس ادھار سے تیری میری محبت کو فرق نہیں پڑے گا۔

احمد حسب عادت فراخ دلی سے بولا۔

یہ بات نہیں ہے \_\_\_\_\_ لیکن پھر بھی آپ آنٹی سے مشورہ ضرور کر لیں۔

قوت راخ کی طبیعت سے واقف تھی۔

ہاں وہ تو میں امی سے پورا مشورہ کروں گا \_\_\_\_\_ امی بہت اچھی اور بہتر مشیر

ہے۔ بائی دی دے قوت تمہیں علم ہو گا کہ راخ نے ملازمت کیوں چھوڑی۔

مجھے نہیں معلوم۔

قوت بات دبا گئی۔۔۔ وہ بہن کا پردہ چاک نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اچھا چھوڑو۔۔۔ چائے پیو کی یا کافی۔۔۔

احمد نے محبت سے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

جو آپ کا جی چاہے۔ میں وہی پسند کرتی ہوں۔

قوت نے اپنی طبیعت کو بھی اس کی پسند پر چھوڑ دیا تھا۔

ٹھیک ہے بھر کافی چلے۔۔۔

احمد نے کہا۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی کال بل دبا دی۔

کافی پینے کے بعد دو محبت کے مارے بیٹھے رہے۔۔۔ عمر بھر ساتھ رہنے کی

تمنیں، جینے مرنے کے وعدے، دو جسم تھے لیکن ایک قالب میں ڈھلے ہوئے تھے۔

صاحب۔۔۔ احمد صاحب ملنے آئے ہیں آپ سے۔

ملازم نے کہا۔

بلاؤ۔۔۔

احمد نے ایک دم کہا۔

جی بہتر۔۔۔ ملازم چلا گیا۔۔۔ اور چند لمحوں کے بعد احمد صاحب کمرے میں تشریف لائے۔

آئیے آئیے۔۔۔ ماشاء اللہ اس کرسی پر بیٹھ رہے ہیں سرکار۔۔۔ احمد قدرے بذلہ سنج انسان تھا۔

ارے یار جانے دو۔۔۔ کھن لگانے کی تمہیں عادت ہے۔

احمد خوب ہنستے ہوئے بولا۔

آسکتی ہوں۔۔۔

وہ بری طرح چوٹک گیا۔۔۔ دروازے میں کسی آسیب کی طعن قوت کی آواز۔

کچھ ہے۔ بھلا اسے بھی کسی چیز کی طلب رہ جاتی ہے۔ جس کے پاس کسی اچھے انسان کی بخشی ہوئی قبولیت کی سند ہو۔ جسے کسی کے من میں بسنے کا یقین، جس کی روح کا تانا کسی دوسرے سے بندھا ہو۔

کیا سوچ رہی ہو۔

احمد نے ٹھوکا دیا۔

جی ہاں۔ بس میں نہ جانے کہاں چلی گئی تھی۔

اچھا احمد صاحب میں چلتا ہوں۔

احمد کھڑا ہو گیا۔

ارے بیٹھو تیار۔ کسی کام آئے تھے۔

احمد نے خیال کیا۔ کیونکہ احمد بغیر کسی وجہ کے نہیں آتا تھا۔

چھوڑو بات وات کو۔ تم لوگ بیٹھو۔ پھر سہی۔

احمد نے جانے کے لئے قدم اٹھائے۔

بات تو سنو۔

احمد نے ذرا بلند آواز سے کہا۔

احمد پلٹا۔

ارے پاگل انسان۔ تم جاننے تو ہو کہ قوت ہے۔ تمہاری ہونے

والی بھابی۔ اور اس سے کیا پردہ۔ یہ تو میرے جسم کا ایک حصہ ہے۔

وہ بے تکلف کہہ گیا۔

قوت ہونٹوں پر ہی مجسم ہو گئی۔ یہی باتیں احمد کی اچھی لگتی تھیں

اور اسے پیار آتا ہے۔

احمد کو اس کے یا قوتی ہونٹوں پر مجسم کھلتا بہت اچھا لگا۔

احمد بیٹھ گیا۔

کو۔

ارے قوت تم۔ آؤ آؤ بیٹھو۔

وہ احترام "کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ احمد بھی کھڑا ہو گیا۔

شکریہ۔

قوت سامنے ایک خوبصورت کرسی پر بیٹھ گئی۔

قوت کے بیٹھے دونوں بھی بیٹھ گئے۔

کیسے راستہ بھول پڑا تمہیں۔

احمد انتہائی اپنائیت اور دل لگی سے بولا۔

آج کام ہی نہیں تھا۔ چند دنوں میں رزلٹ بولنے والا ہے۔ چینگ

ہو چکی ہے۔ اس لئے میں نے سوچا احمد صاحب کا نیا آفس تو دیکھ آؤں۔

Very Good۔ بہت اچھا کیا تم آگئیں۔ لو دیکھو کارڈ بھی چھپ

گئے ہیں۔ احمد نے ایک نکال کر قوت کے سامنے رکھ دیا۔

قوت اینڈ کمپنی لینڈ۔

احمد یہ کیا مذاق ہے۔

قوت اتنا بڑا فیملہ دیکھ کر حیرت زدہ سی رہ گئی بلکہ اس کی زبان گنگ ہو گئی۔

مذاق نہیں ہے یار۔ اس کی سیاہ سفید کی تم وارث ہو۔ احمد نے

جبک کر اسے سمجھانا چاہا۔

مگر میں اس قدر زیادہ کی متمتع نہیں ہوں۔ تھوڑے پر قناعت کر لینی

ہوں۔ قوت پریشان سی ہو چکی تھی۔

اوہو۔ ارے احمد یار سمجھاؤ اسے۔

احمد نے احمد کی طرف رخ کیا۔

مت گھبرائیے۔ یہ کہنی آپ کی ہے۔ بلکہ احمد صاحب نے تو آپ

کے نام ہی کر دی ہے۔

جی۔ ساکن سی ہو گئی۔ میں بہت خوش ہوں۔ میرے پاس بہت

احمد نے سرگوشانہ انداز میں کہا۔

تم جس شخص سے ساجھے داری ڈال رہے ہو \_\_\_\_\_ وہ شخص اچھا نہیں ہے۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔

قوت اور احمد ایک دم سے چونک گئے۔

ماسٹرز کمپنی نے فراڈ کے کیس میں اسے نکال دیا ہے، بلکہ اس کے بچوں کا خیال کرتے ہوئے اس سے رقم بھی وصول نہیں کی \_\_\_\_\_ سالہ عمر قید تو ہوتا ہی \_\_\_\_\_ احمد کا ریک انداز قوت اور احمد دونوں کو شرمسار کر گیا۔

اس کا اتنا پتا \_\_\_\_\_ پھر بھی کون ہے وہ \_\_\_\_\_

احمد معاملے کی تہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

ارے بھی \_\_\_\_\_ وہ شفقت میاں نہیں ہیں \_\_\_\_\_ رٹائرڈ ہیڈ ماسٹر \_\_\_\_\_

بڑے شریف آدمی ہیں \_\_\_\_\_ ان کا داماد ہے۔

احمد نے پورا شجرہ بتا دیا تھا۔

ہوں \_\_\_\_\_

احمد نے کرسی سے ٹیک لگا لی۔

کیا معلوم انواہ ہوا \_\_\_\_\_ ماسٹرز کمپنی اس نے خود چھوڑی ہو \_\_\_\_\_ یا دیوالیہ ہو

گیا ہو۔

احمد نے کہا \_\_\_\_\_ کیونکہ دیوالیہ کا ڈھونگ تو راسخ نے رچایا ہی تھا۔

ارے نہیں \_\_\_\_\_ یقین نہ آئے تو چل کل پوچھ لیتے ہیں \_\_\_\_\_

احمد جوش میں آگیا۔

اچھا \_\_\_\_\_ اچھا \_\_\_\_\_ دیکھا جائے گا \_\_\_\_\_ تم چائے تو پیو \_\_\_\_\_ احمد پ

سکون ہو گیا۔

احمد نے پہلے کپ قوت کو دیا پھر احمد کو اور تیسرا خود لیا۔

چند لمحوں کے بعد احمد تو چائے پینے کے بعد چلا گیا۔

کلاک نے ٹن سے ساڑھے بارہ بجادئے۔

چلو گھر چلیں \_\_\_\_\_ وہاں سکون سے باتیں ہوں گی۔

احمد اٹھتے ہوئے بولا۔

احمد \_\_\_\_\_ مجھے تو اب اجازت دیجئے۔

وہ معذرت خوانی کے انداز میں بولی۔

ارے واہ \_\_\_\_\_ کیسے ہو سکتا ہے \_\_\_\_\_ میرے ساتھ جانا ہو گا۔

وہ ہنس دی \_\_\_\_\_ اف اللہ احمد ضد نہ کیجئے \_\_\_\_\_ بھابی ناراض ہو گی \_\_\_\_\_

اپ کو معلوم ہے کہ میں آج کل فراز کے ہاں رہ رہی ہوں۔

دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے۔

آؤ \_\_\_\_\_

احمد نے بڑے اصرار کے ساتھ اسے اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھالیا۔

یہ خوش خبری جا کر راسخ نے یا قوت کو سنائی۔ لیکن جب اس نے یہ کہا کہ ابھی

مادی بھی نہیں ہوئی تو احمد نے پوری کمپنی اس کے نام کھول دی ہے۔

کون □

یا قوت نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

تمہاری بہن \_\_\_\_\_ اور کون \_\_\_\_\_

وہ زبردست حاسدانہ انداز میں بولا۔

تو اس میں پریشانی کی کوئی بات ہے \_\_\_\_\_ جس کے مقدر میں جو جو ہوتا ہے

اسے مل جاتا ہے۔

یا قوت کو راسخ کا انداز پسند نہیں آیا۔

تو کیا ذلت ہمارے مقدر میں لکھی ہے \_\_\_\_\_ کیوں؟

وہ چلا اٹھا \_\_\_\_\_

لیکن وہ خاموش رہی۔۔۔۔۔

جی۔۔۔ کیا بات ہے۔

وہ بری طرح چونک گئی۔

\_\_\_\_\_ کیا سوچ رہی ہو

وہ موٹر کاٹنے بولا۔

یہ شخص اب نہ جانے کیا کرے۔

قوت خوف و ہراس کی تصویر نظر آرہی تھی۔ وہ مشترکینہ باز کے رویے سے

الف تحسّی۔

کیا کرے گا۔۔۔ تمہارا گھر سے لکھنا بند کر دے گا۔

احمد نے کہا۔

کیا معلوم ایسا ہی ہو \_\_\_\_\_

قوت نے گہری سوچ سے ابھر کر کہا۔

تو یہ اس کی بھول ہوگی۔

احمد نے رفتار تیز کر دی۔

آپ کیا کر لیں گے؟

توت نے جیسے احمد کی غیرت کو ابھارا۔

احمد نے ایک جھٹکے سے کار سن شائن بہت بڑے ہوٹل کے سامنے روک دی۔

اندر آجاؤ۔۔۔ بتا دوں گا۔

دونوں چلتے چلتے خوبصورت کمرے میں داخل ہوئے۔۔۔۔۔ سنگ مرمر کی حسین

راشیدہ کرسیوں پر بیٹھتے ہی احمد نے کہا۔

اچھا۔۔۔ وہ تمہیں روک لے گا۔۔۔ میری قوت کو۔۔۔ جس پر صرف

میرا اختیار ہے۔ میرا حق ہے۔ وہ کون ہوتا ہے تمہاری طرف میلی آنکھ سے

میں نے والا \_\_\_\_\_ نہایت عقیدت سے احمد نے قوت کے ہاتھوں کو محبت بھرا بوسہ دے

لیکن وہ خاموش رہی۔۔۔۔۔

قوت اینڈ کمپنی لمیٹڈ \_\_\_\_\_ ابھی شادی ہوئی نہیں ہے \_\_\_\_\_ اور اس پر \_\_\_\_\_

بڑی کمپنی اس کے نام کر دی۔

راخ حسد کی آگ میں جل رہا تھا۔

آہستہ بولیے۔۔۔ کوئی سن لے گا۔

راخ کو احساس ہوا کہ واقعی اس نے بہت شور پیدا کر رکھا ہے

لئے ہونٹ سکپڑ لئے۔

شام کو کھانا بھی اس نے کم کھایا۔۔۔۔۔ تمام شب وہ اس آگ میں جلتا رہا۔

کڑھتا رہا اور جب یہ احساس ہوا کہ وہ کیا اس کے قابل نہ تھی تو غصے سے

پلنگ پر اسٹھ بیٹھا۔

کیا بات ہے۔۔۔۔۔ نیند نہیں آرہی۔

وہ بجی کو دودھ پلا رہی تھی اور راسخ کی تمام حرکات و سکنات پر اس کی

گہری نظر تھی۔

کچھ نہیں۔۔۔۔۔ تم سو جاؤ۔

وہ آہستہ مگر دھیمے لہجے میں بولا۔

باقوت خاموش ہو گئی وہ سمجھتا تھی کہ قنوت سے علیحدگی کا بھی

افسوس ہے اور پھر اس کے عروج کا \_\_\_\_\_ یہ شخص حسد کی آگ میں بری طعنا

جھلس رہا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ قنوت کو اس نے چھوڑ دیا تھا لیکن کوئی دوسرا شخص

اس کو اتنی عزت و توقیر کیوں دے اور جب اس نے ایک دن آفس میں دونوں کو باہر

نکلنے دیکھا۔

اور راسخ پھر سی \_\_\_\_\_ اندر فائیں رکھ دو \_\_\_\_\_ میں دیکھ لوں گا۔

ٹھیک ہے۔۔۔ وہ نگاہوں میں انکارے بھڑکتا نیل بر فائلیں رکھتے ہی نکل گیا۔

قنوت

دیا۔

بہرا چائے لے آیا تھا۔

قوت نے چائے پائی۔

میں بہت جلد ہی کو تمہارے ہاں بھیجنے والا ہوں \_\_\_\_\_ تمہاری جدائی اب برداشت نہیں ہوتی \_\_\_\_\_ آخر میں کب تک صبر کروں۔

قوت خاموش دیکھتی رہی \_\_\_\_\_ وہ کتنا سچا اور حق پرست لگ رہا تھا \_\_\_\_\_ وہ واقعی پوجنے کے قابل تھا \_\_\_\_\_ اس کی آنکھیں ہمیشہ اس کے لئے محبت کی شمعیں جلائے رکھتی تھیں۔

احمد دینا \_\_\_\_\_ کی کوئی طاقت مجھے آپ کی پرستش سے نہیں روک سکتی۔ ایک راج تو کیا \_\_\_\_\_ ساری دنیا راج بن جائے تو محبت کا سیل رواں نہیں رک سکا \_\_\_\_\_ احمد نے تشکر آمیز نظروں سے قوت کی طرف دیکھا \_\_\_\_\_ جہاں چاہتوں کے ان گنت دیپ روشن تھے۔

ایک دوسرے کے سہارے ہزار غموں کو بھول کر صرف ایک خوشی کے لئے دونوں زندہ تھے۔ احمد نے بڑھ کر قوت کو اپنے سینے کی پٹائیوں میں چھپا لیا۔

سکول جانے کی تیاری میں مصروف وہ ایک دم سے چونکی قد آدم آجینے میں راج کا عکس دیکھ کر وہ معاملے کی نوعیت کو سمجھ گئی تھی کہ راج نے گزشتہ دنوں احمد کے ساتھ دیکھا تھا \_\_\_\_\_ اور اب بیچارے کو موقع ملا ہے۔ ایک جھٹکے سے قوت دراز بالوں کو کٹھنی کر کے پشت کی طرف پھیلا دیا \_\_\_\_\_ راج کے آنے پر وہ پہنچا اچھی طرح اوڑھ لیا۔

اجازت ہے \_\_\_\_\_ وہ پردہ اٹھا کر اندر آ گیا۔

جب آپ تشریف لے ہی آئے ہیں تو اجازت کی کیا ضرورت \_\_\_\_\_

وہ بڑے تلخ لہجے میں بولی۔

ہوں \_\_\_\_\_ یہ تو ہے \_\_\_\_\_ وہ بے تکلف صوفے پر بیٹھ گیا۔

کیسے آتا ہوا \_\_\_\_\_ فرمایئے۔

وہ بڑی طنزاً "مگر خشک رویئے سے گویا ہوئی۔

تم کچھ زیادہ چالاک نہیں ہو گئیں۔

راج نے ٹیک لگا کر ٹانگ پر ٹانگ رکھی۔

یہ وہم ہے آپ کا \_\_\_\_\_ ہاں البتہ آپ میں کوئی فرق نہیں آیا \_\_\_\_\_

یہ اس کی طرف سے زبردست چوٹ تھی۔

کیا مطلب؟

راج چونکا۔

مطلب صاف ظاہر ہے \_\_\_\_\_ جس طرح آج سے دس بارہ سال ظاہر اور

نہیں فرق تھا۔

آج بھی وہی ہیں آپ \_\_\_\_\_

وہ شدید غصیلے انداز میں بولی۔

کیا کہہ رہی ہو۔

وہ تلخ ہو گیا۔

میرے کمرے میں آپ کس لئے آئے ہیں \_\_\_\_\_ میرا آپ سے کیا واسطہ

\_\_\_\_\_

قوت کو راج کی صورت سے نفرت تھی۔

بے شک میرا تمہارا واسطہ نہیں ہے \_\_\_\_\_ لیکن تمہیں ایک کام کرنا ہو گا

\_\_\_\_\_ کونسا کام \_\_\_\_\_ دوسرے ہی لمحے وہ پھر بولی \_\_\_\_\_ مجھے بلیک میل کرنے کی

کوشش مت کیجئے گا۔ میں احمد سے ملتی ہوں \_\_\_\_\_ اور ملتی رہوں گی \_\_\_\_\_ قوت

ناگسک کی چوٹ پر بات کہہ دی۔

چند ٹائپ کے لئے راج لڑکھا گیا \_\_\_\_\_ یہ وہی کمزور سی لڑکی ہے \_\_\_\_\_ جو



آج نڈر اور بے باک نظر آ رہی ہے۔

وہ ہماری نظروں سے قوت کے سرخ و سپید چہرے کو دیکھ کر بولا۔ اور دل  
جوت کی انتہا نہ رہی کہ یاقوت کی رنگت میں زمین آسمان کا فرق آگیا تھا۔  
قوت ابھی تک ترو تازہ ہے۔

میں کیا کر سکتی ہوں۔  
وہ اپنے پرس میں پین ڈالتے ہوئے بولی۔  
تم احمد سے دو لاکھ روپیہ دلا سکتی ہو۔  
وہ بے غیرت بھی ہو گیا تھا۔

اور جو چند ماہ پہلے پانچ لاکھ  
وہ قرض نہیں تھا بلکہ ساجھا کھانا تھا۔ ہم مل کے کام کر رہے ہیں۔  
اشارہ احمد کی طرف تھا۔  
احمد اور آپ مل کے کام کر رہے ہیں۔  
وہ ذرا سا مسکرائی۔

ہاں۔  
راخ نے گہری نظر ہاں کے ساتھ اس کے چہرے پر ڈالی۔  
مجھے درمیان میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ خود بات کر سکتے ہیں  
قوت کا لہجہ حد درجہ تلخ اور کڑوا تھا۔

راخ۔ کہاں ہیں آپ۔  
برآمدے میں یاقوت کی آواز آئی۔

بیوی پکار رہی ہے۔ آواز دے لیجئے اسے۔  
قوت نے چوٹ کی۔

اور اسی اثنا میں یاقوت اندر داخل ہوئی۔  
کیا ہو رہا ہے۔  
یاقوت نے کہا۔

وہ میں جانتا ہوں کہ تم بے خوف و خطر اس بد معاش سے ملتی ہو۔  
آدی نہیں ہے۔ اور کئی مرتبہ میں تمہیں اس کے ساتھ دیکھ بھی چکا ہوں۔  
راخ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

یہ سب پرانی اور کھسی پٹی باتیں ہیں۔ ان کا میری صحت پر کوئی اثر نہیں  
کوئی اور بات کریں۔  
اس کا مطلب کہ تم بے تکلف اس سے ملتی رہو۔ تمہیں کوئی روک  
نہیں سکتا۔

راخ بات کو طول دیتے ہوئے آگے بڑھانا چاہتا تھا۔  
کسی کا کوئی حق نہیں مجھے روک سکے۔ احمد میری کائنات ہے۔ اور  
کوئی اپنی کائنات سے دور نہیں رہ سکتا۔  
اچھا جی۔

لا جواب سا ہو کر راخ نے ہونٹوں کو گول کر کے جی پر زور دیا۔  
قوت کو راخ اس وقت بڑا مکروہ نظر آیا۔ نہ جانے کیوں اچھی صوڑت  
کے باوجود وہ اسے زہر لگتا تھا۔

آپ کس لئے میرے کمرے میں آئے ہیں۔  
قوت نے سامنے کلاک پر وقت دیکھا۔  
ایک کام تھا تم سے۔

راخ حد درجہ ڈھیٹ لہجے میں بولا۔  
مجھ سے کام۔ میں آپ کے کسی کام نہیں آسکتی۔  
وہ لاپرواہی سے بولی۔

آسکتی ہو۔ دو لاکھ روپے ہر جانہ کہنی والے مانگ رہے ہیں۔ عدم  
ادائیگی کی صورت میں سات سال جیل کاٹنا پڑے گی۔

نہی تھی۔ وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کا معمولی بھر بھی یا قوت کو نہیں علم تھا۔  
 ورنہ ہی قوت یا قوت کو بتا کر اس کو پریشان کرنا چاہتی تھی۔ قوت سمجھ چکی تھی کہ  
 نوت بری طرح (خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا) کے مصداق پھنس چکی تھی۔ وہ  
 بداد جو راسخ کا رویہ تھا وہ صرف طمع چڑھا ہوا۔ اب کئی سالوں کے بعد اصل  
 مات سامنے آچکی تھی۔ بظاہر دیکھنے میں وہ سونا نظر آرہا تھا لیکن اس کا باطن سیاہ  
 ملے ہوئے لوہے کی طرح تھا۔ دولت خود غرضی نے اس کی شخصیت کو مسخ کر دیا تھا۔  
 اصل روپ اس نے دیکھا تھا۔ وہ تو اس کی بناوٹ تصنع تھی۔ ظاہر  
 رہی تھی۔

اصل راسخ تو اب نکلا تھا۔ باپ نے کتنی آس مراد کے بعد راسخ نام رکھا  
 لیکن یہ تو باطل تھا۔ سچائی اس کے قریب سے نہیں گزری تھی۔ سچ کا تو پر تو  
 اس کے قریب سے نہیں پھٹکا تھا۔

قوت نے اسمبلی سے فارغ ہو کر کلاس لے لی۔ راسخ سے اسے خوف آنے لگا  
 ۔ گھٹیا شخص کسی وقت بھی کوئی طوفان کھڑا کر سکتا تھا۔ اس لئے آج احمد سے ملنا  
 ت ضروری تھا۔

چھٹی ہوتے ہی وہ رکشہ لئے کاشانہ ہارون پہنچ گئی۔

دروازہ بند تھا۔ دستک دینے پر چوکیدار نے کھولا۔

بیٹا۔۔۔ معاف کرنا۔۔۔ آنکھ لگ گئی تھی میری۔۔۔ چوکیدار

برت خواہی کے انداز میں بولا۔

کوئی بات نہیں بابا۔۔۔ گھر میں سب لوگ ہیں۔

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

نیگم صاحبہ تو ہیں۔۔۔ لیکن احمد میاں تو ایئرپورٹ گئے ہوئے ہیں۔۔۔

یدار نے کہا۔

ایئرپورٹ۔۔۔ کون آرہا ہے بابا۔۔۔

تمہیں معلوم ہی ہو گا۔۔۔ شوہر کی کوئی بات چھپی رہتی ہے بیوی۔  
 قوت نے راسخ کے غمازت بھرے چہرے کو دیکھا۔۔۔ جو بری طرح چپ  
 کی کوشش کر رہا تھا۔  
 کوئی بات؟

یا قوت نے شوہر کو معنی خیز انداز میں دیکھا۔  
 شوہر بننے کے ناطے وہ اپنے آپ کو مخلص ظاہر کرنے کے لئے کرسی سے اڑ  
 کھڑا ہوا۔  
 لیکن۔۔۔

قوت پرس جھولاتی اپنی دانست میں راسخ کی اکڑ کو جوتی کی نوک پر مارتی کرے  
 سے نکل گئی۔

چلے اپنے کمرے میں۔۔۔ یہاں کیا کر رہے ہیں آپ۔۔۔  
 یا قوت خود پریشانوں میں گھر چکی تھی۔ راسخ صرف بچوں کی ڈوری سے بدھا تھا  
 ورنہ نونٹے ایک لمحہ بھی نہ گزرتا۔

میں تو کام آیا تھا۔۔۔ لیکن وہ تو بات ہی نہیں سنتی۔۔۔  
 راسخ مجبور نظر آنے لگا۔

کوئی بات؟

یا قوت نے راسخ کے ساتھ چلتے چلتے کہا۔

تم نہیں سمجھو گی۔۔۔ جلدی سے ناشتہ لاؤ۔۔۔ میں نے بہت ضروری  
 کام جانا ہے۔۔۔ راسخ اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔

وہ بیوی کو زیادہ رازداری میں شامل ہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جو کھیل کھیلتا  
 چاہتا تھا کہ قوت کو پرانے رشتوں کی آڑ میں ذلیل و خوار کرے گا۔ یہ اداکاری  
 اس کی قوت بھی جانتی تھی اور یا قوت بھی۔۔۔ یا قوت خاموش تھی۔۔۔ وہ بڑی  
 بہن قوت پر ظلم ہوتے تو دیکھ سکتی تھی لیکن شوہر کی زیادتی اور ہٹ دھرمی کو جتنا نہیں

قوت کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔

وہ پنڈی سے مسلمان آ رہے ہیں۔ اسی لئے تو احمد میاں گئے ہیں۔

قوت کو بھی کے اندر چلی گئی۔

آداب آنٹی۔

مزاروں بچن میں خانساں کو ہدایت دے رہی تھیں۔

ارے میری جان۔ تم۔ اتنے دنوں بعد۔ احمد ناراض ہے تم۔

وہ قوت کو سینے کے ساتھ لگاتے سر ہاتھ چومتے ہوئے بولیں۔

وہ مسکرا کر شجیدہ ہو گئی۔

آؤ۔ مزاروں اسے ساتھ لئے ڈرائنگ روم میں ہی آ گئیں۔

ایک تو رابعہ بیگم کا مسئلہ کھڑا کر رکھا ہے۔ ورنہ میں کب کی تمہیں بیاہ

لائی۔ وہ بڑے چاؤ سے بولیں۔ لیکن قوت خاموش تھی۔

راخ تو ایک سال سے پہلے شادی کرنے کے حق میں ہے ہی نہیں۔ میں

نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ نکاح کر دیں۔ دھوم دھڑکا نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی ہم

کرتے ہیں۔ لیکن سنا ہی کوئی نہیں۔

وہ آخر میں افسردہ ہو گئیں۔

تقریباً ایک گھنٹہ بیٹھنے کے بعد قوت کھڑی ہو گئی۔

بیٹھو بیٹی۔ احمد تو آ لے۔

وہ اسے بٹھاتے ہوئے بولیں۔

نہیں آنٹی پھر آجاؤں گی۔ اب اجازت دیجئے۔ وہ باہر نکل آئی۔

اچھا تمہاری مرضی۔

وہ مجبوراً بولیں۔

اور قوت واپس چلی گئی۔

ابھی قوت کو گئے ہوئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ احمد کی سفید گاڑی  
بازار ٹا کو لئے پورچ میں داخل ہوئی۔

مازم نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

سامنے سے مزاروں غلام گردش کی میڑھیاں اتر کر آ رہی تھیں۔

آنٹی۔ سویت آنٹی۔

ریما اور ٹا دونوں ایک ساتھ ہی مزاروں سے پٹ گئیں۔

آگئیں میری بچیاں۔

مزاروں نے دونوں کو یکے بعد دیگرے پیار کرتے ہوئے کہا۔

کوئی آیا تھا۔

احمد نے برآمدے کی طرف دیکھ کر مزاروں سے کہا۔

تمہیں کیسے علم ہوا۔

مزاروں تذبذب کے عالم میں بولیں۔

آپ ڈرائنگ روم سے نکل رہی تھیں نا۔ میں نے خیال کیا شاید۔

ہاں بیٹے قوت تمہارا انتظار کرتے کرتے ابھی گئی ہے۔

مزاروں نے کہا۔

ٹا اور ریما علیحدہ ہو گئیں۔

قوت آئی تھی۔ ٹھیک تو تھی وہ۔

ہاں ٹھیک تو تھی۔ لیکن پریشان سی دکھائی دے رہی تھی۔

مزاروں نے کہا۔

اچھا۔

احمد بھی فوراً "نحیف سا لگنے لگا۔ جیسے قوت اپنے ساتھ اس کی طاقت بھی  
لے گئی ہو۔

تم فون کر کے پوچھ لو۔۔۔۔۔

مسز بارون نے کہا۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔

وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔

چلو بیٹی اندر۔۔۔۔۔

مسز بارون سب کو ڈرائنگ روم میں لے گئیں۔

چند منٹوں کے بعد احمد منہ لٹکائے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

نہیں ملیں قنوت صاحبہ۔۔۔۔۔

ریمّا نے طنزاً کہا۔

نہیں۔۔۔۔۔ سکول بند ہے۔

وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

اس میں پریشانی کی کوئی بات ہے۔ ان کے گھر جا کے ملاقات کر لیجئے۔۔۔۔۔

ریمّا بڑی ہوشیاری سے بولی۔

بڑی ناگواری سے احمد نے ریمّا کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ لیکن وہ صوفے پر بیٹھی

ٹانگ ہلاتی رہی۔

تمام شب وہ سو نہ سکا۔۔۔۔۔

قنوت کی اداس صورت اس کی آنکھوں کے سامنے رقص کنناں تھی۔۔۔۔۔ سفید

دودھیا رخساروں پر تھراتی ہوئی افسردگی۔۔۔۔۔ لرزتے ہوئے یا قنوتی ہونٹ۔۔۔۔۔

وہ چونک چونک اٹھتا تھا۔۔۔۔۔ وہ کیوں پریشان تھی اتنی۔۔۔۔۔ تمام شب اس نے

کروٹیں لے کر گزار دی۔۔۔۔۔

سویرے سویرے دفتر جانے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔۔۔۔۔

ارے۔۔۔۔۔ اس وقت ہاپٹل جا رہے ہیں آپ۔۔۔۔۔

ریمّا کمرے میں آتے حیرت زدہ سی بولی۔

ہاپٹل نہیں آفس۔۔۔۔۔

احمد نے آئینے میں بالوں کو درست کیا۔

ڈاکٹری سے ریٹائرمنٹ لے لی۔

ریمّا بڑے شوخ انداز میں احمد کی پشت پر کھڑے ہوتے بولی۔۔۔۔۔ اسے اس

رات سارٹ سا احمد بڑا اچھا لگ رہا تھا۔

بس یوں ہی سمجھئے۔۔۔۔۔

احمد پلٹ کر بولا۔

اچھا۔۔۔۔۔ اب بزنس کریں گے۔

جی ہاں۔۔۔۔۔

وہ ہونٹوں سے گول زاویہ بناتا سیٹی بجاتا غلام گردش کی طرف بڑھ گیا۔

ناشتہ نہیں کریں گے آپ صاحب جی۔۔۔۔۔

اس کی پشت سے ملازمہ بھاگ کر آئی۔

نہیں۔۔۔۔۔

وہ بڑی تیز رفتاری سے گاڑی میں بیٹھ گیا اور گاڑی سکول کی طرف موڑ دی۔

ن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ تو آج چھٹی پر ہے۔ بڑے مایوس اور لٹے پٹے انداز

ادہ لوٹ آیا۔۔۔۔۔ کسی کام کو اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔۔۔۔۔ اداس پریشان و

ادہ سیدھا اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ ابھی لباس تبدیل کرنا ہی چاہتا تھا کہ ریمّا بے

بداخل ہوئی۔

آپ تو آئے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ میں تو بے خیالی میں ادھر آنکلی تھی۔

ریمّا کی مسرت عروج پر تھی۔

بڑی بوریت کے ساتھ وہ یوں ہی پٹنگ پر لیٹ گیا۔۔۔۔۔ اور وہ بے تکلف

کے قریب بیٹھ گئی۔

اوہو۔۔۔۔۔ کیسے بیٹھی ہو۔۔۔۔۔ تم ہوش میں تو ہو۔

مردانیت میں لا جواب، سارٹ نہیں کمال کی ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ \_\_\_\_\_ ڈاکٹر \_\_\_\_\_  
 لیکن ایک عورت کے لئے کس قدر اداس رہتا ہے \_\_\_\_\_ کتنا چاہتا ہے اس کو \_\_\_\_\_  
 نفرت و حقارت کی ایک چنگاری سی بھڑکی اور اس کے اندر جتنے بھی شہت  
 جذبات و خیالات تھے ان کو جلا کر راکھ کر گئی۔ اس وقت وہ صرف حسد کرنے والی  
 لڑکی بن چکی تھی \_\_\_\_\_ وہ ہر قیمت پر احمد کو اپنا نا چاہتی تھی۔ احمد سونے کی چڑیا تھی  
 \_\_\_\_\_ جو اس کی بیوی بنے گی اس کی جائیداد کی وارث ہوگی \_\_\_\_\_ بقول ناصرہ بیگم  
 کے رہا تمہارا حق ہے بیٹی \_\_\_\_\_ اس موقعہ کو غنیمت جانو بیٹی \_\_\_\_\_ اس کی ماں  
 درست کہہ رہی تھی۔

میڈیکل لائن سے وہ مکمل طور پر مستعفی ہو چکا تھا \_\_\_\_\_ اس نے ڈاکٹری  
 لائن اختیار تو کر لی۔ لیکن سر کی تکلیف نے اسے اس بات کی اجازت نہ دی۔ اس  
 نے سب کچھ چھوڑ کر قنوت کہنی کا اجراء کر لیا \_\_\_\_\_ اب وہ سکون سے تھا \_\_\_\_\_  
 اس کام میں قنوت بھی اس کا ہاتھ بٹا سکتی تھی \_\_\_\_\_ وہ طبیعت کی خرابی سے گھر میں  
 ہی مقیم رہتا \_\_\_\_\_ یا پھر وہ سکول کا چکر لگا لیتا۔ لیکن آج تیسرا روز تھا \_\_\_\_\_ قنوت  
 بٹنی پر تھی \_\_\_\_\_ لیکن جب اس نے یہ پوچھا نائب قاصد سے \_\_\_\_\_ بابا تم یہ نہیں  
 علوم کر سکتے کہ وہ کیوں نہیں آرہیں۔

اچھا بابو جی بتاتا ہوں \_\_\_\_\_

بوڑھا نائب قاصد سکول کے اندر چلا گیا \_\_\_\_\_ چند منٹوں کے بعد اس نے آکر  
 لایا۔

صاحب جی ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

کیا \_\_\_\_\_ وہ سن سا ہو گیا۔

وہ بیمار ہیں۔

بوڑھے نے کہا اور پلٹا۔

نصرو بابا \_\_\_\_\_ یہ لو \_\_\_\_\_

احمد نے دونوں ہاتھوں سے اسے پرے کر دیا۔

مجھے چھوٹ کی بیماری ہے۔

وہ کھسیانی سی ہو کر بولی۔

وہ مسکرا دیا۔

اور رہا نے پوری طرح احمد سے پشت لگا لی۔

چونک کر احمد اٹھ بیٹھا۔

شرافت کے بھی کچھ قاضے ہیں۔

درست ہے \_\_\_\_\_ لیکن میرا بھی آپ پر حق ہے۔

رہا نے والہانہ نظر احمد کے چہرے پر ڈالیں۔

اب یہ حق ختم ہو گیا \_\_\_\_\_ میری معافی ہو چکی ہے۔

احمد کو ایک دم سے قنوت یاد آگئی۔

معافی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی \_\_\_\_\_ کسی لمحہ ٹوٹ بھی سکتی ہے۔

وہ بڑی بے باکی سے بولی۔

رہا \_\_\_\_\_ ہوش کے ناخن لو \_\_\_\_\_ میں تو اس سے دوری کا تصور بھی نہیں

کر سکتا۔ وہ شدید طیش میں بول اٹھا۔

رہا تڑپ کر کھڑی ہو گئی۔

تم معافی ٹوٹنے کی بات کرتی ہو \_\_\_\_\_ میں تو زندہ ہی اس کے دم سے ہوں

\_\_\_\_\_ میرے جسم میں گردش کرتے خون کی طرح ہے وہ \_\_\_\_\_ وہ میری زندگی

ہے۔ احمد نے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

نکمال ہے \_\_\_\_\_ اتنی محبت تو کبھی کسی نے اپنے ساتھ نہیں کی۔

تو پھر کرو نا محبت \_\_\_\_\_ تمہیں بینے کا احساس ہو \_\_\_\_\_ اپنے آپ سے کد۔

احمد نے اس طرح کہا جیسے اس کو نصیحت کر رہا ہو۔

چند لمحے رہا سوچنے پر مجبور ہو گئی۔ یہ شخص کس قدر وجہ و تکلیف ہے۔

احمد نے جیب میں سے پچاس کا نوٹ نکال کر اس کی مٹھی میں دباتے ہوئے  
کہا۔

ارے نہیں صاحب جی۔

بوڑھا محتاط انداز میں مٹھی دباتے ہوئے بولا۔

کوئی بات نہیں۔ کوئی چیز کھا لینا۔ یہ رشوت نہیں ہے۔ تمہارا  
حق ہے۔ احمد نے ہنس کر کہا۔ اور بوڑھا ہنس کر علیحدہ ہو گیا۔ وہ گاڑی لے  
کر سیدھا ہارون لالچ پہنچ گیا۔ گاڑی سیدھا کیراج میں روک کر وہ ماں کے کمرے  
میں ہی چلا گیا۔ وہ ریمہ اور شا کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کر رہی تھیں۔

امی جان۔

وہ دروازے سے ہی پکارا۔

آؤ آؤ میرے چاند۔ اب کیسی طبیعت ہے۔

وہ محبت سے احمد کو اپنے پاس بٹھاتے بولیں۔

میں تو ٹھیک ہوں۔ قوت بیمار ہے۔ آپ نے اس کی خبر ہی نہیں لی

۔ وہ بہت دگبیر نظر آ رہا تھا۔

کیا بات ہے اے۔

معلوم نہیں۔ سکول کے ملازم سے معلوم ہوا کہ کئی روز سے وہ سکول

بھی نہیں آ رہی۔

اچھا۔ میں ابھی اس کی خبر کو جاتی ہوں۔ اور تم ملازم کو کو

مجھے فروٹ لاوے۔

وہ احمد سے بولیں۔

احمد نے ہاتھ بڑھایا اور کال بل پر انگلی رکھ دی۔

جی صاحب۔

ملازمہ داخل ہوئی۔

قدر کو بلاؤ۔

جی اچھا۔

چند سیکنڈ کے بعد قدر داخل ہوا۔

قدر۔۔۔۔۔ یہ لو پیسے۔ اور فروٹ لے آؤ۔ لیکن ذرا جلدی  
لی نے جانا ہے۔

احمد نے ایک ہزار کا نوٹ جیب سے نکالا۔

اچھا، اچھا۔ آپ کے سسرال۔

قدر بوجھتے ہوئے بولا۔

ہاں، ہاں۔ تم امی کے ساتھ ہی چلے جاؤ۔

احمد نے کہا۔

ریمہ اور شا بغور احمد اور مسز ہارون کی بے قراری اور قوت کے بارے میں  
ی دیکھ رہی تھیں۔

ریمہ چلو گی۔

مسز ہارون نے کہا۔

توبہ کیجئے۔ آنٹی۔۔۔۔۔ دم گھٹتا ہے وہاں۔ اس قدر تنگ جگہ پر

ریمہ دونوں کانوں کو چھوتے ہوئے بولی۔ لیکن میں جاؤں گی۔ شا  
بولی۔

پلیس آپ۔۔۔۔۔ چھوڑیں ان کو۔

احمد کو بڑا ناگوار سا گزرا۔ لیکن شا۔۔۔۔۔

مسز ہارون کمرے سے باہر نکل آئیں۔

آپ کبھی گئے ہیں ان کے ہاں۔

ریمہ نے کہا۔

نہیں۔۔۔۔۔

نہیں آپ تو قوت کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔

وہ انداز دلربائی سے بولی۔

وہ مجھ سے جدا تو نہیں۔۔۔۔۔ میرے وجود کا ایک حصہ ہے۔۔۔۔۔ اگر میں  
جسم ہوں تو وہ میری روح ہے۔۔۔۔۔ ریمہ۔۔۔۔۔ تم زیادہ میری چاہتوں کا امتحان نہ  
دے۔۔۔۔۔ وہ بیزار سا پلنگ پر ٹیک لگائے آنکھیں موندے لیٹ گیا۔۔۔۔۔ وہ چند سیکنڈ  
بٹھی رہی۔ پھر بڑی بیزاری سے اٹھ کر باہر چلی گئی۔ وہ جتنا کوشش کرتی۔۔۔۔۔ احمد  
س قدر اس کے حواس پر بجلی بن کر گر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکنیں  
ماتھ چھوڑ جاتی تھیں۔ وہ چاہتی کہ احمد اسے بھی قوت کی طرح اپنی پیار بھری آغوش  
میں چھپالے۔ وہ بھی زمانے سے چھپ کر اسے محبت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن ایسا نہیں  
ہو سکا۔ وہ اس کی چاہتوں کا امین تھا۔ قوت ہی اس کے برف زدہ جسم میں حرارت کا  
عش تھی۔ لیکن وہ جل رہی تھی۔۔۔۔۔ محبت کے لالہ میں۔۔۔۔۔

احمد پلنگ پر لیٹتے ہوئے نیم دراز سا بولا۔

اسی لئے آپ کو علم ہی نہیں کہ وہ لوگ کس قدر محض میں رہتے ہیں۔۔۔۔۔

اوپر سے یا قوت باجی کے چھ سات بچے۔۔۔۔۔ اومائی گاڑ۔۔۔۔۔

وہ زبردست کراہت سے چہرہ بنا رہی تھی۔

مجھے سوائے قوت کے کسی اور سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

احمد نے کوٹ بدل لی۔۔۔۔۔ اور پشت ریمہ کی طرف ہو گئی۔۔۔۔۔

آپ کو آداب محفل کا بھی خیال نہیں۔

وہ اٹھ کر احمد کے پاس چلی گئی۔

ارے۔۔۔۔۔ ریمہ۔۔۔۔۔ اپنے حواس میں رہا کرو۔۔۔۔۔ میں اس قدر بے

تکلفی پسند نہیں کرتا۔۔۔۔۔ وہ بڑی خشکی سے ریمہ کے وجود سے اپنے وجود کو ہٹانے

ہوئے بولا۔

آپ تو خفا ہو گئے۔۔۔۔۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔

ریمہ کھیانی سی ہو گئی۔

لیکن وہ خاموش رہا۔۔۔۔۔ زیادہ الجھتا نہیں چاہتا تھا۔۔۔۔۔ وہ ریمہ کے جذبات

سمجھتا تھا کہ بقول اس کی والدہ کے کہ ریمہ کا احمد پر زیادہ حق ہے۔۔۔۔۔ لیکن میری

طبیعت جو اچانک بگڑ جاتی ہے۔۔۔۔۔ کیا ریمہ میرا ساتھ نبھائے گی۔۔۔۔۔ نہیں نہیں

میں تو قوت سے دوری کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ وہ میرے قلب و جان میں

اس جیسے زندگی کی لہر دوڑا دینے والا گردش کرتا خون۔۔۔۔۔ وہ محبت کی تقدیر تھی

۔۔۔۔۔ شاید اسی کو خدا نے میرے لئے ہی بنایا تھا۔

آپ کچھ سوچنے لگے۔

ریمہ اب سانس سونے پر دراز ہو چکی تھی۔

کچھ نہیں۔۔۔۔۔ کراہت اور دھڑکنیں دوج رہا تھا۔

وہ اس سے کہتا تھا کہ قنوت اب خوفزدہ اور سہمی  
 ہوئی نہیں رہی اور جو کچھ وہ گزشتہ دنوں کرتا رہا ہے اس کو ذہنی اذیتوں  
 ساتھ الفاظ کے نشتر چبھوتا رہا ہے۔ گزشتہ لمحات کے تعلقات کو سامنے لاتے ہوئے  
 بیک میل کرتا ہے اور پھر روپے پیسے کی ڈیمانڈ اسے معلوم تھا کہ  
 قنوت سب کچھ بتا سکتی ہے اور ہو سکتا ہے احمد کو علم بھی ہو۔ وہ  
 کے پاس کھڑا کہیں کھویا ہوا سا لگ رہا تھا۔

کمال کھو گئے سرکار۔

نوید نے چوٹ کی۔

اچھا۔۔۔ وہ ایک دم سے چونکا اور کالر درست کرتا احمد کے پاس پہنچ گیا۔

اجازت ہے جناب۔۔۔

الفاظ میں مذاق کا عنصر غالب تھا۔

آئیے آئیے تشریف رکھیے۔

احمد نے مسکرا کر کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ شکریہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔

سب سے پہلے میری یہ گزارش ہے کہ آپ آفس میں وقت پر آیا کریں۔۔۔

بچے یہاں تمام لوگوں کو موجود ہونا چاہئے۔۔۔ اگر ہم وقت کا ساتھ نہیں دیں گے

بچے رہ جائیں گے۔ احمد نے سادہ الفاظ میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

ٹھیک ہے۔۔۔

راج نے کہا۔۔۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔

اٹھتے ہوئے بولا۔

بٹھو! میں نے آج بہت سی تم سے باتیں کرنی ہیں۔

راج واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔۔۔ ویسے اس کی چھٹی حس بیدار ہو چکی

پونے آٹھ ہو چکے تھے۔ خوبصورت ڈزرسوٹ میں ملبوس شاندار شخصیت کے  
 ساتھ وہ اپنی قیمتی آفس چیز پر بیٹھے ہی ٹیلی فون کی طرف جھکا۔

نوید۔۔۔

Yes Sir۔۔۔ دوسری طرف سے نوید نے کہا۔

راج کو بھیجیو۔۔۔

وہ ابھی نہیں آئے آفس۔

نوید نے کہا۔

کیوں؟

احمد کی پیشانی پر ناگوار سا تاثر پیدا ہو گیا۔

معلوم نہیں جناب۔۔۔

نوید جانتا بھی تھا کہ راج دس بجے سے پہلے کبھی نہیں آیا۔۔۔ لیکن پھر بھی

وہ غیبت سے پرہیز کرتا تھا۔

اگر وہ آجائیں تو میرے کمرے میں بھیجیو۔

احمد نے ریور رکھ دیا۔

بہتر سرا!

نوید نے بھی ریور رکھ دیا۔

کلاک نے دس کا گھنٹہ بجا دیا اور ہال میں بیٹھے ہوئے سب چونک گئے اور اسی

وقت راج کمرے میں داخل ہوا۔

صاحب نے یاد فرمایا ہے جناب۔۔۔ تشریف لے جایئے۔۔۔ نوید نے

آتے ہی اطلاع کر دی۔

کیوں؟



راخ کچھ دھڑکتے دل کے ساتھ واپس اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔  
میں تمہاری تنخواہ میں پانچ سو روپے کا اضافہ کر رہا ہوں۔

جی \_\_\_\_\_

ہاں تمہاری تنخواہ بھی بڑھے گی اور آئندہ جو قرض کمپنی کا تمہارے ذمے ہے وہ معاف ہو جائے گا۔ احمد اسے پوری مراعات دینے کو تیار تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی قسم کی مالی کمی کے ساتھ وہ قوت کو ذہنی اذیت دے۔

راخ پر جیسے سکتا سا طاری ہو گیا \_\_\_\_\_ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت زدہ سا امر کو گھورے جا رہا تھا۔

اور کوئی تکلیف \_\_\_\_\_

ارے نہیں احمد \_\_\_\_\_ میں تو تمہارے احسانات کے نیچے بری طرح دب چکا ہوں۔ وہ بڑی احسان مند انداز میں نظریں بچھاتا بولا۔

نہیں نہیں \_\_\_\_\_ یہ احسان نہیں ہے \_\_\_\_\_ تمہارا حق ہے \_\_\_\_\_ تم اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو \_\_\_\_\_ یہ سب ترقی تمہاری قابلیت کو دیکھ کر کی گئی ہے \_\_\_\_\_ اسے میرا احسان مت سمجھتا \_\_\_\_\_ احمد کسی طرح بھی اس کو احسان جتنا نہیں چاہتا تھا۔

Thankyou Sir \_\_\_\_\_ وہ مسرت و انبساط کے گوارے میں جھولنے لگا \_\_\_\_\_ تنخواہ بھی اس کی بہت زیادہ ہو گئی تھی \_\_\_\_\_ وہ احمد کو فائدہ مند شخص سمجھ رہا تھا \_\_\_\_\_ اور یہ اس کی اچھی سوچ تھی۔

اب میری ایک گزارش ہے \_\_\_\_\_ آپ وقت پر آیا کیجئے \_\_\_\_\_

بہتر \_\_\_\_\_

وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا \_\_\_\_\_ وہ یا قوت کو بڑھ چڑھ کر ساری داستان سنا رہا تھا۔ جس کا ایک ایک لفظ قوت نے سن لیا تھا۔ سو یا قوت باورچی خانے میں ناشتہ بنا رہی تھی تو راح کرسی پر بیٹھ

فلاسفرانہ انداز میں شیخی بگھا رہا تھا \_\_\_\_\_ اور ہر بات میں اپنی بڑائی جتا رہا تھا۔  
اچھا \_\_\_\_\_ قوت کو زبردست غصہ چڑھ گیا۔

وہ تیار ہو کر سیدھی شفقت میاں اور زینت بیگم کے پاس آئی۔

امی آج سکول سے ذرا دیر ہو جائے گی۔

وہ دراصل احمد سے ملنا چاہتی تھی۔

کیوں بیٹی \_\_\_\_\_ زینت بیگم نے پوچھا۔

تنخواہ بھی ملے گی اور بازار بھی جاؤں گی۔

اچھا بیٹی \_\_\_\_\_

زینت بیگم نے محبت سے دیکھا \_\_\_\_\_

آپ کے لئے کیا لاؤں \_\_\_\_\_ قوت نے ماں کو محبت سے پوچھا۔

ہمیں چھوٹو \_\_\_\_\_ تم اپنی کوئی چیز بناؤ میری بچی \_\_\_\_\_ ان لوگوں کا اصرار

تا جا رہا ہے۔ زینت بیگم نے بستر سے اٹھ کر کہا۔

کوئی بات نہیں امی \_\_\_\_\_ وہ لوگ زیادہ جیز کے خواہاں نہیں ہیں۔

وہ پر اعتماد انداز میں بولی۔

شفقت میاں جو ابھی تک وظیفہ کر رہے تھے \_\_\_\_\_ بڑی محبت سے قوت کو بے جا رہے تھے۔

بے شک وہ لوگ ایسے نہیں ہیں \_\_\_\_\_ لیکن لڑکی کے ساتھ چار چیزیں ہونی چاہئیں۔

زینت بیگم زمانے کا اصول بتا رہی تھیں۔

ہمارے معاشرے میں یہی تو کی ہے کہ چار چیزوں کی آڑ میں والدین کی قیمت نہ جاتی ہے۔

بھائی بک جاتے ہیں \_\_\_\_\_ اور کئی لڑکیاں ان چار چیزوں کے انتظار میں والدین کے لئے بوڑھی ہو جاتی ہیں۔

اچھا \_\_\_\_\_ اب طرف داری پر اتر آئی ہو۔  
راخ نے ناشتے سے ہاتھ روک لئے۔

میں اس کی طرف داری نہیں کر رہی \_\_\_\_\_ میں چاہتی ہوں کہ جب اس نے  
ہزارا ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے \_\_\_\_\_ اسی طرح ہم بھی اس کا ذکر نہ کیا کریں۔ یا قوت نے  
رد مال سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو \_\_\_\_\_ وہ جو سینہ تان کر میرے پاس سے گزرتی ہے  
\_\_\_\_\_ اس کی آنکھوں میں تکبر و نخوت کی سرخی \_\_\_\_\_ اپنی دانست میں وہ مجھے  
ٹھوکوں میں اوڑا رہی ہے \_\_\_\_\_ وہ جو شے انداز میں بولا۔  
یہ سب وہم ہے آپ کا \_\_\_\_\_ وہ ایسی نہیں ہے۔  
یا قوت نے کہا۔

پھر بکواس شروع کر رکھی ہے اس نے \_\_\_\_\_  
شفقت میاں کب سے راخ کی باتیں سن رہے تھے \_\_\_\_\_ لیکن زینت بیگم  
خاموش رہیں۔

میں کہتا ہوں \_\_\_\_\_ اسے تکلیف کیا ہے \_\_\_\_\_ یہ کیوں قوت کی ہر بات میں  
ٹانگ اڑاتا ہے۔ شفقت میاں بڑے غصے سے بولے \_\_\_\_\_ انہیں۔

کیا کریں \_\_\_\_\_ وہ عادت سے مجبور ہے \_\_\_\_\_ اب وہ یا قوت کی بات کب  
سننا ہے۔ زینت بیگم مجبور سی لگنے لگی تھیں۔

میرا خیال ہے میں اس سے بات کروں \_\_\_\_\_ ورنہ کوئی اور ٹھکانہ کر لے  
\_\_\_\_\_ شفقت میاں سیدھے ہو کر زبردست جوش و طیش میں بول رہے ہیں۔

کیا کر رہے ہیں آپ \_\_\_\_\_ سن لے گا \_\_\_\_\_ اور شامت کس کی لائے گا  
\_\_\_\_\_ یا قوت کی \_\_\_\_\_ وہ سرگوشانہ انداز میں بولی۔

اسی وجہ سے تو میں خاموش ہوں \_\_\_\_\_  
وہ بھی بڑے اداس انداز میں لیٹ گئے۔

او ہو \_\_\_\_\_ چل بس کر \_\_\_\_\_ جا ناشتہ کر لے \_\_\_\_\_ یا قوت بنا رہی ہو گی۔  
زینت بیگم نے کہا۔

جی نہیں چاہ رہا۔  
ارے جی کچھ تو کھالے \_\_\_\_\_ ٹھہرو میں \_\_\_\_\_  
وہ اٹھتے اٹھتے بولیں۔

آپ لیٹے رہیں \_\_\_\_\_ چائے میں نے پی لی ہے۔ ناشتہ بالکل نہیں کھائی کیونکہ دل  
نہیں مانتا \_\_\_\_\_ آپ لیٹ جائیے۔

وہ ماں کو شانوں سے پکڑ کر لٹاتے ہوئے بولی۔  
اچھا جس طرح تو چاہے \_\_\_\_\_ خوش رہ \_\_\_\_\_  
ماں نے دعا دی۔

خدا حافظ \_\_\_\_\_ وہ باہر آگئی۔

راخ نے چونک کر دیکھا۔

بغیر ناشتے کے چلی گئی \_\_\_\_\_ میرا بیٹنا گوارہ نہیں اسے۔  
راخ بری طرح جل کر بولا۔

آپ ناشتہ کریں \_\_\_\_\_ باجی کا دل نہ چاہتا ہو گا۔

وہ بات ختم کر دینا چاہتی تھی \_\_\_\_\_ وہ جب بھی راخ کی زبان پر قوت کا نام  
سنی۔ ضمیر اس کے جذبات و احساسات بری طرح کچوکے لگتا \_\_\_\_\_ اسے اپنا ماضی  
بے نقاب نظر آجاتا \_\_\_\_\_ وہ اپنے آپ کو ہر قسم کی تباہی کا پیش خیمہ تصور کرنے لگی  
تھی۔

بس کا نام نہیں سن سکتی تم \_\_\_\_\_

راخ نے طنزاً "بھرا تیر چھوڑا۔"

نہیں \_\_\_\_\_

یا قوت جل کر بولی۔

ایسا مت کہو \_\_\_\_\_ خدا اسے بھی شفا دے \_\_\_\_\_ تمہاری خاطر ہی اللہ اسے  
مت دے دے۔

آپ حوصلہ رکھیں آنٹی \_\_\_\_\_ اللہ ضرور آرام دے گا \_\_\_\_\_  
دل میں تو وہ بہت پریشان تھی۔

کیسے حوصلہ رکھوں بیٹی \_\_\_\_\_ میں ماں ہوں \_\_\_\_\_ اس کا ترہنا نہیں دیکھا جاتا  
\_\_\_\_\_ مسز بارون کی آنکھیں بھر آئیں۔  
وہ خاموش پریشان کھڑی رہی۔

بیٹی جاؤ احمد تمہارا انتظار کر رہا ہو گا \_\_\_\_\_ ٹا اور رہا بازار گئیں ہیں \_\_\_\_\_  
شرمندہ سی پلٹ آئی۔

کمرے کے دیز پر دے گرے ہوئے تھے \_\_\_\_\_ قوت نے آہستہ سے نرم ہاتھ  
درازے پر دستک کے لئے مارا۔

آجاؤ جان احمد \_\_\_\_\_

وہ ہشاش بشاش سا دیکھ رہا تھا۔

وہ ہنستی ہوئی داخل ہوئی \_\_\_\_\_

وہ خوش آمدید بھرے انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

آپ کو کیسے پتہ کہ میں آگئی ہوں۔

وہ اس کے قریب ہی بیٹھتے بولی۔

تمہاری خوشبو میرے چاروں جانب گردش کرنے لگتی ہے \_\_\_\_\_ میرے حواس  
بہر تو ہی تو ہوتی ہو \_\_\_\_\_

وہ بڑے پر خلوص انداز میں اس کے ہاتھوں کو تھام کر بولا۔

چھوڑیے \_\_\_\_\_ میں بالکل نہیں بولوں گی ہاں \_\_\_\_\_

وہ بڑی معصومیت سے ہاتھوں کو چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے بولی۔

کیوں

اسے تو قوت کا احسان مند رہنا چاہئے تھا کہ احمد نے اس قدر اچھی ملازمت پر  
فائز کر دیا ہے۔ قرض بھی معاف کر دیا \_\_\_\_\_ پھر یہ کیوں قوت سے عداوت رکھتا  
ہے۔ وہ لیٹے لیٹے آہستہ آہستہ بولے۔

بیٹی کا معاملہ ہے \_\_\_\_\_ کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔

زینت بیگم چونک گئیں۔

دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تھی۔

قوت چلی گئی ہے۔

شفقت میاں نے دروازے کی آواز سے متاثر ہو کر کہا۔

جی ہاں، قوت کو گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔ سکول سے واپسی پر وہ رکشہ پر  
سوار سیدھی احمد کے ہاں پہنچ گئی۔ پورے دو بجے۔ وہ سیدھی مسز بارون کے پاس  
پہنچی۔

آداب آنٹی \_\_\_\_\_

قوت بیٹی \_\_\_\_\_ تم \_\_\_\_\_ آؤ آؤ میری بیٹی \_\_\_\_\_ کہاں تھیں اتنے دنوں

\_\_\_\_\_ بڑی محبت اور چاہت سے انہوں نے قوت کو سینے کے ساتھ لگا لیا۔

اب ٹھیک ہوتا۔

وہ قوت کی پیشانی پر شفقت بھرا بوسہ دے کر بولیں۔

ٹھیک ہوں \_\_\_\_\_ آپ سائیں۔

سب ٹھیک ہے بیٹی \_\_\_\_\_ احمد کی سر درد نے بہت پریشان کر رکھا ہے

\_\_\_\_\_ کل پھر چکرانے لگا تھا اس کا سر \_\_\_\_\_ وہ خدا کا شکر ہے دوائی موجود تھی۔

کھاتے ہی اسے نیند آگئی \_\_\_\_\_ وہ بیٹے کی اس تکلیف میں بہت مغموم لگ رہی

تھیں۔

کاش میرے اختیار میں ہوتا \_\_\_\_\_ میں احمد کی ساری تکلیف لے لیتی \_\_\_\_\_

وہ بڑی دلیلی آواز میں بولی۔

وہ خاموش کچھ سوچتی جا رہی تھی۔  
کیا بات ہے۔

احمد نے جھک کر قنوت کے چہرے کو دیکھا۔

آپ اسے بس ایک مرتبہ ڈانٹ دیجئے۔ کہ میرے کسی معاملے میں غل  
بہ ہوا کرے۔

ڈانٹ دیں گے سرکار۔ اور حکم۔  
وہ سرخم کرتے بولا۔

اور قنوت نے ہنس کر اس کے ہاتھوں کو چوم لیا۔ جنہوں نے اس کا چہرہ  
تھا ہوا تھا۔

آئی رابعہ کو بہت عرصہ گزر گیا ہے۔  
احمد نے کہا۔  
انتقال کئے۔  
قنوت بولی۔

ہاں۔۔۔۔۔ انتقال کئے۔ اب امی کو بھیجوں گا۔  
احمد کسی گہری سوچ سے ابھر کر بولا۔  
لیکن وہ جھینپ سی گئی اور کسی بات کا جواب نہیں دیا۔  
میرا خیال ہے تمہیں اس ماحول سے اب نکال لانا چاہئے۔  
کیا مطلب؟  
قنوت نے کہا۔

مطلب یہ کہ شادی کے بعد نوکری ختم۔  
احمد نے قنوت کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔  
نوکری ختم۔۔۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔  
قنوت حیرت زدہ رہی گویا ہوئی۔

احمد نے گرفت مضبوط کر لی۔ یہ ہاتھ تھا ہے۔۔۔۔۔ قیامت تک ساتھ  
بھانے کے لئے۔۔۔۔۔ بلکہ یہ میری موت۔۔۔۔۔

اللہ۔۔۔۔۔ احمد۔۔۔۔۔ کیسی بات کہہ دیتے ہیں آپ۔۔۔۔۔ قنوت نے زہ  
کر احمد کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

تمہیں کس طرح بتاؤں کہ تم میری کائنات میں کس قدر قیمتی نایاب ہستی ہو  
تمہارے بغیر تو میں جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

وہ احمد کے سینے سے پشت کی ٹیک لگائے ہوئے سکون سے بیٹھ گئی۔

اچھا یہ بتاؤ۔۔۔۔۔ ناراض کیوں تھی۔

وہ قنوت کے بالوں سے کھیلتا ہوا بولا۔

ہاں۔۔۔۔۔ راج کو پھر اس قدر مراعات دے دی ہیں۔ اس طرح وہ  
میرے سر پر آ بیٹھے گا۔ قنوت گردن گھما کر بولی۔

وہ تمہاری ہوا کو بھی نہیں چھیڑ سکتا۔ اگر اس نے تمہیں تنگ کرنے کی  
کوشش کی تو میں اسے فرم سے نکال دوں گا۔

احمد طیش میں آ گیا۔

نہیں احمد۔۔۔۔۔ وہ میری بہن کا شوہر بھی ہے۔ اس کو تکلیف دے کر  
میں اپنی بہن کو دکھ دینا نہیں چاہتی۔

تمہارے کتنے اچھے جذبات ہیں لیکن۔۔۔۔۔

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ جیسے اسے ساری بات کا علم ہو۔

آگے کیا۔۔۔۔۔

قنوت نے کہا۔۔۔۔۔ ن اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔  
یہی کہہ رہا تھا کہ من بھائیوں سے کس قدر مخلص ہو۔ لیکن یہی راج

جو تمہاری بہن کا شوہر ہے۔۔۔۔۔ کیسی کیسی باتیں کرتا ہے۔

احمد بات دہرا کر اصل جگہ پر لے آیا۔

مجھے سارا سم ہے کہ چند ماہ وہ تمہاری معیت پر بھی رہی ہے۔۔۔۔۔ اس کے بعد یا قوت  
بن کی شادی۔۔۔۔۔ میں گزشتہ تمام حالات سے واقف ہوں۔ احمد بڑا تفصیل سے بول  
رہا تھا۔

راخ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔۔۔۔۔ کس بے باکی سے اس  
نے ماضی بیان کر دیا تھا۔

یہ سب باتیں قوت نے بتائی ہیں۔

راخ چونک کر بولا۔

جی نہیں۔۔۔۔۔ اس گھر سے اور لوگ بھی منسلک تھے۔۔۔۔۔ ایسی باتیں  
مجھے نہیں رہتیں۔۔۔۔۔

احمد نے اس کے کان کھول دیئے تھے۔

بس یہی بات تھی۔

راخ کھڑا ہو گیا۔

جی ہاں۔۔۔۔۔ احتیاط کیجئے گا۔۔۔۔۔ قوت کو پریشان مت کیجئے گا۔ احمد نے  
ماف بات کہہ دی تھی۔۔۔۔۔ اور وہ دل میں نفرت و عناد کا لاوا کھولتا ہوا اٹھا اور اپنی  
بیٹ پر بیٹھ گیا۔

قوت کی بچی تم سے تو بنوں گا میں۔۔۔۔۔ میرا نام بھی راخ ہے۔ وہ دل ہی  
نہ میں دانت پیس رہا تھا۔

شام کو واپسی پر مسز ہارون نے حامد کا خط اسے تھما دیا۔ احمد نے بنظر غور حامد  
نے خط کا مطالعہ کیا۔۔۔۔۔ جس میں لکھا تھا کہ فی الحال اس کا پاکستان آنے کا کوئی  
رہہ نہیں ہے۔ اس نے لندن میں فرانسیسی لڑکی سے شادی کر لی ہے۔ جو اس کے  
نئے بھرت ثابت ہو رہی ہے۔ اخلاق و اطوار کی بہت اچھی ہے۔ اس لئے آپ جائیداد کا  
نائب کر کے میرے نام کی جائیداد فروخت کر دیں اور رقم میرے اکاؤنٹ میں جمع  
لا دیں۔ احمد نے خط پڑھا اور واپس بند کر دیا۔

کیوں نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ میں تو ایک لمحہ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا  
۔۔۔۔۔ وہ سکول ٹائم کیسے برداشت کروں گا۔

احمد کی محبت میں بے پناہ محبتیں سمٹ آئیں۔ وہ چاہتوں کا پیکر نظر آنے لگا تھا۔  
وہ کتنی خوش قسمت تھی۔

احمد۔۔۔۔۔ قوت نے پکارا۔۔۔۔۔ وہ محبت کے نشے میں محو تھی۔

ہوں۔۔۔۔۔

احمد چونکا۔۔۔۔۔ جیسے غیند سے بیدار ہوا ہو۔

دوری تو محبت کو جلا بخشی ہے۔

کیا فلاںوں جیسے قول پہچان ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن یہ دوری میرے اختیار  
میں نہیں۔۔۔۔۔ تمہارے ساتھ یہ ذیست کا گلشن عزیز ہے۔۔۔۔۔ تم بن جینے کا حوصلہ  
بھی نہیں۔۔۔۔۔ نہ جانے کیوں۔۔۔۔۔ مجھے وہی لمحے عزیز ہیں جو تیری قربت میں  
گزر جائیں۔

وہ محبت و چاہت کی وادیوں میں کھو سا گیا تھا۔

دوسرے دن آفس جاتے ہی احمد نے راخ کو طلب کیا۔ چند لمحوں کے بعد راخ

اندر داخل ہوا۔

بیٹھے۔۔۔۔۔

احمد نے کہا۔۔۔۔۔

راخ شکریہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔

میری گزارش ہے۔

احمد نے پین رکھتے کرسی کا رخ راخ کی جانب کر لیا۔

ارشاد۔۔۔۔۔

راخ ذرا اور موڈ ہو گیا۔

وہ یہ کہ قوت کو کسی قسم کا بلیک میل کرنے کی کوشش نہ کرنا۔۔۔۔۔ کیونکہ

وہ ان کے ساتھ احمد کے کمرے میں آگئی۔

وہ زیورات خوشبو اور پھولوں کی پوٹ بنی عجلہ عروسی میں بیٹھ گئی۔۔۔ اچانک

وہ نے شب کے بارہ بجائے اور وہ چونک گئی۔

احمد اندر داخل ہوا تھا۔

اور شدید محبت اور چاہت سے احمد نے گھونگھٹ الٹ دیا۔۔۔۔ اور جھک کر

کے ریلے ہونٹوں کو چوم لیا۔۔۔۔۔ لاج سے دوہری ہو گئی۔۔۔۔۔ اور انے آب

خود پردگی کے انداز میں احمد کی گود میں ہی گرا لیا۔۔۔۔ احمد اس عالم خود سیردگی

، مہوش سا ہو گیا۔ وہ قنوت کو سینے میں چھپا لینا چاہتا تھا۔ یوں احساس ہو رہا تھا

ساری کائنات اس کے دامن میں سمٹ آئی ہو۔

یہ لو قنوت۔۔۔۔ اپنی امانت۔

احمد نے لفافہ قنوت کی گود میں رکھ دیا۔

قوت نے سوالہ نظر اٹھائے۔

ہاں' ہاں۔۔۔ یہی میری تمام جائیداد ہے جو میں نے تمہارے نام کر دی ہے۔

اس شخص کے چہرے پر فرشتوں جیسا تقدس کو دیکھ رہی تھی اس زمانے

یہی ہے اس قدر اعتماد

\_\_\_\_\_

ہاں \_\_\_\_\_ قوت \_\_\_\_\_ یہ جائیداد میری نہیں \_\_\_\_\_ تمہاری ہے \_\_\_\_\_  
اس کی مالک ہو۔ مدت سے اس جائیداد کو تمہارا انتظار تھا۔

احمد \_\_\_\_\_ مجھے تو صرف آپ کی ضرورت ہے \_\_\_\_\_ آپ کی محبت کی  
\_\_\_\_\_ ورنہ میری تو تنخواہ بھی تین ہزار سے زیادہ ہے \_\_\_\_\_ میں تو سچی محبت کی  
متلاشی ہوں \_\_\_\_\_ قوت نے گہری نظروں سے احمد کی جانب دیکھا۔

یہ مجھے علم ہے \_\_\_\_\_ لیکن میں جو تمہارے ساتھ زندگی کے لمحات گزارنا چاہتا  
ہوں \_\_\_\_\_ بغیر کسی بوجھ کے گزارنا چاہتا ہوں \_\_\_\_\_ قوت تم میری دست  
راست ہو \_\_\_\_\_ آفس میں بھی تم کام کرو گی \_\_\_\_\_ میں صرف تمہیں دیکھوں گا  
\_\_\_\_\_ یقین کرو \_\_\_\_\_ میرا ذہن کسی ذمہ داری کا متحمل نہیں ہے \_\_\_\_\_ میرا دل  
صرف تمہارے خیالات کو برداشت کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی احمد نے قوت کو  
اپنی محبت بھری آغوش میں لے کر دنیا و مافیہ سے دور ہونا چاہا۔  
دو روہیں ایک۔ قالب میں ڈھل گئیں \_\_\_\_\_ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک ہو  
گئیں۔

راخ کے لئے یہ بات بڑی اذیت ناک تھی کہ قوت کی شادی ایک ایسے شخص  
\_\_\_\_\_ ہوئی تھی جو ہر لحاظ سے اس سے افضل تھا۔ دولت، شکل و صورت، عادات و  
نوار، طور طریقے سب کچھ اس سے بہتر تھا اور سب سے بڑی بات وہ لاکھوں  
لوگوں کی واحد مالک تھی اور یہ جائیداد وہ تنہا ہضم کرے \_\_\_\_\_ اس کے لئے بھی  
راخ کو اکثر تشویش رہتی۔ اس لئے اکثر وہ یا قوت سے کہتا۔

تمہاری بہن کس قدر خود غرض ہے۔  
راخ کے چہرے فرعونیت کا رنگ و روغن دیکھ کر یا قوت چونک گئی۔  
باہی کے بارے میں کہہ رہے ہیں آپ۔  
اور تمہاری کونسی بہن ہے \_\_\_\_\_ جس کے بارے میں کہوں گا۔ راخ تلخ ہو گیا۔  
ہاں جی \_\_\_\_\_ کیا خود غرضی کی ہے۔  
یا قوت نے سادگی سے کہا۔

یہی کہ ساری دولت احمد نے اس کے نام کر دی ہے۔ چھ ماہ ہو گئے ہیں شادی  
\_\_\_\_\_ نکاح نہیں کیا کہ باپ کو ہی کچھ دے \_\_\_\_\_ دراصل یہ بات قوت کو والدین کی  
\_\_\_\_\_ نظروں میں گرانے کے لئے کی گئی تھی۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ باہی  
\_\_\_\_\_ ہزار دو ڈھائی ہزار کی رقم امی کو دے جاتی ہے اور ایک لاکھ روپیہ عالی کے علاج کے  
لئے جمع کروا دیا ہے۔

یا قوت نے بظاہر کہہ تو دیا لیکن راخ کو شاید اپنی توہین محسوس ہوئی۔

تو مجھ سے کیوں خفیہ رکھا گیا۔

راخ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

معلوم نہیں \_\_\_\_\_ شاید مناسب ہی نہیں سمجھا۔

یا قوت نے راخ کی طرف متوجہ ہوئے بغیر ہی بات کہہ دی۔

اتنی بڑی بات \_\_\_\_\_ اور تمہارے خاندان نے مجھ سے چھپائے رکھی۔ آخر کیوں؟ میں اس گھر کا فرد نہیں ہوں۔  
 وہ سچ پا ہو گیا \_\_\_\_\_ اس کے چلانے کی آواز سن کر زینت بیگم ان کے کمرے میں داخل ہو گئیں۔  
 راجہ آگ بگولہ بنا کرسی پر بیٹھا تھا \_\_\_\_\_ اور یاقوت ایک طرف تپائی پر بیٹھی چھٹے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔  
 اب کس بات کا جھگڑا ہے۔  
 زینت بیگم نے کہا۔

کوئی جھگڑا نہیں امی \_\_\_\_\_ راجہ کو یہ شکایت ہے کہ قوت باجی جو رقم آپ کو دے رہی ہیں انہیں کیوں نہیں بتایا۔  
 یاقوت نے بظاہر شوہر کی حمایت میں جملے ادا کئے۔  
 کیا تمہیں بتاتے کہ بیٹی ہمیں خرچ دے رہی ہے \_\_\_\_\_ ہم اپنی بیماری اور ضروریات زندگی داماد کی جیب سے پورے کر رہے ہیں۔  
 زینت بیگم بھی اب بہت کمزور نظر آ رہی تھیں۔  
 یہ ہماری بے عزتی ہے کہ ہم لوگوں کے ہوتے ہوئے احمد آپ کے اخراجات پورے کرے۔

راجہ نے خون گرمی والی بات کی تھی \_\_\_\_\_ لیکن دوسرے ہی لمحے اسے چپ ہونا پڑا جبکہ شفقت میاں لاٹھی ٹیکتے ہوئے داخل ہوئے۔  
 اچھا \_\_\_\_\_ تمہاری غیرت جوش میں آ رہی ہے کہ ہم احمد سے مدد لے رہے ہیں \_\_\_\_\_ قوت ماہوار رقم ہمیں دے جاتی ہے۔  
 یہ مطلب نہیں ہے راجہ کا۔  
 زینت بیگم نے راجہ کی طرف داری میں کہا۔  
 یہی مطلب ہے \_\_\_\_\_ میرا اپنا بیٹا اسی شہر میں رہتے ہوئے چھ ماہ کے بعد آتا

ہے۔ دکھ تکلیف کا وہ ساجھا نہیں ہے \_\_\_\_\_ اسی گھر میں رہتے ہوئے تم نے یا ماری بیوی نے ہماری خبر نہیں لی۔ عالی اس قدر بیمار ہے \_\_\_\_\_ اس کو ہر روز ہتال کون لے کر جائے \_\_\_\_\_ اگر احمد لے جاتا ہے تو تمہیں کیوں برا محسوس ہوتا ہے \_\_\_\_\_ اگر قوت دکھ سکھ میں مالی مشکلات میں ہماری مدد کرتی ہے تو تمہاری غیرت جوش کیوں آتا ہے۔  
 ماموں جان \_\_\_\_\_  
 وہ نہایت گستاخانہ انداز میں ایک دم کھڑا ہو گیا۔  
 داماد ہے ہمارا \_\_\_\_\_ جھگڑنا ہے اس کے ساتھ \_\_\_\_\_ آئیے ادھر \_\_\_\_\_ زینت م شفقت میاں کو کمرے سے باہر لے آئیں۔  
 دیکھ لیا تم نے اپنے باپ کو۔  
 راجہ زبردست طیش میں بولا۔  
 آپ کے بھی کچھ لگتے ہیں۔  
 یاقوت نرمی سے بولی۔  
 کچھ نہیں میرا ان سے رشتہ \_\_\_\_\_ شادی ہونے کے بعد ناطہ ٹوٹ گیا ہے۔  
 وہ اکڑ کر بولا۔  
 شادی ناطے جوڑتی ہے یا توڑتی ہے \_\_\_\_\_ راجہ کا لہجہ پگھلے ہوئے سیسے کی جگ اس کے کان میں اتر گیا۔  
 مجھے کچھ نہیں معلوم۔  
 وہ جھنجھلا یا ہوا باہر نکل گیا۔  
 یاقوت پشیمان سی ڈرنسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ماضی کو کھنگالتی رہی۔  
 تم نے جو سوچ کر اس سے شادی کی تھی راجہ وہ نہیں ہے۔  
 وہ چونک گئی \_\_\_\_\_ اس کے اندر کی عورت سامنے کھڑی تھی۔  
 یاقوت نے دونوں آنکھیں بند کر لیں۔



تم نے بہن کے حق پر ڈاکہ ڈالا۔۔۔۔۔ بہن کا حق چھین لیا۔۔۔۔۔ حق چھین لیا۔۔۔۔۔ راحہ تمہارے ساتھ بھی مخلص نہیں ہے۔۔۔۔۔ راحہ مخلص نہیں۔۔۔۔۔ نہیں ہے مخلص۔

ضمیر اسے کچوکے لگاتا رہا۔۔۔۔۔ وہ تڑپتی رہی۔۔۔۔۔ اب وقت گزر چکا تھا۔ اس کی بہن اس کے بارے میں کیا سوچتی ہوگی۔ وہ اس سے بات نہیں کرتی۔۔۔۔۔ کبھی اس نے بہن کو کہہ کر سینے سے نہیں لگایا۔

کبھی دکھ سکھ نہیں بانٹا۔۔۔۔۔ میں مجرم ہوں۔۔۔۔۔ میں مجرم ہوں۔۔۔۔۔ وہ چکرا کر گری اور اس کے ذہن کی عمارت چکنا چور ہو گئی۔۔۔۔۔

امی۔۔۔۔۔ اس کی ایک چیخ کے ساتھ در و بام لرز گئے۔۔۔۔۔ میری بچی۔۔۔۔۔

زینت بیگم بڑی مشکل سے دوبارہ میڈھی چڑھ کر اوپر گئیں تو یاقوت کو ویران گرا دیکھ کر اپنے حواسوں میں نہ رہیں۔۔۔۔۔ یاقوت بیٹی۔۔۔۔۔ یاقوت۔۔۔۔۔ شفقت میاں بھی آگئے تھے۔

پانی کے چھینٹے مارو۔۔۔۔۔ ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔۔۔ وہ پانی کی طرف بھاگیں۔۔۔۔۔ شفقت میاں نے یاقوت کا ناک بند کر دیا۔

ایک لمحہ گزرتے ہی یاقوت نے لمبا سانس لیا۔۔۔۔۔ ابو۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔ وہ اٹھتے ہوئے۔۔۔۔۔ وہ نحیف آواز میں بولی۔

کیا ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ شفقت میاں اسے سارا دے کر بستر تک لے گئے۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔ بس تم گری اور ہم لوگ تمہاری طرف لپکے۔۔۔۔۔

شفقت میاں اسے ہٹانا چاہتے تھے۔۔۔۔۔ لو بیٹی بیو۔۔۔۔۔ تمہاری طاقت آئے گی۔

زینت بیگم نے گرم گرم دودھ اسے پکڑاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ امی۔۔۔۔۔

وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

بی بی لو۔۔۔۔۔ اچھا ہے۔۔۔۔۔ اتنے بچے پیدا کرنے کے بعد تم میں کیا رہا ہے۔ باپ کے سامنے یاقوت خاموش رہی۔۔۔۔۔ لیکن زینت بیگم بولتی رہیں۔

یہ تمہیں کبھی کبھی کیا ہو جاتا ہے بیٹی۔۔۔۔۔ شفقت میاں پریشان یاقوت کا زرد چہرہ دیکھ کر بولے۔

وہ میرے حواس پر بجلی گرا کر چلا جاتا۔۔۔۔۔ طعنہ زنی کرتا ہے۔۔۔۔۔ میرے جذبات پر نشتر چھوتا ہے۔۔۔۔۔ کیا کروں۔۔۔۔۔ تڑپ بھی نہیں سکتی۔۔۔۔۔ یاقوت نے سک سک کر اپنی جان ہلکان کر لی۔

اب برداشت تو کرنا پڑے گا۔

شفقت میاں نے محبت سے یاقوت کے بالوں پر ہاتھ رکھا۔

وہ صرف بچے پیدا کرنے والی مشین سمجھتا ہے مجھے۔۔۔۔۔ اور ان بچوں کی وجہ سے ملازمت بھی گئی۔

وہ بڑی مایوس لگ رہی تھی۔۔۔۔۔ وہ ماضی کو سینے میں دفن نہ کر سکی۔

ملازمت تو تم نے خود چھوڑ دی تھی۔

زینت بیگم نے اس کے بال ہٹاتے ہوئے کہا۔

کیا کرتی۔۔۔۔۔ چھ بچوں کو کون سنبھالتا۔۔۔۔۔ ملازمہ رکھنے کی اس میں سکت نہ تھی۔۔۔۔۔ وہ ہاتھوں پر سر رکھے بری طرح رو دی۔۔۔۔۔ اس کے بدن کے خفیف جھٹکے یہ احساس دلا رہے تھے کہ وہ بہت رو رہی ہے۔

زینت بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

رو لینے دو \_\_\_\_\_ غبار چھٹ جائے گا \_\_\_\_\_ میں دیکھ رہا تھا کہ بہت دنوں سے  
یہ رونا چاہ رہی تھی \_\_\_\_\_  
وہ روتی رہی \_\_\_\_\_

کچھ داغ ماضی کے، کچھ نقش حال کے اور کچھ آنے والے دنوں کے اندیشے  
اسے رلاتے رہے اور وہ زندگی کے دامن کو بھگوتی رہی۔ لیکن تلخیاں کم نہ ہوئیں  
\_\_\_\_\_ راسخ کی گھٹی سے خود غرضی کوئی نہ نکال سکا۔ لیکن پھر بھی یا قوت نے اپنی  
سکیوں پر قابو پا لیا تھا۔ آنسو اب بھی بہہ رہے تھے۔

قوت کی گود میں سر رکھے وہ سکون سے لیٹا تھا \_\_\_\_\_  
اب کیسی طبیعت ہے۔  
قوت نے جھک کر کہا۔  
احمد نے اثبات میں سر ہلا دیا \_\_\_\_\_ لیکن قوت احمد کی ناگفتہ بہ حالت کو اچھی  
سجانتی تھی۔  
کچھ لاؤں کھانے کے لئے \_\_\_\_\_

قوت نے بے حد محبت کے ساتھ احمد کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کر لیا۔  
نہیں \_\_\_\_\_ میں تنہائی کی وحشت سے خوفزدہ ہوں۔  
احمد نے تڑپ کر قوت کے ہاتھوں کو تھام لیا۔  
آپ نے رات سے کچھ نہیں کھایا \_\_\_\_\_ خدا را \_\_\_\_\_ گرم گرم دودھ کا  
بل گلاس \_\_\_\_\_ وہ محبت سے اسے سمجھاتی رہی \_\_\_\_\_ اور اس کے گھنے بالوں میں  
ٹیاں پھیرتی رہی۔  
تم میرے پاس رہو \_\_\_\_\_ قوت \_\_\_\_\_ جتنے سانس ہیں وہ تو آتے ہی رہیں

احمد \_\_\_\_\_ خدا کے لئے ایسی باتیں مت کریں \_\_\_\_\_ کیا میں ہی رہ گئی ہوں  
\_\_\_\_\_ بسنے کے لئے \_\_\_\_\_

قوت رو دی \_\_\_\_\_ مجبور اور لاچار ہو کر \_\_\_\_\_  
ارے \_\_\_\_\_ یہ تو بہت قیمتی آنسو ہیں \_\_\_\_\_ انہیں میں گرنے نہیں دوں گا  
\_\_\_\_\_ احمد نے قوت کے رخساروں پر لرزتے تھرتھکتے سفید موتیوں کو اپنے ہاتھوں کی  
نہینوں میں سمو لیا۔  
\_\_\_\_\_ احمد \_\_\_\_\_

قوت نے پکارا۔

کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔۔۔

وہ ہنس دی۔

بن احمد۔۔۔۔۔

حسب عادت احمد نے کہا۔

ٹھیک تو کہہ رہا ہوں۔۔۔۔۔ تم میری آفیسر ہو۔۔۔۔۔ میں تمہارا محتاج ہوں

ہم علاج کے لئے باہر نہیں جاسکتے۔۔۔۔۔

قوت۔۔۔۔۔ تمہارے بغیر میں تھی دست ہوں۔۔۔۔۔

قوت نے کہا۔

احمد نے ایک دم سر کو کرسی کی پشت پر گرا لیا۔

کیا ہو گیا۔۔۔۔۔

جاسکتے ہیں بلکہ دو مرتبہ جا چکا ہوں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔

قوت کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔

دیے بھی تم خود مختار ہو میرے سارے اختیارات آپ کے دم سے ہیں۔۔۔۔۔ خدا

وہ فوراً "ٹیلی فون کی طرف بڑھی۔

آپ کو صحت دے۔۔۔۔۔

ہیلو۔۔۔۔۔ ڈاکٹر وارثی۔۔۔۔۔ پلیز جلدی پہنچئے۔۔۔۔۔

قوت نے بے حد اپنائیت سے احمد کو دیکھا۔۔۔۔۔

ابھی پہنچا۔۔۔۔۔

ڈاکٹر وارثی نے ریسور رکھا اور کلاشانہ ہارون روانہ ہو گئے۔

آہستہ آہستہ وہ ٹھیک ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ لیکن دماغی کام کرنے کے لئے اسے

لیکن یہ حملہ اس قدر ظالم تھا کہ ڈاکٹر وارثی کی ہدایت کے مطابق احمد کو شہر

ڈاکٹر وارثی نے بالکل منع کر دیا تھا۔ قوت کمپنی اینڈ لینڈ کی تمام تر ذمہ داریاں قوت

کے سب سے بڑے ہسپتال و ہاج میموریل میں داخل کروانا پڑا۔۔۔۔۔ آج کل وہاں

نے سنبھال لی تھیں۔۔۔۔۔ آفس بھی وہ خود اٹینڈ کرتی تھی۔۔۔۔۔ چھ سات ماہ کے

دماغی امراض کی ٹیم بھی آئی ہوئی تھی۔ بڑے ٹیسٹ ہوئے۔۔۔۔۔ سب کے سب ڈاکٹر

قلیل عرصے میں وہ خاصی ماہر ہو چکی تھی۔۔۔۔۔ اس کے رعب و جلال کے سامنے

وارثی رکھتے جا رہے تھے۔۔۔۔۔ احمد کو بہت دن ہسپتال میں رہنا پڑا۔ وہ کمزور ہو چکا

کسی کو پر مارنے کی جرات نہ تھی۔۔۔۔۔ وہ با اصول عورت تھی۔ سارے کام کو

تھا۔ مسز ہارون نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔۔۔۔۔ ڈاکٹروں نے بیماری کو سمجھ لیا

اس نے اچھی طرح اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ کمپنی کی ساکھ کو چار چاند لگانے کے

تھا لیکن اب قابو پانا خدا کے ہاتھ میں تھا۔

لئے اس نے ملازمین کی تنخواہوں میں دو سو روپے ماہوار کا اضافہ کر دیا تھا۔ قوت کے

شام کو جب ہسپتال کی رونق میں کمی ہوئی نرس نیند کا انجیکشن لگا کر جا چکی

اختیارات سنبھالنے سے یہ فائدہ ہوا کہ جو لوگ احمد کی بیماری سے فائدہ اٹھا کر اسے

تھی۔

لوٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔۔۔ ان پر گرفت سخت ہو گئی۔۔۔۔۔ اور مال بہتر سے

بہتر صارفین تک پہنچتا تھا۔

قوت ڈاکٹر وارثی کے پیچھے ہی چلی۔

احمد۔۔۔۔۔

ڈاکٹر۔۔۔۔۔

وہ دراز بالوں کی چوٹی بنا کر پشت کی جانب پھینکتے بولی۔

جی بیٹا۔۔۔۔۔

یس باس۔۔۔۔۔

ڈاکٹر وارثی عمر رسیدہ انسان تھا۔

احمد از راہ مذاق بولا۔۔۔۔۔ وہ ویسے بھی شگفتہ شگفتہ لگ رہا تھا۔

خدا کے لئے بتا دیجئے \_\_\_\_\_ احمد کو کیا تکلیف ہے۔

وہ احتجاج کے انداز میں بولی۔

سن لو گی۔

ڈاکٹر نے قوت کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

کیوں نہیں سنوں گی \_\_\_\_\_ جب میں اسے تڑپتا دیکھ سکتی ہوں \_\_\_\_\_ تو اس

کی بیماری کا نہیں سن سکتی۔

لیکن مسز بارون کو علم نہیں ہونا چاہئے۔

ڈاکٹر وارثی نے بغور قوت کو دیکھا \_\_\_\_\_ جس کا رنگ پہلے ہی اڑ چکا تھا۔

ابھی تو میں نے بتایا بھی نہیں۔

وہ مسکرا کر بولے۔

کچھ نہیں ہوتا ڈاکٹر \_\_\_\_\_ آپ بے فکر رہئے۔

وہ مضبوط چٹان نظر آنے لگی۔

احمد کو دماغ کا کینسر ہے \_\_\_\_\_ وہ صرف دو سال زندہ رہ سکتا ہے \_\_\_\_\_ اور

ڈاکٹر وارثی کی زبان گنگ ہو گئی \_\_\_\_\_ وہ آگے کچھ نہ کہہ سکے \_\_\_\_\_ اور لمبے لمبے

ڈگ بھرتے دوسرے کمروں میں کھو گئے۔

وہ چکرائی \_\_\_\_\_ کلیجہ اچھل کر حلق میں آگیا \_\_\_\_\_ احمد \_\_\_\_\_ میری جان

\_\_\_\_\_ آنسوؤں کی لڑی یکے بعد دیگرے اس کے سرخ رخساروں کو بھسوتی رہی

\_\_\_\_\_ کہ اچانک مسز بارون کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

بڑی مشکل سے اس نے آنسو صاف کئے۔

نماز پڑھ لی آپ نے امی جان \_\_\_\_\_ شادی کے بعد وہ ماں ہی کہنے لگی تھی۔

اس کی مسز بارون کو بھی بہت خوشی تھی۔

باں بیٹی \_\_\_\_\_ تم یہاں کیا کر رہی ہو۔

مسز بارون حیران کن انداز میں بولی۔

ذرا باہر کی ہوا لینے آگئی تھی۔

اچھا \_\_\_\_\_ آجاؤ پھر احمد کے پاس \_\_\_\_\_

احمد ابھی تک سویا ہوا تھا۔

مسز بارون احمد کے قریب بیٹھ کر سورتیں پڑھ کر دم کرنے لگیں \_\_\_\_\_ اور

قوت افسردہ دل میں آنسو بہائے کرسی پر بیٹھ گئی \_\_\_\_\_ وہ تو رو بھی نہیں سکتی تھی۔

کیا سارے دکھ میرے حصے کے ہیں \_\_\_\_\_ وہ اسی سوچ کے ساتھ آنکھیں بند کئے نہ

جانے کہاں پہنچ گئی۔

اچانک احمد نے کروٹ لی \_\_\_\_\_ لیکن قوت کی آنکھ نہ کھلی \_\_\_\_\_

سو گئی شاید \_\_\_\_\_

احمد نے آہستہ سے ایک آنکھ کھولی اور شریر انداز میں ماں کو دیکھا۔ وہ مکمل

بش میں تھا۔ وہ اپنی پڑھائی میں مگن تھیں۔

نصف گھٹے کے بعد مسز بارون نے قوت کو پکارا \_\_\_\_\_

جی امی جان \_\_\_\_\_

وہ چونک گئی \_\_\_\_\_

تم سو جاؤ جا کر \_\_\_\_\_ میں آج رات رہ لوں گی \_\_\_\_\_

نہیں امی \_\_\_\_\_ احمد کے پاس میں ہی رہوں گی۔

وہ بغور احمد کو دیکھ کر بولی۔

ڈاکٹر وارثی نے کیا بتایا ہے۔

وہ قوت سے بولیں۔

بس یہی سر درد \_\_\_\_\_

احمد نے کروٹ بدل کر کہہ دیا۔

ارے میرے بچے \_\_\_\_\_ اب ٹھیک تو ہو \_\_\_\_\_

مسز بارون خوش ہوتے بولیں \_\_\_\_\_

وہ مسکرائی اور احمد کے پاس چلی گئی۔

کیا بات ہے \_\_\_\_\_ آنکھیں کیوں سرخ ہو رہی ہیں۔

احمد نے بغور دیکھا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے انتظار میں پھیلا دیا۔  
نہ پر قوت نے اپنا نرم و نازک ہاتھ رکھ دیا۔

اگر تم اس قدر مضطرب اور بے قرار رہی تو میرا کیا بنے گا \_\_\_\_\_

احمد نے قوت کا ہاتھ دبایا \_\_\_\_\_ اور وہ ہنس دی \_\_\_\_\_ احمد بھی ہنس دیا۔

دوسرے دن ڈاکٹر وارثی سے اجازت لئے احمد کو گھر لے جایا گیا۔ احمد کی بیماری  
بہ راز میں رکھی گئی \_\_\_\_\_ ورنہ بیمار پرسی کرنے والوں نے جینا حرام کر دینا تھا۔

\_\_\_\_\_ وہ آفس جاتی \_\_\_\_\_ سب کو یہی کہتی کہ بالکل ٹھیک ہیں احمد۔ لیکن وہ ٹھیک  
نہ تھا \_\_\_\_\_ بیماری دن بدن بڑھتی جا رہی تھی \_\_\_\_\_ نہ جانے احمد کو ایک دن

اور وہ آنسو چھپانے کے لئے ہاتھ روم میں چلی گئی \_\_\_\_\_ بارش کھل کے بری \_\_\_\_\_ خیال آیا۔

\_\_\_\_\_ کب سے رکھا ہوا طوفان سب کچھ ہما کر لے گیا \_\_\_\_\_ وہ روئے تو کہاں رہے \_\_\_\_\_ قوت \_\_\_\_\_

جی \_\_\_\_\_ فائلیں بند کرتے ہوئی۔

ادھر آؤ \_\_\_\_\_

احمد نے پلنگ سے اٹھ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

آفس کا کام آفس میں کیا کرو۔

احمد نے بڑی محبت سے قوت کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

ایک فائل تھی سائن کرنے کے لئے اور چیک کرنا تھی \_\_\_\_\_ اس لئے لے

وہ احمد کے چہرے کو بغور دیکھ کر بولی۔

ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

احمد نے بالوں کو پیشانی سے ہٹایا۔

\_\_\_\_\_

ہاں امی سر درد ہی بتایا ہے۔

قوت نے کہا۔

یہ جناب کے چہرے پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں \_\_\_\_\_

احمد نے قوت کو افسرہ دیکھ کر کہا۔

ایسے ہی \_\_\_\_\_

قوت زبردستی ہنستے ہوئے بولی۔

ابھی تو میں زندہ ہوں \_\_\_\_\_ لگی \_\_\_\_\_

وہ قوت کو بغور دیکھ کر بولا۔

خدا کرے تو ہزاروں سال جیئے \_\_\_\_\_ میرے بچے \_\_\_\_\_

ماں نے احمد کی پیشانی چوم لی۔

\_\_\_\_\_ اور وہ آنسو چھپانے کے لئے ہاتھ روم میں چلی گئی \_\_\_\_\_ بارش کھل کے بری \_\_\_\_\_ خیال آیا۔

\_\_\_\_\_ کب سے رکھا ہوا طوفان سب کچھ ہما کر لے گیا \_\_\_\_\_ وہ روئے تو کہاں رہے \_\_\_\_\_ قوت \_\_\_\_\_

\_\_\_\_\_ چھپ چھپ کر رونا اس کی عادت بن چکی تھی۔

امی \_\_\_\_\_ بہت دیر ہو گئی \_\_\_\_\_ قوت باہر نہیں آئی \_\_\_\_\_

احمد کب سے اس کا منتظر تھا۔

مسز بارون اٹھ کر ہاتھ روم کے دروازے پر گئیں۔

بٹی \_\_\_\_\_

آگئی امی جان \_\_\_\_\_

وہ جلدی جلدی لباس درست کئے بالوں کو ٹھیک کئے باہر آگئی۔

مسز بارون نے بغور قوت کی آنکھوں میں جھانکا۔

طبیعت ٹھیک ہے بٹی \_\_\_\_\_

وہ پریشان سی ہو گئیں۔

\_\_\_\_\_ ٹھیک ہوں \_\_\_\_\_

وہ ہمہ تن گوش ہو گئی۔

اپنی کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے منظور صاحب کو طلب کیا۔

Yes Madam

منظور نے آتے ہی مؤدب لہجے میں کہا۔

آپ قوت کمپنی اینڈ لینڈ کے پرانے سمجھدار ملازم ہیں۔۔۔۔۔ اور تمام اونچ نیچ کو بھی جانتے ہیں۔

جی ہاں۔۔۔۔۔ آپ حکم تو کریں۔

منظور صاحب بڑے شہ انداز میں بولے۔ ویسے بھی وہ شریف النفس انسان

آپ میری عدم موجودگی میں انچارج ہوں گے۔ میں آفس آرڈر کے جاری ہوں۔۔۔۔۔ قوت نے سفید کانڈ پر انگلش میں لکھا اور کانڈ میز پر رکھ دیا۔ کیا حال ہے احمد صاحب کا۔

منظور نے کہا۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ اب شاید میں ان کو باہر ہی لے جاؤں۔

قوت کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

خدا ان کو شفا دے۔۔۔۔۔ آفس کے بارے میں آپ بے فکر رہیں۔

Thank you

وہ آفس سے نکلتی ہوئی واپس چلی گئی۔

یار آج میڈم کو کیا ہوا۔۔۔۔۔ بڑی پریشان لگ رہی تھی۔

آفس کلرک نے کہا۔

احمد صاحب کے بارے میں کافی پریشان ہیں۔

منظور اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔۔۔۔ اور وہ کلرک اپنے کام میں مصروف ہو

قوت سیدھی ڈاکٹر وارنٹی کے پاس چلی گئی۔

میرے ساتھ منسوب ہو کر اپنے آپ کو کوسی تو نہیں۔

احمد کو اپنا علم تھا کہ وہ بیماری کے کس دور سے گزر رہا ہے۔

کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔۔۔ میں تو دنیا کی خوش قسمت ترین عورت ہوں جس کا شوہر احمد ہے۔۔۔۔۔ احمد سے قیمتی چیز اس دنیا میں اور کوئی نہیں۔۔۔۔۔ وہ مجھ ہوئی۔۔۔۔۔ لیکن اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔۔۔۔۔ وہ قوت کے چہرے کو دیکھتا رہا۔

میں نے تمہیں کیا دیا ہے۔۔۔۔۔ دکھ خدمت اور تمار داری۔۔۔۔۔ دکھ کے گہرے سائے اس کے چہرے پر رقص کنائں تھے۔ وہ محبت کی انٹ و اسٹان چھوڑ

جائے گا۔ قوت بھیگی پلکوں سے احمد کے چہرے کو دیکھنے لگی۔۔۔۔۔ چند دنوں میں وہ ہڈیوں کا پتھر بن گیا تھا۔۔۔۔۔ دکھ کی ایک سلاخ اس کا سینہ چیر کر نکل گئی۔۔۔۔۔ وہ

تپتے صحرا میں بے یار و مددگار کھڑی تھی۔۔۔۔۔ شدید دھوپ اور نہ کوئی سایہ دیوار' الہی کیا بنے گا۔۔۔۔۔ میرا تو اس بھری دنیا میں ہے بھی کوئی نہیں۔۔۔۔۔ وہ ایک دم

چونک گئی۔۔۔۔۔ کلاک نے صبح کے نو بجادے تھے۔

احمد۔۔۔۔۔

قوت نے پکارا۔۔۔۔۔

جان احمد۔۔۔۔۔

احمد نے صوفے پر ٹیک لگاتے ہوئے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔۔۔۔۔

قوت نے تمام لیا۔

اگر آپ اجازت دیں تو آفس نہ چلی جاؤں۔

جاؤ۔۔۔۔۔ منظور کو سمجھاؤ۔

احمد نے کہا۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔

وہ جلدی سے تیار ہو کر آفس چلی گئی۔

کوئی فائدہ نہیں باہر جانے کا \_\_\_\_\_ وہی دوا یا استعمال کرو \_\_\_\_\_ جو سروے  
ہیم نے منتخب کی تھیں۔

ٹھیک ہے۔

حوصلہ رکھو \_\_\_\_\_ مریض کو اس بات کا بالکل علم نہیں ہونا چاہئے۔  
ڈاکٹر وارٹی نے قنوت کی پشت پر تھکی لگائی۔

یہ پل صراط ہے بیٹی \_\_\_\_\_ حوصلے اور صبر سے اس مشکل کو برداشت کرو  
\_\_\_\_\_ وہ رخساروں سے آنسو صاف کرتی باہر گاڑی میں چلی گئی \_\_\_\_\_ دکھوں کا  
آتش فشاں ایک دن پھٹے گا ضرور \_\_\_\_\_ وہ گاڑی شارٹ کرتی بڑی برق رفتاری  
سے کاشانہ بارون پہنچ گئی۔ چند سیکنڈ میں وہ پہنچ گئی تھی۔

گاڑی پورچ میں کھڑی کئے وہ احمد کے کمرے میں ہی داخل ہوئی۔ وہ ماں کے  
ساتھ بڑا خوش نظر آ رہا تھا۔

آؤ آؤ \_\_\_\_\_ میری بیٹی \_\_\_\_\_

مسز بارون نے کھڑے ہو کر قنوت کو ساتھ لگا لیا۔

کیسی طبیعت ہے \_\_\_\_\_

وہ جھک کر بولی۔

بہت اچھی \_\_\_\_\_ آؤ بیٹھو \_\_\_\_\_

احمد نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے قریب قالین پر بٹھالیا۔

اچھا بیٹا میں جاؤں \_\_\_\_\_

ای بیٹھ جائیے نا \_\_\_\_\_

قنوت نے کہا۔

بیٹا میں نے وظیفہ شروع کیا ہوا ہے \_\_\_\_\_ سوچ رہی ہوں مکمل کر لوں۔

اچھا امی \_\_\_\_\_

احمد نے کہا۔

آداب ڈاکٹر \_\_\_\_\_

جیتی رہو \_\_\_\_\_ بیٹھو \_\_\_\_\_

شکریہ \_\_\_\_\_

وہ ڈاکٹر کے کمنے پر سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

احمد کی سناؤ۔

ڈاکٹر وارٹی نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر کہا۔

ٹھیک ہیں \_\_\_\_\_ ویسے نکاہت بہت محسوس کر رہے ہیں۔

قنوت نے کہا۔

نکاح تو ہوگی \_\_\_\_\_ اتنی تکلیف وہ بیماری ہے۔

ڈاکٹر وارٹی خود بھی پریشان تھے۔

ڈاکٹر میں چاہتی ہوں کہ ساری دنیا بک جائے \_\_\_\_\_ لیکن احمد کو اس بیماری

سے نجات مل جائے \_\_\_\_\_ حزن و ملال کی پرچھائیاں قنوت کے چہرے پر پھیل گئیں۔

میں تمہارے جذبات اچھی طرح سمجھتا ہوں \_\_\_\_\_ یہ بیماری احمد کو دس سال

پرانی ہے۔ دو مرتبہ لندن سے بھی علاج کروایا ہے \_\_\_\_\_ اس کا آپریشن بھی ممکن

نہیں ہے۔ صرف خدا پر بھروسہ رکھو بیٹی۔

قنوت کو روتا دیکھ کر ڈاکٹر وارٹی نے تسلی بخشی دی۔

میں تو اس لئے آئی تھی کہ شاید باہر لے جانے سے شفا ہو جائے۔

وہاں بھی تو یہی خدا ہے \_\_\_\_\_ پھر تمہیں بتا چکا ہوں نا احمد کے ساتھ میں خود

گیا تھا۔ مسز بارون کو اس بات کا علم نہیں ہے \_\_\_\_\_ ورنہ وہ تو سنتے ہی جان دے

دیں۔

قنوت سنتی رہی۔

تو پھر \_\_\_\_\_

قنوت نے کہا۔

وہ کمرے سے نکل گئیں۔

چائے لاؤں۔

قنوت نے چاہت سے پوچھا۔

ہاں طلب تو ہے۔ لیکن تم نے نہیں جانا۔ بابا کو کہو۔

وہ قنوت کے بہت قریب ہو گیا۔ جیسے کوئی انوکھی طاقت اسے چھین کر

لے جائے۔

ٹھیک ہے۔ میں بابا کو کہہ آؤں۔

قنوت نے خوبصورت چہرہ پھیر کر احمد کو کہا۔

کال بل نہیں ہے۔

احمد نے کال بل کی طرف اشارہ کیا۔

ٹھیک ہے۔

قنوت نے ہنس کر بل پر انگلی رکھ دی۔

جی بیٹا۔

بوڑھا خانساں ہاتھ صاف کرتا داخل ہوا۔

بابا کرم دین۔ اپنا کوئی شاگرد رکھ لو۔ تم اب بوڑھے ہو گئے ہو۔

میں تو آپ کا غلام ہوں سرکار۔ لوگ تو بوڑھے ناکارہ لوگوں کو نکال

دیتے ہیں، لیکن بیٹا اور بڑی بیگم صاحبہ نے کہا کہ میں بھی کام کروں اور کوئی اپنے

ساتھ رکھ لوں۔ وہ کام بھی سیکھ جائے گا۔ اور مجھے بھی بے روزگاری

نہ ہوگی۔

بوڑھا کرم دین احسان مندی کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا۔

پھر کیا کیا بابا۔

قنوت نے کہا۔

کل سے میرا پوتا میرے ساتھ کام کر رہا ہے سرکار۔ بیگم صاحبہ نے تو

اس کی تنخواہ بھی مقرر کر دی۔ اور بیٹا نے میری تنخواہ بھی اور بڑھادی۔  
بلکہ میں گھر بھی بیٹھ جاؤں تو دیشن ملے گی۔

اچھا۔ احمد کھل کر ہنس دیا۔ ہنستا ہوا وہ کتنا اچھا اور شوہٹ لگ رہا  
تھا۔

قنوت نے محبت سے بھرپور نظر احمد پر ڈالی۔

ارے واہ۔ اچھی آفیسر ہیں ہماری بیگم صاحبہ۔ کمال کی چیز ہیں

وہ قنوت کے قریب صوفے سے اتر کر قالین پر بیٹھ گیا۔

جاؤں سرکار۔

ہاں بابا اچھی سی چائے لاؤ۔ اور شامی بھی لیتے آنا۔

بہتر سرکار۔

بوڑھا کمرے سے نکل گیا۔

قنوت۔

احمد نے پکارا۔ جیسے وہ کوسوں کے فاصلے سے بول رہا ہو۔

جی۔

قنوت نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

طبیعت ٹھیک ہے۔

ٹھیک ہوں۔ ہماری شادی کو کتنا عرصہ ہوا۔

احمد نے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

سال ہونے میں ایک ماہ باقی ہے۔

قنوت نے کہا۔

ساگرہ بڑے تزک و احتشام سے ہونی چاہئے۔

احمد نے اپنے ایک بازو کو قنوت کے نازک بدن کے گرد حائل کر دیا۔

ایسا ہی ہوگا۔



وہ اپنا چہرہ احمد کے سینے میں چھپاتے بولی۔

قوت نے چائے بنا کر احمد کے سامنے رکھ دی اور دوسرا کپ خود لے لیا۔  
لیجے۔

دوسری سالگرہ پر شاید میں زندہ رہوں یا نہ رہوں۔

احمد۔۔۔۔۔ قوت نے اسے اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیا۔

وہ کبابوں کی طرف اشارہ کرتے بولی۔

احمد بڑی چاہت سے کباب کھانے لگا۔۔۔۔۔ شامی کباب اس کی مرغوب غذا تھی۔  
اچانک قوت نے دیکھا۔۔۔۔۔ وہ کھاتے کھاتے اداس ہو گیا تھا۔

ایسی بات نہ کیا کریں۔۔۔۔۔ آپ زندہ رہیں گے۔۔۔۔۔ میرے لئے۔  
صرف میرے لئے۔۔۔۔۔ خدا آپ کو میرا جیون بھی دے دے۔۔۔۔۔ کائنات کی  
خوبصورتی اور یہ رعنائی دلفریبی صرف آپ کے دم سے ہے۔

کیا بات ہے۔۔۔۔۔

قوت نے کپ واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔

قوت نے احمد کو یوں لپٹا لیا۔۔۔۔۔ جیسے اپنی پلکوں میں ڈھانپ لینا چاہتی ہو۔  
وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے احمد کے وجود کو گرم ہوا کا جھونکا بھی مس کرے۔ احمد  
نے اس کی پیشانی پر محبت کا طویل بوسہ ثبت کر دیا۔۔۔۔۔ اور قوت نے احمد کے  
دونوں ہاتھوں کو چوم لیا۔

میں سوچ رہا ہوں۔۔۔۔۔

احمد نے بھی کپ رکھ دیا۔

کیا۔۔۔۔۔

قوت سن سی ہو گئی۔

ہمیں تم سے بہت پیار ہے قوت۔۔۔۔۔

ہمیں اعتبار ہے۔

قوت ہنس دی۔

احمد نے معنی خیز نظریں قوت کے چہرے پر ڈالیں۔۔۔۔۔

احمد کہنے نا۔۔۔۔۔ کیا بات ہے۔

قوت خود حواس باختہ سی ہو گئی۔

چائے لے آیا ہوں سرکار۔

بوڑھے کرم دین نے دروازے میں کہا۔

میری ماں میرے بعد زندہ نہیں رہے گی۔۔۔۔۔ اگر زندہ رہ گئی تو اس کا خیال  
رکھنا۔

لے آؤ بابا۔۔۔۔۔

وہ پرسکون سے محتاط انداز میں مسکراتے ہوئے بیٹھ گئے۔

احمد کے الفاظ میں حد درجہ محرومیت کا احساس غالب تھا۔ وہ اس دنیا سے تشنہ  
کام جا رہا تھا۔ قوت کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔۔۔۔۔ باوجود ہزداشت کے  
بھی سوتے پھوٹ پڑے۔ وہ بری طرح رو دی۔۔۔۔۔ جسم کے خفیفہ جھٹکے اس بات کا  
احساس دلا رہے تھے کہ وہ بہت بری طرح رو رہی ہے۔

کرم دین ٹرائی میں چیزیں نکال کر قالین پر رکھنے لگا۔

بابا یہ چائے اور شامی کباب امی کو ان کے کمرے میں دے آؤ۔

وہ بوڑھے کرم دین کو چھوٹی پلیٹ میں شامی کباب اور کپ چائے کا پکڑاتے

ارے۔۔۔۔۔ دیوانی ہو گئی ہو۔۔۔۔۔ ادھر دیکھو۔۔۔۔۔

احمد نے قوت کو ساتھ لگا لیا۔

بولی۔

ٹھیک بی بی۔

کرم دین چلا گیا۔

تم نے تو بڑا صبر آزمائے سفر اختیار کرنا ہے۔۔۔۔۔ ابھی سے دل کیوں چھوڑ بیٹھی

لیکن وہ اس کے ہی سینے میں منہ چمپا کر سکتی رہی۔

اچھا چلو معاف کر دو۔ آئندہ کوئی ایسی بات نہیں کرتا۔

احمد نے مسکراتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیئے۔

قوت نے احمد کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا لیا۔

بس بھی بس۔

تم تو بڑی بہادر عورت ہو۔

وہ بڑی شفقت سے قوت کے الجھے بال درست کرنے لگا۔ اپنے رومال سے احمد

نے قوت کے آنسو صاف کئے۔ وہ اسی طرح سوگوار ماحول میں چائے پینے لگے۔

احمد۔۔۔ ایک دلدوز چیخ بلند ہوئی۔ احمد نے قوت کی گود میں دم توڑ دیا

کیا ہو گیا۔۔۔ مسز ہارون بھاگ کر آئیں۔۔۔ میرے بچے۔۔۔ تم

چھوڑ گئے ہو۔۔۔ مجھے۔۔۔ قوت کو۔۔۔ میں نہیں رہوں گی تمہارے بغیر

وہ دھڑام سے گریں۔۔۔ اور دوبارہ نہ اٹھ سکیں۔۔۔ چند لمحوں میں دو

جنازے۔۔۔ کائنات رو پڑی۔۔۔ آسمان رشک بار ہو گیا۔۔۔ زمین تھرا

اٹھی۔۔۔ کوٹھی کے در و بام لرز اٹھے۔۔۔ احمد کی جواں سال موت نے ایک

کرام سا مچا دیا۔۔۔ کوئی آنکھ تھی جو اشک بار نہ تھی۔ حامد کو بھی اطلاع کر دی

تھی۔ سارا شرائد آیا تھا۔۔۔ انسانوں کا ایک سیلاب تھا جو کاشانہ ہارون میں

طوفان برپا کر رہا تھا۔۔۔ قوت اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ ماں، بیٹا دونوں کی تجنیز

و عقیقہ کے کام منشی جی بڑے احسن طریقے سے کر رہے تھے بلکہ ہر قسم کی ذمہ داری

ایک صاحب اور فشی جی نے ملازمین کے ساتھ اپنے سر لے لی تھی۔ سوائے قوت

کے اور کون تھا گھر میں۔ لیکن قوت کو ابھی ہوش نہیں تھا۔۔۔ وہ سکتے کے عالم

میں بیٹھی چاروں جانب تکتے جا رہی تھی۔۔۔ اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کیا

کرے۔۔۔ سوچ و بچار عقل و خرد کی تمام تر صلاحیتیں معدوم ہو چکی تھیں۔۔۔

بس وہ سب عزیز رشتہ دار واقف کاروں کو دیکھے جا رہی تھی۔ ناصرہ بیگم بھی اہل و

عیال کے ساتھ پہنچ گئیں تھیں۔۔۔ ہر ایک ذی روح کی زبان پر احمد کی جوانی کا ذکر

تھا۔۔۔ اور مامتا کی عظمت کی باتیں تھیں۔

بس سب کچھ قوت کا ہی تو ہے۔

ایک عورت مجھے سے بولی۔

ہے کیا وہ مرن جو گا تو ایک سال پہلے ہی اس کے نام لگا گیا تھا۔

دوسری عورت نے قیاس دوڑایا۔

ویسے میاں بیوی میں محبت بہت تھی۔

ایک نوجوان لڑکی نے کہا۔

محبت کیسے نہ ہوتی۔۔۔ عیش کروانا تھا۔۔۔ جیروں میں ٹوٹ رولتی تھی قنوت۔۔۔  
چپ کو خدا کے لئے۔۔۔ یہ بات مگر۔۔۔ میری قنوت کس طرح بیٹے گی۔۔۔  
یہ صدمہ کس طرح برداشت کرے گی۔

زینت بیگم چیخ کر بولیں۔۔۔ اور وہ عورتیں ایک دم چپ ہو گئیں۔

اس کی بیٹی ہے نا۔۔۔

ایک بوڑھی عورت نے کہا۔

اچھا۔۔۔ ماں جو ہوئی۔۔۔ جوان بیٹی۔۔۔ بیوہ ہو گئی۔۔۔ بہت صدمے

کی بات ہے۔

ماں بیٹے کا جنازہ ایک ساتھ اٹھایا گیا۔

ہر آنکھ سے اشک رواں تھے۔۔۔ کاشانہ ہارون کی ہر چیز پر مرونی چھائی  
ہوئی تھی۔ سوئم کے بعد تمام رشتہ دار عزیز چلے گئے تھے۔۔۔ صرف ناصرہ بیگم ابھی  
تک بعد اہل و عیال مقیم تھیں۔۔۔ یا پھر راحہ بعد بچوں کے موجود تھا۔ حامد بھی  
سوئم کی صبح پہنچ گیا تھا۔۔۔ ساتھ اس کی فرانسیسی بیوی بھی تھی۔۔۔ قنوت۔۔۔  
مل کر وہ بہت خوش ہوئے۔ حامد احمد کی موت پر تڑپ اٹھا۔۔۔ ماں کی یاد اسے  
ستانے لگی۔۔۔ وہ بہت دیر تک روتا رہا۔۔۔ جب فرائڈ نے اسے تسلی بخشی دی  
قنوت سے ہمدردانہ گفتگو کرنے کے بعد وہ تیسرے دن لندن روانہ ہو گیا  
۔۔۔ وہ رہ کر کرتا بھی کیا۔ دو بچے چھوڑ کر آیا تھا۔۔۔ دونوں لڑکے ہی تھے۔  
قنوت نے جاتے ہوئے بچوں کو پیار بھیجا۔۔۔ اور خود برباد شکستہ سی احمد کے کمرے  
میں آگئی۔

چند دن مگر چلے گئے تھے۔۔۔ ناصرہ بیگم بھی رخصت ہو گئی تھیں۔۔۔ لیکن  
راحہ بعد بیوی بچوں کے موجود تھا۔ قنوت کو راحہ کی صورت سے نفرت تھی۔  
یہ اب یہاں کس لئے ٹھہرے ہوئے ہیں اپنے گھر کیوں نہیں جاتے۔  
وہ قریب بیٹھی ملازمہ شریفان سے بولی۔

معلوم نہیں بی بی۔۔۔ ویسے ان کا جانے کا پروگرام بھی نہیں ہے۔

شریفان سمجھدار عورت تھی۔

خیر تم دوپہر کا کھانا کھلاؤ۔۔۔ میں یا قنوت سے بات کرتی ہوں۔۔۔ کھانا  
لے کے بعد یا قنوت قنوت کے پاس ہی آگئی۔

اچھا باجی ہمیں اجازت دو۔

خدا کا شکر ہے وہ خود ہی جانے کے لئے تیار تھی۔

تمہارا شوہر کہاں ہے۔

قنوت نے اس کا نام لینا بھی چھوڑ دیا تھا۔

باہر ہی گئے ہیں۔۔۔ خیر ہم تو جا رہے ہیں۔

ٹھیک ہے۔۔۔

یا قنوت بچوں کو لے کر رخصت ہو گئی۔ شام چار بجے راحہ نے گھر میں قدم رکھا  
اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔

تمہیں کس نے کہا تھا آنے کے لئے۔

وہ آگ بگولہ ہوا جا رہا تھا۔

تو کیا وہیں رہنے کا ارادہ تھا۔

یا قنوت بھی برجستہ جواب کے ساتھ بولی۔

رہنے کی بات نہیں۔۔۔ اب وہ اکیلی تھی۔۔۔ اگر بچے چند دن اس کے

رہ جاتے تو ٹھیک تھا۔

راحہ معنی خیز انداز اپناتے بولا۔

ایک تو وہ پریشان ہے۔۔۔ دوسرا بچوں کی ہنگامہ آرائی میں اور پریشان کرتی

نہ۔ یا قنوت کو شوہر کی خود پرستی کا علم تھا۔

نا۔۔۔ بہت دکھ ہے بہن ہے۔۔۔ میں جانتا ہوں۔۔۔ تمہیں کتنا

دکھ ہے بہن کا۔۔۔

یا قوت ماہی بے آب کی طرح ترپ اٹھی۔۔۔ اور سچ اس کی زبان پر آئی  
 گیا۔

اس احساس میں تم بھی شریک ہو۔۔۔ آخر وہ تمہاری منگیتر تھی۔  
 یا قوت نے سچ پا ہوتے حقیقت کا تیر کھینچ مارا۔۔۔ جو سیدھا راسخ کے خور  
 غرض ماضی کو بے نقاب کر گیا۔

اچھا یہ بات ہے۔۔۔ بہت زبان کھل گئی ہے تمہاری۔۔۔ میں آئندہ  
 برداشت نہیں کروں گا۔

اما۔۔۔۔۔ کیوں لڑتے رہتے ہیں آپ۔۔۔۔۔  
 سب سے بڑی لڑکی نے یا قوت سے کہا۔  
 اپنے باپ کو سمجھاؤ۔۔۔ جو فتنہ کھڑا کرتا ہے۔  
 یا قوت نے کہا۔  
 میں فتنہ پرداز ہوں۔۔۔۔۔  
 راسخ نے آنکھیں پھلا دیں۔  
 یہ میں نے کب کہا۔

یا قوت کمرے میں چلی گئی۔۔۔ اور وہ پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔  
 قنوت بیٹی۔۔۔۔۔ کیسی تھی۔۔۔۔۔ تم آگئیں۔  
 زینت بیگم اس کے کمرے میں آتے ہوئے بولیں۔  
 ٹھیک تھی۔

ارے تم رو رہی ہو۔  
 زینت بیگم اس کی آواز سے محسوس کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

نہیں۔۔۔۔۔  
 یا قوت نے آنسو صاف کئے۔

یہ تو ہر روز کی بات ہے بیٹی۔۔۔ خواہ مخواہ اپنا خون جلانے سے کوئی فائدہ

نہیں آنے سے پہلے اس سے اجازت لینی چاہئے تھی۔  
 زینت بیگم بیٹی کو سمجھانے لگیں۔

اپنے گھر آنے کے لئے بھی اجازت کی ضرورت ہے۔  
 یا قوت پلٹ کر بولی۔ اسے ماں کی بات سے بھی اختلاف تھا۔

عورت کا کوئی گھر نہیں ہوتا بیٹی۔۔۔ سب گھر مردوں کے ہیں۔۔۔ باپ کا  
 زہر کا بھائی کا زینت بیگم نے درست بات کہی تھی۔ پہلے وہ شوہر کے گھر میں تھی  
 اب وہ باپ کے گھر میں تھی۔

آئندہ راسخ کی کسی بات سے انحراف نہ کرنا بیٹی۔۔۔ تمہارا باپ قنوت کا  
 مرد ہے۔ نہیں سکتا۔۔۔ وہ قنوت کی بربادی پر دن رات روتا رہتا ہے۔ وہ قنوت  
 سے جتنا پیار کرتا تھا۔ قنوت نے اس قدر ہی دکھ اٹھائے ہیں۔ زینت بیگم نے آنسو  
 بہا دیے۔

یا قوت نے بھی آنکھیں صاف کر لیں۔۔۔۔۔ بسن کی بربادی تو اس نے شروع  
 کی تھی۔ یہ غلطی ساری زندگی اسے اذیت دیتی رہے گی۔ ضمیر کی غلط اسے سکون  
 دے لینے دے رہی اور دوسری طرف اس کے شوہر کی پذیرائی کرنی پڑتی ہے جو اس  
 میں برابر کا شریک ہے۔۔۔۔۔ چلو اگر میں ہی ہمک گئی تھی تو راسخ خود سیدھے  
 سنے پر چلتا۔۔۔۔۔ قنوت باجی میں کس چیز کی کمی تھی۔۔۔۔۔ صرف عیاشی پسند نہ  
 تھی۔

کیا سوچ رہی ہو۔۔۔ سوچنے سے کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ خواہ مخواہ تمہاری  
 نخراب ہو گی۔ اوپر سے یہ بچے کون سنبھالے گا۔۔۔۔۔ آجکل کے شوہروں کو  
 سونچو۔۔۔۔۔ اور چست بیویاں اچھی لگتی ہیں۔۔۔۔۔ بیمار بیوی کو چھوڑ کر دوسری کر  
 لیں۔۔۔۔۔ زینت بیگم اسے سمجھاتی رہیں۔۔۔۔۔ وہ سنتی رہی۔

آپ درست کہتی ہیں امی۔۔۔۔۔ راسخ بھی انہیں مردوں میں ایک مرد ہے۔  
 یا قوت کی آواز دل سے نکلی۔

جی بھائی جان \_\_\_\_\_

نوکری کرو گے۔

نہیں \_\_\_\_\_

وہ بڑی بے حسی سے بولا۔

نہیں \_\_\_\_\_ کیا مطلب ہے تمہارا \_\_\_\_\_

راخ حیران رہ گیا۔

میں کوئی کاروبار کروں گا۔

تمیز راخ کے چہرے کو گھورتا ہوا بولا۔

کیسا کاروبار \_\_\_\_\_

جیسا آپ مناسب سمجھیں۔

تمیز اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ہوں \_\_\_\_\_

راخ نے کرسی سے ٹیک لگالی۔

احمد کو انتقال کے سات آٹھ ماہ گزر گئے تھے \_\_\_\_\_ وہ تنہا حالات کا مقابلہ

رہی تھی۔ وہ ہماروں میں لٹ گئی تھی \_\_\_\_\_ ساحل پہ سفینہ ڈوب گیا تھا اس کا۔

کا شریک سفر \_\_\_\_\_ اس کا امراز احمد کس موڑ پہ جدا ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا بھی

ناکہ احمد اس طرح چلا جائے گا۔ ڈاکٹر کہتے تھے \_\_\_\_\_ لیکن وہ یقین نہ کرتی تھی۔

رکھو بھی پتہ تھا کہ اس کی موت یقینی ہے \_\_\_\_\_ اسے دماغ کا کینسر تھا اور وہ کسی

ذہنی پھٹ سکتا تھا \_\_\_\_\_ سو وہ اسے بھری دنیا میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ اس

لئے اتنی دولت چھوڑ گیا تھا کہ وہ قیامت تک کھاتی رہے تو ختم نہیں ہو سکتی

۔ یوں لگتا تھا کہ احمد نور کا پر تو تھا \_\_\_\_\_ ذرا سی دیر میں روشن ہوا اور غائب ہو

شام کے سائے ڈھل رہے تھے \_\_\_\_\_ وہ تنہا لان میں بیٹھی چائے پی رہی

کہ ملازم نے منظور کے آنے کی اطلاع دی۔

میں بھیج دو۔

وہ ماں کی نصیحتوں کو بغور سن کر خاموش ہو گئی \_\_\_\_\_ اگر اس نے قوت کو

دکھ دیا تھا تو احمد تو زندہ رہتا \_\_\_\_\_ احمد کی موت کے بعد ضمیر کی غلط اور بڑھ گئی

ہے۔ سکون نام کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں رہی۔

بھائی کھانا دو \_\_\_\_\_

نہ جانے کہاں سے آوارہ گردی کرتا ہوا آیا تھا تیز \_\_\_\_\_ جو ابھی تک میز پر

نہیں کر سکا تھا۔ وہ انہی اور خاموش طشتری میں کھانا لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ کیا

پکایا ہے \_\_\_\_\_ فلیجم \_\_\_\_\_ میں نہیں کھاتا \_\_\_\_\_

بڑی ناگواری سے تیز نے پلیٹ پرے کھسکا دی۔

اس میں گوشت بھی ہے بیٹا۔

زینت بیگم نے تیز کی توجہ گوشت کی طرف دلائی۔ لیکن یا قوت چاہی تھی۔

نظر آ رہا ہے ممانی \_\_\_\_\_

وہ اٹھ گیا \_\_\_\_\_

ارے بیٹھو \_\_\_\_\_ یا قوت \_\_\_\_\_ انڈے بنا دو۔

زینت بیگم ماحول کو خراب کرنا نہیں چاہتی تھیں۔

یا قوت بادل خواستہ کچن میں انڈے بنانے چل دی۔

بیٹے گھر میں بیٹھا کرو \_\_\_\_\_ پڑھا کرو \_\_\_\_\_ تمہارے امتحان قریب ہیں۔

کیا کروں گا پڑھ کر \_\_\_\_\_ کونسا ڈپٹی لگ جاؤں گا۔

وہ بڑی نفرت سے بولا۔

ارے بیٹا علم بڑی اچھی چیز ہے \_\_\_\_\_ اعلیٰ تعلیم انسان کو آسمانوں کی بلندیوں

تک لے جاتی ہے۔

زینت بیگم بولتی رہیں اور وہ سنتا رہا۔ لیکن وہ چکنا گھڑا تھا۔ اسے ایسی دنیا

نصیحتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا \_\_\_\_\_ اس کے امتحان آئے اور گزر گئے۔ اس نے

امتحان ہی نہ دیا۔

راخ نے آج اس سے بات کی۔

بہتر سرکار \_\_\_\_\_  
 ملازم چلا گیا \_\_\_\_\_  
 چند لمحوں میں منظور مودب سالان میں داخل ہوا۔  
 آئیے آئیے منظور صاحب \_\_\_\_\_ تشریف رکھیے \_\_\_\_\_  
 شکریہ \_\_\_\_\_  
 منظور شکریہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔  
 کیسے ہیں آپ \_\_\_\_\_  
 قنوت نے منظور صاحب کے لئے چائے بنائی۔  
 لیجئے چائے \_\_\_\_\_ وہ پیالی منظور کے سامنے رکھتے بولی۔  
 جسے منظور نے شکریہ کے ساتھ پکڑ لیا۔  
 کیسے تشریف لائے تھے آپ \_\_\_\_\_  
 قنوت نے کہا۔  
 میں آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں \_\_\_\_\_ آپ آفس میں آجائیے \_\_\_\_\_  
 آپ \_\_\_\_\_ اپنا کام سنبھالئے۔  
 منظور عاجزانہ لہجے میں بول رہے تھے۔  
 تھک گئے آپ \_\_\_\_\_  
 وہ مجسم ہی ہوئی۔  
 نہیں میڈم میں تھکا نہیں ہوں \_\_\_\_\_ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کام کرتے ہیں اور  
 نہ کرنے دیتے ہیں۔  
 منظور نے پراسرار سی بات کی تھی \_\_\_\_\_ لیکن قنوت ایسی کوڑھ مغز نہ تھی جو  
 سمجھ نہ سکی۔  
 ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ میں انشاء اللہ پندرہ جنوری کو دفتر جوائن کر لوں گی۔  
 بہت شکریہ آپ کا \_\_\_\_\_ میری بہت پریشانی حل ہو گئی ہے۔  
 چنانچہ وہ پندرہ جنوری کو دفتر پہنچ گئی۔ سفید ساڑھی میں لمبوس سفید رنگت بیا  
 کے اندر آتے ہی تمام لوگ کھڑے ہوئے \_\_\_\_\_ وہ جواب دیتی ہوئی اپنے کمرے  
 داخل ہوئی ہمیشہ کی طرح اس کا آفس مکمل طور پر صاف کیا گیا تھا۔ وہ اپنی کرسی  
 پر بیٹھی ہی کئی لوگ احمد کی تعزیت کے لئے داخل ہوئے \_\_\_\_\_  
 بت نے ان سے فردا فردا افسوس کیا \_\_\_\_\_ لیکن اس نے محسوس کیا کہ کسی بھی  
 دن رات اس کے سامنے نہیں آیا۔  
 سب لوگ چلے گئے۔  
 منظور صاحب آپ ٹھہریئے۔  
 وہ رکتے ہوئے بولی۔  
 جی بہتر \_\_\_\_\_  
 منظور صاحب ٹھہر گئے۔  
 منظور صاحب \_\_\_\_\_ تمام اکاؤنٹ چیک کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ  
 انہی کے حساب میں بہت روپیہ ہے \_\_\_\_\_ کمپنی بڑے عروج پر جا رہی ہے۔  
 اللہ کا شکر ہے میڈم \_\_\_\_\_ یہ سب آپ کی محنتوں کا نچوڑ ہے۔  
 وہ ہنس دی۔  
 اب میرے لئے کیا حکم ہے۔  
 منظور صاحب مودب انداز میں بولے۔  
 آپ نے تمام ملازمین کو عید پر نصف تنخواہ عیدی کے طور پر دی ہے \_\_\_\_\_  
 ملازمین کی بیک پے میں 10 فیصدی تنخواہ میں اضافہ کر دیا جائے اور اس اضافے  
 نام احمد فز ہو گا۔  
 جی \_\_\_\_\_ اتنا فائدہ۔  
 منظور بے حد خوش نظر آ رہا تھا \_\_\_\_\_ اس نے جاتے ہی خوش خبری تمام  
 سٹن کو سنائی تو سب لوگ بہت خوش بلکہ نعروں کی آوازیں آنے لگیں۔  
 سیٹھ احمد زندہ باد \_\_\_\_\_ تا قیامت زندہ باد  
 وہ سنتی رہی \_\_\_\_\_ اور آنسو لڑھک لڑھک کر اس کا سینہ بھگوتے رہے۔  
 احمد تم زندہ رہو \_\_\_\_\_ صرف میری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہو \_\_\_\_\_ وہ

منظور صاحب \_\_\_\_\_ کیا حال ہے۔

تحت رہ سکتا تھا۔

راخ پشت سے آکر بولا۔

یہ آنے کا وقت ہے راخ صاحب۔

منظور صاحب نے کہا۔

اپنا تو یہی وقت ہے \_\_\_\_\_ اور اسی وقت آئیں گے۔

راخ کی آنکھوں میں شیطانیت ناچ رہی تھی \_\_\_\_\_ وہ تفرقہ ڈالنے پر آمادہ تھا۔

اب پہلے والی بات نہیں ہے \_\_\_\_\_ ہم کو با اصول رہنا چاہئے۔

منظور صاحب کے قریب بیٹھے دوسرے کلرک نے کہا۔

ارے واہ \_\_\_\_\_ تم تو بڑے با اصول بن رہے ہو \_\_\_\_\_ یہ میں کیا سن رہا ہوں

راخ نے اسے طنزاً "چوٹ کی۔

میڈم نے اور تنخواہ بڑھا دی اور عیدی بھی دینے کا اعلان کیا ہے۔

کلرک نے کہا۔

اچھا \_\_\_\_\_ اسی لئے میڈم کے گیت گا رہے ہو \_\_\_\_\_ خوشامدی \_\_\_\_\_ راخ

نے حقارت سے کہا۔

بکواس نہ کرو \_\_\_\_\_ خوشامدی تم خود ہو \_\_\_\_\_ احسان فراموش کلرک مددی

بری طرح گرم ہو گیا۔

احسان ہو گا تم پر \_\_\_\_\_ کام کرتے ہیں \_\_\_\_\_ اللہ واسطے نہیں لیتے تنخواہ

\_\_\_\_\_ راخ نے بالوں کو جھٹکا۔

اچھا بابا \_\_\_\_\_ جاؤ معاف کر دو \_\_\_\_\_ کھانے کو مت دوڑو \_\_\_\_\_ بوڑھے

مددین صاحب نے بیچ بچاؤ کروا دیا۔

سب اپنی اپنی میزوں کے پاس چلے گئے \_\_\_\_\_ اور منظور صاحب بھی کام کرنے

لگے۔ لیکن وہ کہنی کے خیر خواہ لوگوں میں سے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کہنی کی

عزت پر حدف آئے۔

لیکن راخ کے لئے یہ بات تکلیف دہ بھی تھی کہ وہ کیسے قنوت کے نیچے یا

آج اسی وجہ سے یا قوت سے بھی بری طرح ہم کلام تھا۔ وہ اب دائرہ تہذیب

سے نکل چکا تھا۔ یا قوت نے دیکھا صبح کے نو بج چکے تھے۔ راخ ابھی تک بستر پر تھا۔

راخ آفس جانے کا کوئی ارادہ نہیں۔

یا قوت نے لحاف کو کھینچا۔

چھٹی ہے تین دن کی۔

وہ کروٹ بدل کر بولا۔

چھٹی؟ \_\_\_\_\_ لیکن کس لئے \_\_\_\_\_

یا قوت نے پھر راخ کو جھنجھوڑا \_\_\_\_\_

تمہیں بتانا ضروری ہے \_\_\_\_\_ میری مرضی چھٹی لوں یا نہ لوں \_\_\_\_\_

وہ اچک کر بڑے غصیلے انداز میں بیٹھ گیا۔

اس میں خفگی کی کوئی بات ہے \_\_\_\_\_ میری طرف سے چاہے ہمیشہ چھٹی پہ

رہو \_\_\_\_\_ یا قوت اب اچھے جواب دینے لگ گئی تھی۔

اپنی زبان قابو میں رکھا کرو \_\_\_\_\_ ورنہ نقصان اٹھاؤ گی \_\_\_\_\_

راخ جوتا گھسیٹا ہوا ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

ہنہ \_\_\_\_\_ یا قوت زبردست غصے کو قابو میں کرتی دوسری سمت کام میں لگ

گئی۔ وہ کچن میں ناشتہ تیار کر رہی تھی۔

راخ اچھی طرح تیار ہو کر دروازے کی دہلیز پر کھڑا ہوتے بولا۔

میں جا رہا ہوں۔

ناشتہ نہیں کرنا۔

یا قوت چونک گئی۔

نہیں \_\_\_\_\_ بازار سے کھالوں گا۔

بازار کا زیادہ اچھا ہوتا ہے کیا؟

یا قوت نے پلٹ کر کہا۔

بکواس مت کرو۔۔۔ بحث کی تمہیں عادت پڑ گئی ہے۔

لیکن یا قوت نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔

وہ ٹھک ٹھک کرتا زمین کو روندتا ہوا باہر نکل گیا۔

بھوک اسے ستا رہی تھی۔۔۔ شیراز ہوٹل میں ٹھانڈے سے ناشتہ کیا۔۔۔

اور خوب سیر ہونے کے بعد سیدھا آفس پہنچ گیا۔

اسلام علیکم۔۔۔

وہ داخل ہوتے بولا۔

سب لوگ چونکے۔۔۔ منظور صاحب نے گردن گھما کر کلاک کی طرف

دیکھا۔

کلاک ساڑھے گیارہ بج رہا ہے۔

چھٹی کروانے آئے ہو یا چھٹی کرنے آئے ہو۔

منظور صاحب نے چوٹ کی۔

فی الحال تو میں خود چھٹی کروں گا۔

ٹھیک ہے۔۔۔

منظور کام میں مصروف ہو گئے۔

کہاں ہے تمہاری میڈم صاحبہ۔۔۔

وہ بڑی طنز سے بولا۔

آفس میں۔۔۔ جاؤ گے۔۔۔

منظور نے کہا۔

بالکل۔۔۔

وہ سیدھا ہو کر کالر درست کرنے لگا۔

تو جاؤ۔۔۔ مگر دھیان سے۔۔۔ غصے میں ہیں وہ۔۔۔ منظور نے کہا۔

کس نے غصہ دلایا محترمہ کو۔۔۔

وہ گردن جھکا کر بڑے عجیب انداز سے بولا۔

آپ نے۔۔۔

منظور صاحب صاف گوئی کے عادی تھے۔

میں نے۔۔۔ وہ پھر پلٹ آیا۔

ارے جابابا۔۔۔ کام کرنے دے۔۔۔ تو نے تو اپنے حصے کا کام نہ کیا ہے

ابا ہے۔۔۔ منظور صاحب کو غصہ آگیا۔

تو کیا تیرا باپ کر جاتا ہے۔

راخ مرنے مارنے پر قتل گیا۔

ارے بس۔۔۔ کام نہ تیرا باپ کرتا ہے نہ ہمارا۔۔۔ ہم سب تمہارا کام

بٹ لیتے ہیں۔ دوسری سمت جاوید نامی شخص نے اس کو پکڑ لیا۔ جو آفس میں ہی

بکرتا تھا۔

ابے جا۔۔۔

منظور صاحب اپنی کرسی سے اٹھ کر آفس سے باہر چلے گئے۔

ارے یار تمہیں کیا ہو گیا ہے۔۔۔ ہر وقت لڑنے مارنے پر تلے رہتے ہو۔

جاوید نے کہا۔

تم نہیں دیکھ رہے۔۔۔ جب بھی بات کرے گا۔۔۔ کڑوی کرے گا۔۔۔

نہی کے بل بوتے پر اکڑ دکھاتا ہے۔۔۔ میں جانتا ہوں۔۔۔ وہ زبردست

نامیں مٹھیاں بھیج کر بولا۔

ایسا خیال دل میں نہیں لانا چاہئے۔۔۔ میڈم تو بہت نیک خاتون ہیں۔۔۔

منظور صاحب بھی برے نہیں ہیں۔

اپنے پر آئندہ خیالات کو جھٹک کر وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔۔۔ لیکن اس کے

نفرت و حقارت کا طوفان برپا تھا۔ اس کے اختیار میں ہوتا تو ساری فرم کو آگ لگا



دیتا۔ وہ اپنی سیٹ پر بھناتا ہوا بیٹھا تھا۔ جاوید پھراٹھ کر اس کے پاس گیا۔

جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ وہ سلجھے ہوئے طریقے سے پیش کر۔۔۔۔۔ یوں اس طرح جذبات میں اپنے آپ کو مہنموڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جاوید نے بات صحیح کہی تھی۔

لیکن وہ کس طرح قنوت کو جھکا سکتا تھا۔ اپنی انا کی خاطر تو وہ کچھ بھی واؤ پر لگا سکتا تھا۔ ایک گھنٹہ وہ سیٹ پر بیٹھا پھر وہ چلا گیا۔ سارے دن کی رپورٹ مانگنے کے بعد منظور صاحب نے صاف بات کہہ دی۔

میڈم صاحبہ۔۔۔۔۔ وہ فحش کام نہیں کر سکتا۔ کون فحش؟

قنوت نے عینک کے شیشوں میں سے گھورا۔۔۔۔۔ مسلسل گریہ زاری سے اس کی نظر پر بھی اثر پڑ گیا تھا۔

راخ۔۔۔۔۔

منظور صاحب آہستہ سے بولے۔

ہوں۔۔۔۔۔

قنوت نے عینک اتار کر سامنے ٹیبل کے شیشے پر رکھی۔

آپ نے پوچھا کہ وہ کام کیوں نہیں کر سکتا۔

وہ اس وقت بڑی برباد نظر آرہی تھی۔

میں اس سے بہت بے عزتی کروا چکا ہوں۔

منظور صاحب مغموم سے بولے۔

میں آج بھی ہنگامہ سن رہی تھی۔۔۔۔۔ بلکہ ہر روز سنتی ہوں۔۔۔۔۔ منظور

صاحب خاموش رہے۔

آپ پرانے لوگوں کو بلا لیجئے نا۔۔۔۔۔ بات ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ جاوید صاحب کو

بھی بلا لیں۔۔۔۔۔ معلوم ہو جائے گا کہ راخ صاحب کیا چاہتے ہیں۔

چنانچہ آفس میں دس بارہ پرانے سمجھدار لوگ اکٹھے ہو گئے۔

بڑے منوذب طریقے سے قنوت نے انہیں صوفوں پر بیٹھنے کو کہا۔

تشریف رکھیے آپ۔

وہ بھی کرسی کا رخ موڑ کر ان لوگوں کی طرف ہی ہو گئی۔

کیا حال ہے عید کی تیاری کر رہے ہیں آپ لوگ۔۔۔۔۔

وہ ہنس کر ملازمین سے کہنے لگی۔۔۔۔۔ ورنہ ہنسی تو اس سے روٹھ گئی تھی

وہ تو مسکاتا بھی بھول گئی تھی۔

اللہ کا سر۔۔۔۔۔ یہ ساری عید تو آپ ہی کے دم سے ہے۔

اصغر صاحب بولے۔

یہ نصف تنخواہ تو عیدی کے طور پر یا عید کا بونس سمجھ لیجئے۔۔۔۔۔ اس ماہ کی

پوری تنخواہ آپ کو پہلی یا دوسری کو مل جائے گی۔

او Very Good۔۔۔۔۔ زندہ باد مسز احمد۔۔۔۔۔ زندہ باد۔۔۔۔۔ جاوید نے لغو

لگایا۔

جاوید کے ساتھ باقی لوگوں نے بھی بے حد خوشی کا اظہار کیا۔۔۔۔۔ اور جو

تنخواہ کے بارے میں غلط فہمی تھی نکل گئی۔۔۔۔۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ پہلی کو آدمی

تنخواہ ملے گی۔۔۔۔۔ یا تنخواہ میں کٹوتی ہوتی رہے گی۔۔۔۔۔ اب قنوت کی زبانی سن کر

سب مطمئن ہو گئے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو کیوں زحمت

دائی۔

قنوت سب سے یکساں متوجہ تھی۔

سب نے گردنیں جھکا لیں۔

آپ لوگ راخ کا رویہ دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ اگر کل میں کوئی قدم اٹھا لوں تو

آپ کو برا تو نہ لگے گا۔

قنوت نے سادگی سے سب کی طرف یکبارگی سے دیکھا۔

برا کیوں لگے گا \_\_\_\_\_ ہر شخص کو کئے کی سزا بھگتنا ہو گی۔ سو راج کو بچنے  
\_\_\_\_\_ جاوید نے پیش قدمی کی۔

کیوں منظور صاحب \_\_\_\_\_ علی احمد صاحب \_\_\_\_\_ آپ کا کیا خیال ہے۔  
ہم نے بہت سمجھایا ہے میڈم صاحبہ \_\_\_\_\_ بلکہ صبح بھی منظور صاحب اسے  
کہہ رہے تھے \_\_\_\_\_ علی احمد نے کہا \_\_\_\_\_ اور اس نے ایک نہیں سنی \_\_\_\_\_  
بلکہ اس کے کان پر جوں نہیں رہی تگی \_\_\_\_\_  
قوت نے علی احمد کے جواب میں کہا۔

اگر میں کوئی کارروائی کروں تو آپ سب کو اعتراض تو نہ ہو گا۔  
وہ سوچ کے ساتھ گہری نظریں چاروں جانب ڈالتے ہوئی۔  
ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا \_\_\_\_\_  
سب نے مل کر ایک آواز کے ساتھ کہا۔

ٹھیک ہے \_\_\_\_\_

قوت نے اقرار میں گردن ہلائی \_\_\_\_\_

منظور صاحب پہلے اسے تحریری وار تنگ دیتے \_\_\_\_\_ تاکہ وہ فرم کے ماحول کو  
خراب نہ کرے۔

ٹھیک ہے میڈم \_\_\_\_\_

منظور صاحب نے اثبات میں گردن ہلائی۔

اور کوئی تکلیف ہو تو بتائیے۔

توقیر صاحب کچھ کہہ رہے تھے۔

منظور صاحب نے مسکرا کر توقیر صاحب کی طرف دیکھا۔

فرمائیے توقیر صاحب \_\_\_\_\_

وہ شفیق آفیسر تھی۔ ماتحتوں کی بات ماننا اپنا فرض سمجھتی تھی۔

ایک گزارش ہے میڈم صاحبہ \_\_\_\_\_

توقیر صاحب احسان مندی سے بچے جا رہے تھے۔  
\_\_\_\_\_ کہنے

قوت نے ایک ڈائری کھول لی۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے جو تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان میں سے ایک  
بچے کی مکمل فیس فرم ادا کرے۔

توقیر صاحب رک رک کر ادا کر رہی گئے۔

آپ کیشیئر ہیں \_\_\_\_\_ احمد فنڈ میں گنجائش تو ہو گی \_\_\_\_\_

قوت نے کہا۔

گنجائش تو کافی ہے میڈم صاحبہ \_\_\_\_\_

ٹھیک ہے \_\_\_\_\_ جیسا آپ چاہیں \_\_\_\_\_ ایک بچے کو سالم فیس جتنا بھی پڑھے گا  
احمد فنڈ ادا کرے گا۔

زندہ باد \_\_\_\_\_

سب لوگ خوش باش اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے \_\_\_\_\_ قوت نے اپنے اچھے  
اخلاق اور سنبھلی طبیعت سے آفس والوں کے دل جیت لئے تھے \_\_\_\_\_ سب  
ایمانداری اور سچی لگن سے کام کر رہے تھے۔ قوت کمپنی اینڈ لیمنڈ دن دو گنی اور رات  
چو گنی ترقی کر رہی تھی۔ منظور صاحب نے تحریری نوٹس جاری کر دیا تھا۔ تحریر جواب  
طلبی پڑھ کر تو وہ مشتعل ہی ہو گیا۔ آرڈر بک لئے وہ سیدھا قوت کے کمرے میں  
داخل ہوا۔

قوت اس وقت منظور صاحب سے کسی ضروری امور پر بحث و تخیص کر رہی  
تھی۔ بے دھڑک اس قدر شور کے ساتھ داخل ہوتے دونوں ہی چونک گئے۔

تمنائی میں غل تو نہیں ہوا \_\_\_\_\_

انتہائی کراہت بھرا چہرہ اور رکیک انداز \_\_\_\_\_

راج \_\_\_\_\_

منظور صاحب جوش سے کھڑے ہو گئے۔

آپ میرے بھائی ہیں۔ میں آپ کا احترام کرتی ہوں۔ اگر یہ شخص  
آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ آپ بیٹھیں  
قوت نے لاکھوں کی بات کہہ دی تھی۔

اور راسخ نفرت و حقارت کی آگ میں سراپا جل اٹھا۔  
تم میری توہین کر رہی ہو۔

وہ چلایا۔

زیادہ چیخنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس مقصد کے لئے آئے ہو وہ بیان  
کہ۔ قوت کا جابرانہ لہجہ اسے کاٹ کھایا۔  
میں اس فرم میں کام نہیں کروں گا۔  
وہ غصے سے بولا۔

نہ کہ۔

قوت سکون سے اپنی کرسی پر بیٹھی تھی۔  
جو رقم میں نے فرم میں لگائی تھی۔ وہ واپس کی جائے۔ ورنہ۔  
ورنہ کیا کر لو گے۔

قوت کو غصہ آگیا۔

میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔

کاش احمد نے تمہارے ساتھ کسی قسم کا لین دین نہ کیا ہوتا۔ ورنہ آج میں  
تمہیں ناکوں پہنے چبوتی۔ تو قوت کا نام نہیں۔

وہ لاجواب سا ہو کر ادھر ادھر جھانکنے لگا۔

منظور صاحب۔ کیا حساب کتاب ہے ان کا۔

وہ طنز سے بولی۔ لیکن چہرہ مطمئن۔

علی احمد صاحب کو بلا لیجئے۔

منظور صاحب نے کہا۔

قوت نے نمبر ڈائل کیا۔

علی احمد صاحب تشریف لائے۔ تمام کتابوں کے ساتھ۔ اور چند  
وں میں وہ آگئے۔

فرمائیے سرکار۔

علی احمد کتابیں فائل کور سامنے میز پر رکھتے ہوئے بولے۔

راسخ صاحب کا کیا حساب ہے۔ نکالیں نا ذرا۔

قوت نے تسکین طلب انداز میں کہا۔ اخلاقی گراؤ وہ پسند نہ کرتی  
لی۔ علی احمد نے بڑا سا کھانا کھولا۔ چند لمحوں میں اس میں سے ایک صفحہ نکال  
قوت کے سامنے رکھ دیا۔

یہ لیجئے میڈم صاحبہ۔

آپ فرمائیے۔ مجھے آپ پر بھروسہ ہے۔ گاڑی اعتماد سے چلتی ہے  
وہ فائل کو واپس کرتے ہوئی۔

انہوں نے پانچ لاکھ روپیہ احمد صاحب سے قرض لیا تھا۔ اور وہی انہوں  
نے فرم میں لگا دیا اور ماہوار قسط ادا کرتے رہے۔ احمد صاحب کی زندگی میں ہی  
بف دو لاکھ کی قسط ادا کی تھی۔ بقیہ تین لاکھ قرض انہوں نے معاف کر دیا تھا  
۔ اس کے ساتھ انہوں نے تنخواہ بھی کافی بڑھا دی تھی ان کی۔ علی احمد  
بف گوئی سے کام لیتے ہوئے بول رہے تھے۔

ہوں۔ ٹھیک ہے۔

وہ ساری بات سمجھ گئی تھی کہ یہ شخص مجھے بلیک میل نہ کرے۔ احمد نے  
مراعات دی تھیں اسے۔ چند منٹ سوچنے کے بعد قوت نے چیک بک نکالی اور  
ناپ کچھ لکھا۔

یہ لیجئے راسخ صاحب۔

چھ لاکھ کی رقم ہے۔۔۔ پانچ لاکھ احمد نے دیا تھا۔۔۔ ایک لاکھ میری طرف سے۔۔۔ منظور صاحب دے دیجئے انہیں اور سلیم کو کہیں راج کا استعفیٰ مانگ کرے۔

قوت نے چیک بھاڑ کر منظور صاحب کے حوالے کیا۔۔۔ اور خود پرس پکڑے باہر نکل گئی۔۔۔ اس کی رفتار میں وہی مضبوطی تھی۔۔۔  
لو ابھی تمہارے تو عیش ہو گئے۔۔۔ لیکن اس قدر نیک عورت کی آہ نہ پڑے تم پر۔۔۔ خدا سے ڈرو۔۔۔

منظور صاحب نے چیک راج کے سامنے رکھ دیا۔

اپنا حق لیا ہے۔۔۔ بھیک نہیں۔۔۔

وہ یوں جھپٹا۔۔۔ جیسے مرغی خوراک پر جھپٹتی ہے۔

لیکن چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ سلیم ایک لمبے سے لفافے کو راج کے سامنے پھینک کر بولا۔۔۔

لو ابھی اعمال نامہ۔۔۔ جس شئی پر بیٹھے ہو وہی کاٹ دی تم نے۔۔۔ سلیم نے کہا۔

بلکہ جس میں کھایا اسی میں چھید کیا۔

بکواس بند کرو۔۔۔

وہ جھنجھلایا ہوا آفس سے باہر نکل گیا۔

وہ گاڑی شارٹ کٹے سیدھی زینت بیگم سے ملنا چاہتی تھی۔۔۔ راج کی کوئی بھی اخلاقی گراؤت وہ اپنے گھر والوں سے دور رکھنا چاہتی تھی۔ اس نے تو کبھی بن کو بھی اس کا گناہ نہیں جتلیا تھا۔ خاموشی اس کا شعار تھی۔ لیکن آج کی کارروائی وہ اپنے ماں باپ کے گوش گزار کرنا چاہتی تھی۔ یا قوت کو وہ کچھ نہیں سمجھتا تھا۔۔۔ اس لئے اسے بتانا فضول تھا۔ گاڑی روک کر وہ باپ کے پاس ہی چلی گئی۔۔۔ لیکن وہاں موت کا سناٹا دیکھ کر وہ رک سی گئی۔

آجاؤ۔۔۔

زینت بیگم خاموش اپنے شوہر کے سرہانے کھڑی تھیں۔۔۔

کیا ہوا ابو کو۔۔۔ چند دن ہوئے ٹھیک تھے۔

وہ باپ کے پاس بیٹھ گئی۔

کہاں ٹھیک تھے بیٹی۔۔۔ بخار تو کئی دنوں سے نہیں اتر رہا تھا۔۔۔ اب صبح سے چپ سی لگ گئی ہے۔

زینت بیگم نے آنسو صاف کئے۔

ڈاکٹر کو نہیں دکھایا۔

وہ باپ کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر بولی۔

کون لے کر جاتا۔۔۔ میں چل نہیں سکتی۔۔۔ فراز مہینوں خبر نہیں لیتا۔۔۔ یا قوت اپنے مسائل میں الجھی رہتی ہے۔۔۔ لے دے کے تم رہ گئی ہو۔۔۔

تمہیں اب اور کیا دکھ دیں۔۔۔

میں تو دکھوں میں پٹی ہوں اماں، بلکہ اذیتیں مصیبتیں یہ سب میرا اوڑھنا بچھونا ہیں۔ مجھے ان چھوٹی موٹی تکلیفوں کا اثر نہیں ہوتا۔

وہ رومال سے باپ کے چہرے سے ہینہ صاف کرنے لگی۔

ابو تو کسی کو پہچانتے بھی نہیں ہیں۔

قوت سسک اٹھی۔۔۔

زینت بیگم بڑی برداشت کے بعد چارپائی پر بیٹھ گئیں۔۔۔ جیسے کمر ٹوٹ گئی ہو۔

ای آپ حوصلہ کریں۔۔۔ میں ابو کو ہسپتال داخل کروا دوں گی۔۔۔ ابو کو آرام آجائے گا۔

وہ ماں کو طفل تسلیاں دے رہی تھی۔ لیکن زینت بیگم بری طرح رو دیں۔ ان کی چیخ سے یا قوت اور بچے بھی آگئے۔۔۔ ایک خوفناک اور دلدوز سماں تھا۔ شفقت

زینت بیگم اٹھتے ہوئے بولیں۔

نہیں امی اس وقت طلب نہیں ہے۔

طلب تو اس کو تھی لیکن وہ ماں کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی۔

آپ نے عالی کی بات کی تھی \_\_\_\_\_

پھر کیا بنا بیٹی \_\_\_\_\_

میں نے عالی کو سچل میں داخل کروا دیا ہے \_\_\_\_\_ اور ایک معقول رقم اس

کے نام بنک میں بھی جمع کروا دی ہے \_\_\_\_\_ بینک ماہوار سکول کو رقم ادا کرے گا۔ یہ

تو بہت اچھا کیا بیٹی \_\_\_\_\_ میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں \_\_\_\_\_ زینت

بیگم بڑی محبت سے قوت کو دیکھ کر بولیں۔

یہ کوئی احسان نہیں امی جان \_\_\_\_\_ عالی میری بہن ہے \_\_\_\_\_ میرا فرض

بننا ہے۔ قوت نے ماں کے شانے تھام کر پیشانی پر بوسہ دیا \_\_\_\_\_ اور گاڑی میں

سوار اپنے کاشانہ ہارون روانہ ہو گئی۔ وہ اداس سی کمرے کے باہر غلام گردش میں

بجھی ہوئی خوبصورت کرسی پر بیٹھ گئی۔

چائے لاؤں سرکار \_\_\_\_\_

بوڑھے کرم دین کا پوتا ہاتھ پونچھتے ہوئے بولا۔

ہوں \_\_\_\_\_

قوت نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

ابھی لایا سرکار \_\_\_\_\_

لڑکا بھاگ گیا \_\_\_\_\_ اور پندرہ منٹ کے بعد وہ بڑے سلیقے سے چائے لے

آیا۔

لیجئے \_\_\_\_\_ بنا بھی دوں۔

بنا دو \_\_\_\_\_ چینی کم ڈالنا۔

قوت کو لڑکے کی چستی سے مسرت ہو رہی تھی۔ وہ کسی ماہر باورچی کی طرح

میاں نے قوت کے ہاتھوں میں دم دے دیا \_\_\_\_\_ وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی پر سکون

تھی \_\_\_\_\_ باپ کے سرہانے بیٹھی نکلے جا رہی تھی۔ صرف آنسو ٹوٹے موتیوں کی

طرح باری باری اس کے رخساروں پر گرتے جا رہے تھے \_\_\_\_\_ وہ اس وقت حسرتوں

تمناؤں کا مکمل مزار نظر آرہی تھی۔ باپ کے بعد کوئی رشتہ امید تھا تو وہ بھی ختم ہو

گیا۔ زینت بیگم بے شک قوت سے مخلص رہی تھیں \_\_\_\_\_ لیکن باپ سے اور بات

تھی \_\_\_\_\_ جو بات وہ ماں سے نہ کہہ سکتی تھی باپ سے کہہ لیتی تھی \_\_\_\_\_ حالات

اسے کہاں سے کہاں لے آئے تھے احمد اور پھر باپ کی وفات نے اسے شکستہ شکستہ سا

کر دیا تھا \_\_\_\_\_ وہ ٹوٹ چکی تھی۔ لیکن ہر آنے والی سانس کو واپس لوٹا نہیں سکتی

تھی \_\_\_\_\_ بس خاموش نشانہ ستم بنتی جا رہی تھی۔

جب حالات ذرا معمول پر ہوئے تو قوت نے زینت بیگم سے کہا۔

امی آپ میرے پاس رہیں نا \_\_\_\_\_

نہیں بیٹی \_\_\_\_\_ میں یہاں ہی ٹھیک ہوں \_\_\_\_\_ جہاں تمہارے والد کے دم

نکلے وہاں میں بھی چاہتی ہوں کہ یہیں سے چلی جاؤں \_\_\_\_\_

زینت بیگم کا لہجہ دگبیر تھا۔

قوت نے آنکھیں صاف کیں۔

چند منٹ ماحول پر سکوت رہا \_\_\_\_\_ قوت اندر بیٹھی صحن میں بچوں کا شور

و غوغا سن رہی تھی۔ یا قوت بری طرح پھنسی ہوئی تھی \_\_\_\_\_ شوہر کی گندی عادات

\_\_\_\_\_ بچوں کی زیادتی نے اس کا سکون چھین لیا تھا بلکہ وہ جسمانی طور پر بھی بہت

کنزور ہو گئی تھی۔ کیا کرے \_\_\_\_\_ راح نے ایسی دیوار کھڑی کر دی تھی کہ وہ بہن

کے پاس بیٹھ کر دکھ سکھ کے دو بول نہیں سن سکتی تھی۔ قدرت نے یا قوت کو بڑی

بھیاںک سزا دی تھی \_\_\_\_\_ اور قدرت نے اس کو اس شیطان صفت انسان سے کس

طرح بچائے رکھا۔

بیٹی \_\_\_\_\_ چائے لاؤں تمہارے لئے \_\_\_\_\_

چائے بنا رہا تھا۔

پڑھتے ہو۔

مڈل پاس کر لیا ہے جی دو سال ہوئے۔

وہ کپ پکڑاتے ہوئے بولا۔

میٹرک کیوں نہیں کیا۔

قنوت کو چائے بہت اچھی لگی۔

بس ابا نہیں مانتا \_\_\_\_\_

لڑکے نے کہا۔

اچھا۔۔۔ تم میٹرک کا امتحان دو۔۔۔ داخلہ میں تمہارا بھیجوں گی۔۔۔

جی بہت اچھا۔

لڑکے کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

پڑھتے بھی رہنا۔۔۔۔۔ کام بھی کرو۔۔۔۔۔ تمہیں تنخواہ بھی ملے گی۔

بڑی مہربانی سرکار \_\_\_\_\_ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

کیا بات ہے آپ آفس نہیں جاتے۔

دیر تک سوئے رہنے سے یا قوت کی حیرت عروج تک پہنچ گئی۔۔۔۔۔ کئی دنوں

سے وہ آفس نہیں جا رہا تھا بلکہ جب سے شفقت میاں فوت ہوئے تھے وہ اس دن

سے نہیں جا رہا تھا۔

سوگ منا رہا ہوں۔

وہ طنز آمیز انداز اختیار کر گیا۔۔۔۔۔ لیکن یاقوت سمجھدار عورت تھی کہ وہ

کیا کہنا چاہتا ہے۔

اپنی ماں کا یا میرے باپ کا \_\_\_\_\_

تم سے شادی کا \_\_\_\_\_

وہ سٹ پٹا گیا۔۔۔۔ اور جوتا گھسٹتا ہوا غسل خانے میں گھس گیا۔

یا قوت ناشتہ بنانے میں مصروف ہو گئی۔

آدھے گھنٹے کے بعد وہ تیار ہو کر ٹیبل پر آگیا۔۔۔۔۔ تیریز بھی آگیا تھا۔۔۔۔۔ وہ

بچوں کو باورچی خانے میں ہی ناشتہ دے دیا کرتی تھی۔۔۔۔۔ طشتری چائے اور دہلی

بہن کے دو سلاٹس رکھ کر وہ زمینت بیگم کے لئے لے گئی۔

شروع کریں نا آپ \_\_\_\_\_

وہ جاتے جاتے بولی \_\_\_\_\_

آپ تشریف لے آئیں۔

راخ نے کہا۔

ور تہیز اپنے لئے چائے بنانے لگا۔

بقوت زینت بیگم کو ناشتہ دے کر واپس آگئی۔

اسخ پلیٹ میں آلیٹ رکھ کر روٹی کی طرف لگا۔

ملائس نہیں لیں گے۔

میں۔۔۔ مجھے روٹی اچھی لگتی ہے۔

اسخ کھانے میں مصروف تھا۔

نوت باجی کے ہاں نوکری دلوا دس تا بھائی جان۔

بریز نے نوالہ نکلتے ہوئے کہا۔

جی نہ کہا کرو۔۔۔ وہ تمہاری بہن نہیں ہے۔۔۔ سالہ ہر

-4-

سج بڑی بری طرح اچھل کر تہریز کو ڈانٹنے لگا۔

ی بات کہہ دی اس نے وہ ماجہ، شمس، پرور، سکتے۔

توت کو غصہ آگیا۔

بس نہیں نہیں۔ وہ اس کا ہاج نہیں ہے۔ میں تمہیں کچھ

\_\_\_\_\_

راخ چیخ کر خاموش ہو گیا۔

یا قوت ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئی۔

لیکن یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کے اندر کیا بات پوشیدہ ہے

کوئی بھی نہ سمجھ سکا۔

وہ کیا چاہتا ہے \_\_\_\_\_ اور کیا کرنا چاہتا ہے۔

ممائی جان کہاں ہیں۔

راخ نے عمن میں بیٹھی ہوئی یا قوت سے کہا \_\_\_\_\_ جو درمیانے بچے کا منہ  
صاف کر رہی تھی۔

کیوں کوئی خاص بات ہے۔

یا قوت حیران رہ گئی۔

کیا میں ان سے کوئی بات نہیں کر سکتا۔

راخ مسکرا کر بولا۔

کوئی عجیب ہی بات ہے جو یوں مسکرا رہے ہیں \_\_\_\_\_ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا

\_\_\_\_\_ اچھا \_\_\_\_\_ اچھا زیادہ باتیں نہ بناؤ \_\_\_\_\_ کہاں ہیں وہ \_\_\_\_\_ راخ سامنے  
کمرے میں جھانکتے ہوئے بولا۔

ماجی کے ہاں گئی ہیں \_\_\_\_\_

یا قوت نے کہا۔

اچھا پھر سہی \_\_\_\_\_

وہ یوں ہی تہیز کے کمرے میں پہنچ گیا۔

آئیے آئیے بھائی جان \_\_\_\_\_ آج اس وقت \_\_\_\_\_ تہیز سینے پر رکھی ٹیپ  
پرے کرتا ہوا اٹھا۔

تم سے مشورہ کرنا تھا۔

راخ نے آرام کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

مشورہ \_\_\_\_\_ کیا کاروبار شروع کر لیا کوئی۔

ارے چپ آہستہ بول \_\_\_\_\_ تیری بھانج کو علم نہیں ہے کہ میں آفس چھوڑ

مجھے پہلے دن ہی سے علم ہے \_\_\_\_\_ وہ اور بات ہے کہ میں نے پردہ ہی نہیں کی۔

یا قوت اندر تمیز کے کپڑے دیتے ہوئے بولی۔

ہاں، ہاں تمہیں کیا \_\_\_\_\_ تمہاری ضروریات زندگی تو پوری ہو رہی ہیں باقی سب کچھ بھاڑ میں جائے۔

وہ نشتر چلانے میں جواب نہیں رکھتا تھا \_\_\_\_\_ وہ خاموش باہر آگئی۔

ہاں بھائی جان بات کریں۔

تمیز مضطرب تھا۔

تمہیں اگر سونے کے ڈھیر پر بٹھا دیا جائے تو کیا رہے۔

واہ \_\_\_\_\_ پھر تو مزا آجائے \_\_\_\_\_ اتنی دولت تو خواب میں بھی نہیں دیکھی۔

تمیز اچھلا۔

ہاں، ہاں تم مذاق نہ سمجھو \_\_\_\_\_ میں ایک شرط پر تمہیں اس دولت کا وارث بنانا چاہتا ہوں۔

لیکن دولت کہاں ہے۔

تمیز اب ورطہ حیرت میں ڈوب گیا تھا۔

دولت ہے \_\_\_\_\_ لیکن تمہیں میرے ساتھ ساتھ چلنا ہو گا \_\_\_\_\_ راخ نے سخت لہجے میں کہا۔

ہاں، ہاں بتائیے نا \_\_\_\_\_

پہلے وعدہ کرو \_\_\_\_\_ جو کموں گا وہی کرو گے۔

راخ اس کو مضبوط ارادے کا مالک بنانا چاہتا تھا۔

ارے بھائی جان آپ تو کمال کرتے ہیں \_\_\_\_\_ آخر آپ میرے فائدے کی بات ہی کریں گے نا۔

تم قوت سے راہ و رسم بڑھاؤ \_\_\_\_\_ وہ بیوہ ہے \_\_\_\_\_ اور تنہا ہے \_\_\_\_\_ تنہائی عورت کو ڈس لیتی ہے۔ اس کو محبت کے جال میں پھنساؤ \_\_\_\_\_ راخ کے اندر کا شیطان بول رہا تھا۔

یہ تو ٹھیک ہے بھائی جان \_\_\_\_\_ ویسے مجھے ان سے خوف بڑا آتا ہے \_\_\_\_\_ اور پھر میں کبھی ان سے اکیلے میں ملا بھی نہیں۔

تمیز ہچکچا رہا تھا۔

اب کوشش کرو ملنے کی \_\_\_\_\_ دیوانے اس سے راہ و رسم بڑھانے کے بہت فائدے ہیں \_\_\_\_\_ صرف تمہاری وجہ سے ہم دونوں کے دن بدل سکتے ہیں \_\_\_\_\_ اگر وہ تمہارے ہاتھ چڑھ جائے تو \_\_\_\_\_

اچھا \_\_\_\_\_ تمیز نے ہاتھ بڑھایا جس پر راخ نے ہاتھ مارا۔

سرکار راخ صاحب کے چھوٹے بھائی آئے تھے۔

ملازم نے آفس سے آتے ہی اسے اطلاع دی۔

کون □

وہ یکسر فراموش کر بیٹھی کہ راخ کا ایک بھائی بھی ہے۔

چھوٹے بھائی تھے راخ صاحب کے \_\_\_\_\_ بالکل ان کے ہیشل \_\_\_\_\_ بوڑھے کرم دین نے قریب گزرتے ہوئے کہا۔

او اچھا اچھا \_\_\_\_\_ تمیز۔

وہ اچانک چونک کر مسکرا دی۔

وہ تو کبھی نہیں آیا میرے پاس۔

وہ پلنگ پر ٹیک لگا کر پرسکون انداز میں بولی \_\_\_\_\_ سامنے احمد کی قد آدم تصویر مسکرا رہی تھی۔

کوئی چال تو نہیں \_\_\_\_\_

وہ تڑپ کر انہی جیسے احمد کی تصویر بول رہی ہو \_\_\_\_\_ بیتاب ہو کر قوت نے



اپنا چہرہ تصویر کے چہرے پر رکھ دیا اور احمد کے رخساروں اور پیشانی کو چوم لیا۔

میری جان \_\_\_\_\_ تمہاری محبت میں کوئی چال کار گر نہیں ہو سکتی \_\_\_\_\_ احمد تم

زندہ ہو \_\_\_\_\_ میرے پاس \_\_\_\_\_ میرے ارد گرد \_\_\_\_\_

کھانا لگا دوں سرکار \_\_\_\_\_

ملازم نے کہا \_\_\_\_\_ وہ قنوت کی اداسی دیکھ کر بات گول کر گیا۔

ہوں \_\_\_\_\_

وہ اپنے پلنگ پر لیٹ گئی۔ تصورات اسے کہاں سے کہاں لے جا رہے تھے۔ وہ

احمد کے بازوؤں میں آسمانوں کی بلندیوں پر جھول رہی تھی \_\_\_\_\_ وہ چند لمحوں میں

کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی۔

ملازم کی آواز پر وہ ڈانٹنگ ہال میں پہنچ گئی \_\_\_\_\_ جہاں اس نے اپنی کرسی کے

سامنے احمد کی قد آدم تصویر نصب کروا دی تھی۔ ڈرائنگ روم، ڈانٹنگ ہال، غلام

گردش، بالکونی، کوری ڈور سب جگہ اس نے احمد کی قد آدم تصاویر نصب کروا دی

تھیں \_\_\_\_\_ وہ کسی لمحہ کسی وقت احمد کو بھول نہیں سکتی تھی \_\_\_\_\_ آفس میں بھی

اس نے احمد کی خوبصورت تصویر آویزاں کر دی تھی \_\_\_\_\_ احمد ہر آن اس کے سامنے

رہتا تھا۔

کئی دن یوں ہی گزر گئے۔

موسم قدرے ابر آلود تھا \_\_\_\_\_ مشرق کی طرف سے سیاہ گھنگھور گھٹا تلی کھڑی

تھی \_\_\_\_\_ سرد تیز ہوا چل رہی تھی۔ حالانکہ اپریل کا موسم تھا پھر بھی لان میں نختی کا

احساس ہو رہا تھا۔ وہ اس وقت موسم کے ہم رنگ ہی لباس زیب تن کئے تھی \_\_\_\_\_

بالوں کی خوبصورت جون کی تون قائم تھی \_\_\_\_\_ بے شک کوئی کوئی سفید چاندی کے

تار چمکنے لگے تھے \_\_\_\_\_ نہایت قیمتی سنہری عینک لگائے وہ لان میں اخبار کے مطالعہ

میں مصروف تھی۔

آ سکتا ہوں \_\_\_\_\_

وہ چونک سی گئی۔

تمیز اس سے کچھ فاصلے پر شلوار قمیض میں ملبوس سلیقے سے بال سجائے مڑا

تھا۔

ارے تمیز آؤ \_\_\_\_\_ بیٹھو \_\_\_\_\_ تمہیں ایک مدت کے بعد میری یاد کیسے

آگئی۔

وہ بڑی خوش اخلاقی سے تمیز کو خوش آمدید کہتے بولی۔

شکریہ \_\_\_\_\_

تمیز کرسی پر بیٹھ گیا۔

کیسے آئے ہو \_\_\_\_\_ کوئی کام تھا \_\_\_\_\_ وہ مسکرا کر بولی۔

میں ادھر سے گزر رہا تھا سوچا آپ سے بھی ملتا چلوں \_\_\_\_\_ وہ گفتگو بڑی سلیقے

سے کر رہا تھا \_\_\_\_\_ آداب کو خاطر خواہ ملحوظ خاطر رکھے ہوئے تھا۔

پہلے کبھی نہیں گزرے تھے \_\_\_\_\_ میری شادی سے احمد کے انتقال تک چار

سال گزر چکے ہیں \_\_\_\_\_ ابو کو فوت ہوئے ایک سال ہو گیا ہے \_\_\_\_\_ تمہیں کبھی

خیال نہیں آیا \_\_\_\_\_ اب کیوں \_\_\_\_\_ ؟

وہ سب کچھ کہہ گئی۔

تمیز لا جواب سا ہو گیا۔

بابا \_\_\_\_\_ تمیز کے لئے اچھی سی چائے بنا کر لاؤ۔

وہ راہ داری سے گزرتے کرم دین سے بولی۔

بہت بہتر سرکار۔

اور چند منٹوں میں بمعہ لوازمات کے چائے آگئی۔

آپ تنہا رہتی ہیں \_\_\_\_\_ برا نہیں لگتا آپ کو \_\_\_\_\_

وہ پر تکلف انداز میں بولا۔

نہیں \_\_\_\_\_ میرا اپنا گھر ہے \_\_\_\_\_ ملازم سب لوگ ہیں میرے پاس \_\_\_\_\_

قوت ایک دم چونک سی گئی۔

سب میں رہا آپ بڑا سارن شخصیت کی مالک ہیں۔ سفید ساڑھی میں تو آپ اس قدر گریں نظر آتی ہیں کہ بس کیا کہنے۔۔۔۔۔ وہ ہاتھ کے اشارے قوت کی تعریف کا انداز بناتے بولا۔

وہ ذرا سا مسکرا دی۔

خیر میرے لئے تم پھر بھی بچے ہو۔۔۔۔۔ میرے بھائی ہو۔۔۔۔۔ مجھے عزیز ہو۔۔۔۔۔ وہ کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

بھائی کے نام پر اس نے برا سامنہ بنایا۔۔۔۔۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔۔

وہ یوں ہی بولی۔

نہیں اب اجازت دیجئے۔۔۔۔۔

آج گھر کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی راح نے بلا لیا۔

کیوں بھی۔۔۔۔۔ معاملہ کہاں تک پہنچا۔

وہیں کا وہیں۔۔۔۔۔ پتھر سے سر ٹکرانے سے فائدہ۔۔۔۔۔ وہ ناامید ہو چکا تھا۔

کیا بکواس کرتے ہو۔۔۔۔۔ دو ماہ ہو گئے ہیں تمہیں جھک مارتے۔۔۔۔۔

یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے بھائی جان۔۔۔۔۔ ہر بات کے ساتھ تو وہ احمد کو یاد کرتی ہیں۔۔۔۔۔

تمہیز دل چھوڑ بیٹھا تھا۔

لیکن راح کے لئے ایک ایک لمحہ سوہان روح بنا ہوا تھا۔۔۔۔۔ نہ جانے کب

قوت کی دولت اس کے ہاتھ آئے گی۔۔۔۔۔ اکیلی جان اتنی دولت کو کیا کرے گی۔ وہ

بت جلد یہ معاملہ نبھالینا چاہتا تھا۔

چنانچہ اس نے ایک دن یا قوت کو بلا کر اس سے کہا۔

یا قوت تم سے ایک کام ہے۔

وہ بڑی محبت سے یا قوت کو باہوں میں لئے کر بولا۔

قوت نے چائے پکڑا دی۔۔۔۔۔ لوشای کباب بھی کھاؤ۔۔۔۔۔ احمد کو شامی

کباب بہت پسند تھے۔۔۔۔۔ اس لئے میں بابا سے کہہ کر روز بنوا لیتی ہوں۔ چائے

پینے کے بعد وہ کھڑا ہو گیا۔

بیٹھو نا۔۔۔۔۔ یا قوت ٹھیک تو تھی۔

قوت سیدھی ہو گئی اور اپنا کپ پکڑے پتی رہی۔

وہ چائے پیتے ہی کھڑا ہو گیا۔۔۔۔۔

اب اجازت دیجئے۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے۔

وہ بڑی تیز رفتاری سے دروازے سے باہر نکل گیا لیکن اس آؤ بھگت کا نتیجہ یہ

ہوا کہ تمہیز روز ہی یا دوسرے تیسرے دن لازمی قوت کے پاس آتا۔۔۔۔۔ ادھر ادھر

کی باتیں کرنے کے بعد لوٹ جاتا۔ اکثر قوت سے بے تکلف ہونے کی کوشش بھی

کرتا۔۔۔۔۔ اور جب قوت یہ کہتی۔

تمہیز تم مجھ سے بہت چھوٹے ہو۔

کتنا چھوٹا ہوں گا میں آپ سے۔

وہ بڑی بے باکی سے بولا۔

ارے بھی تم سے تو میں بیس بائیس سال بڑی ہوں۔۔۔۔۔ وہ رعب سے

کہتی۔

کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ ویسے آپ اتنی عمر کی لگتی نہیں ہیں۔۔۔۔۔ تمہیز قوت کا

سراپا دیکھ کر کہتا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔

وہ حیرت زدہ سی تمہیز کے چہرے کو گھورنے لگی۔

آج کیا بات ہے۔۔۔۔۔

یا قوت راسخ کے بازوؤں سے نکل کر پرے ہٹ گئی۔۔۔۔۔ نہ جانے اس کی محبت میں صنوع بناوٹ اور غلط برداری دیکھ کر اس کا دل بھی کھن ہو گیا تھا۔

کیا بات ہے۔۔۔۔۔ میری قربت تمہیں اچھی نہیں لگتی۔

راسخ سمجھتا تھا کہ یا قوت اب بدل سی گئی ہے۔۔۔۔۔ اس کے دل میں بھی میری طرف سے اندیشے و سوسے پیدا ہو گئے ہیں۔ پھر بھی وہ گاڑی چلائے جا رہی تھی۔

آپ بات تو کریں۔

یا قوت اس کے قریب کرسی پر بیٹھ گئی۔

کھینچنے کی کوشش کرنا۔۔۔۔۔ شور مٹ کرنا۔

اچھا۔۔۔۔۔

یا قوت نے سر ہلا دیا۔

میں چاہتا ہوں کہ قنوت کی تنہائی دور کی جائے۔ اس کو یوں تنہا تنہا دیکھا نہیں جاتا۔

وہ اس وقت سراپا رحم نظر آ رہا تھا۔۔۔۔۔ یا پیکر الفت۔۔۔۔۔

باجی کی تنہائی نہیں دور کی جاسکتی۔۔۔۔۔ اتنی محبت تھی دونوں میاں بیوی میں۔

احمد بھائی تو باجی کو دیکھ دیکھ کر جیتے تھے۔۔۔۔۔ وہ انسان بھی بڑا عظیم تھا۔ یا قوت خود اداس ہو گئی۔

ارے بس بھی کرو۔۔۔۔۔ تمہیں محبت پر تقریر کرنے کے لئے نہیں بلایا۔۔۔۔۔

راسخ نے ایک دم یا قوت کو جھاڑ دیا۔

اور کس لئے بلایا ہے۔

یا قوت زچ ہو کر بولی۔

میرا یہ مشورہ ہے کہ قنوت کی کہیں شادی کر دی جائے۔

توبہ توبہ۔۔۔۔۔ کیسی بات کر رہے ہیں آپ۔۔۔۔۔

یا قوت کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔

میں نے کوئی انہونی بات کہہ دی ہے۔۔۔۔۔ دوسری شادی اس کا حق نہیں

۔۔۔۔۔ راسخ نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

حق تو ہے۔۔۔۔۔ لیکن باجی کہاں اس طرف آنے والی ہے۔

یا قوت کھڑی ہو گئی۔

ارے بیٹھو تو سہی۔۔۔۔۔

راسخ نے قنوت کو بازو سے کھینچ کر بٹھالیا۔

جلدی کریں نا۔۔۔۔۔ رات کا کھانا بھی تیار کرنا ہے۔۔۔۔۔ منافیڈر مانگ رہا

ہے۔ اس نے جلدی ہی کئی کام بتا دیئے۔

ایک بات کموں۔۔۔۔۔ وہ یا قوت کی رضامندی چاہتا تھا۔

کہنے نا۔۔۔۔۔

وہ بادل خواستہ بولی۔

اگر یہ بات گھر میں ہی رہ جائے تو کیا رہے۔۔۔۔۔ اگر تم چاہو۔۔۔۔۔ راسخ

نے یا قوت کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔

صحیح بات تو کریں۔۔۔۔۔ پسلیاں مت بھجوائیں۔۔۔۔۔ وقت ضائع ہو رہا ہے۔

یا قوت کو معمولی سی بات کھٹکی۔۔۔۔۔

اگر تمبرز سے قنوت کی شادی کر دی۔۔۔۔۔

راسخ۔۔۔۔۔ خدا کے خوف سے ڈرو۔۔۔۔۔ قدرت نے تمہاری رسی دراز

کڑی۔۔۔۔۔ وہ چیخ اٹھی۔

زبان بند کرو۔۔۔۔۔ زیادہ اونچا بولنے کی ضرورت نہیں۔ گلا پھاڑنے کی تمہیں

ت پڑ گئی ہے۔ وہ شدید غصے کے عالم میں کھڑا ہو گیا۔ غصے سے اس کی مٹھیاں بھیج

اٹ گئیں۔۔۔۔۔ اور پیشانی کی رگیں ابھر آئیں اور یا قوت پر شدید لرزا طاری ہو گیا

\_\_\_\_\_ اپنے شوہر کو اس قدر پست دیکھ کر اس میں اتنا برن۔

تمہارا تو دماغ خراب ہے \_\_\_\_\_ یہ دولت لوگ بھی تو لے جائیں گے  
اگر تمہارے میرے کام آجائے گی تو کیا ہے۔  
وہ پاؤں پختی کرے سے نکل گئی۔

راخ کی گھٹیا ذہنیت سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔ لیکن شوہر ہونے کے ناطے  
وہ اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی \_\_\_\_\_ ملازمت وہ چھوڑ چکی تھی۔ باپ اس کا  
انتقال کر چکا تھا اور ماں کی حیثیت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس لئے وہ راخ کی اکثر تلخ  
ترش باتیں امرت سمجھ کر پٹی جاتی۔ شوہر جو ہوا \_\_\_\_\_ اگر خداوند کریم اجازت دیتا تو  
ایسے ہی شوہروں کو سجدہ کرنے کا حکم فرماتا۔

کئی دن یوں ہی گزر گئے \_\_\_\_\_ تہیز قوت کے پاس جانا رہا \_\_\_\_\_ کبھی کبھی  
آفس بھی چلا جاتا \_\_\_\_\_ لیکن قوت اس کے آنے کا مقصد نہ سمجھ سکی \_\_\_\_\_ اچانک  
بیٹھے بیٹھے بابا کرم دین اس کے پاس آیا۔  
بیٹا آجاؤں۔

بوڑھا کرم دین بڑی اپنائیت اور محبت سے قوت کے قریب گھاس پر بیٹھ گیا۔  
ادھر کرسی پر بیٹھو بابا \_\_\_\_\_ کیا کرتے ہو۔  
جھک کر کرم دین کو اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔  
ارے نہیں بیٹی \_\_\_\_\_ مالکوں کے برابر بیٹھنا ہمیں اچھا نہیں لگتا \_\_\_\_\_  
بوڑھا پر سکون بیٹھا رہا۔

وہ مسکرا کر اپنی کرسی پر سکون سے بیٹھ گئی۔  
بیٹی میری بوڑھی آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں۔ خدا رحم کرے بیٹی \_\_\_\_\_ تم محتاط  
رہنا۔ بوڑھا کھل کر بولنا چاہتا تھا۔

کھل کر بات کرو بابا \_\_\_\_\_ کیونکہ تم جو بھی بات کرو گے میرے بھلے کے لئے  
نہ گئے۔ قوت کو پرانے ملازمین سے کافی ہمدردیاں حاصل تھیں۔

چھوٹا منہ اور بڑی بات ہو جاتی ہے بیٹا \_\_\_\_\_ بات یہ ہے کہ تہیز میاں  
ماں کیوں آتے ہیں۔ جبکہ ان کے بڑے بھائی دفتر میں بری طرح جھگڑا کر کے گئے  
ہے۔

تم ٹھیک کہتے ہو بابا \_\_\_\_\_ تہیز کے آنے کی کوئی خاص وجہ ہوگی \_\_\_\_\_ ویسے  
بری سمجھ میں کوئی بات نہیں آرہی۔

خیر ہمارے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی کچھ کہہ سکتا ہے \_\_\_\_\_ اس کی ٹکا بوٹی  
کردوں \_\_\_\_\_ بوڑھا دانت پیس کر بولا۔

خدا کے بعد تم لوگوں کا ہی تو سارا ہے بابا \_\_\_\_\_ درنہ میں اکیلی جان  
\_\_\_\_\_ وہ آخری لفظ پر بہت ہی اداس ہو گئی۔

چند لمحے دونوں خاموش ہو گئے \_\_\_\_\_ پھر اچانک چونک گئے۔  
گیٹ کے اندر گاڑی سفید نیوٹا داخل ہوئی تھی۔  
یہ کون آگیا۔

قوت ناگواری سے گردن گھما کر دیکھتی ہوئی بولی۔  
بوڑھا بھی عینک کے بیچ میں سے گھورنے لگا۔

مجھے پنڈی والے لگتے ہیں۔

بوڑھا شک میں ڈوب گیا۔

اب ان کا یہاں کیا کام۔

قوت کو پنڈی والے لوگ اچھے ہی نہ لگتے تھے۔

لو دیکھ لو بیٹا \_\_\_\_\_

وہ اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

واقعی ناصرہ بیگم اور جاوید چلے آرہے تھے۔

آتے ہی ناصرہ بیگم نے قوت کو گلے لگا لیا \_\_\_\_\_ میری بیٹی کیسی ہو \_\_\_\_\_ ٹھیک

\_\_\_\_\_ ماشاء اللہ صحت کیسی ہے \_\_\_\_\_ وہ قوت کے لئے ہنسی جاری تھیں۔

قوت سفید ساڑھی میں ملبوس دراز بالوں کی چوٹی سلیقے سے بنائے خوبصورت عینک لگائے اس وقت لا جواب نظر آرہی تھی۔ یہ سادگی بھی اس کا حسن تھا۔

آداب۔۔۔۔۔

جاوید نے کچھ فاصلے سے بڑے رومانوی انداز میں آداب کہا۔

آؤ جاوید بیٹھو۔۔۔۔۔ ٹھیک ہو۔۔۔۔۔ رینا اور ثنا کو بھی لے آتے۔۔۔۔۔ وہ جاوید کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے خود بابا کرم دین کی جانب متوجہ ہوئی۔

بابا اس وقت بہترین قسم کی چائے بنا لاؤ۔۔۔۔۔ اور رات کا کھانا مہمانوں کی غذا کے مطابق ہونا چاہئے۔

بستر سرکار۔۔۔۔۔

بوڑھا کرم دین چلا گیا۔

اور سنائیں آئی کیسی ہیں آپ۔۔۔۔۔ چار پانچ سال کے بعد کیسے یاد آگئی قوت نے با اخلاق طریقے سے پوچھا۔

جاوید بڑی دلچسپی سے قوت کے سراپا کو دیکھے جا رہا تھا۔۔۔۔۔ اتنا برا غم کا پہاڑ ٹوٹا مگر اس کی آب و تاب میں فرق نہیں آیا تھا۔

اللہ کا شکر ہے بیٹی۔۔۔۔۔ تمہاری یاد تو ہمیشہ ہی رہتی تھی۔۔۔۔۔ بس مجبوری رینا کی شادی کر دی۔۔۔۔۔ اس کا میاں جاپان لے گیا۔۔۔۔۔ خوش ہے اپنے گھر۔۔۔۔۔

بہت اچھا کیا۔۔۔۔۔ یہ تو خوشی کی بات ہے۔۔۔۔۔ مجھے اطلاع ہی نہ کی آپ نے۔۔۔۔۔ نوید کو جاپان بہت جلد جانا تھا اس لئے جلدی میں تمہیں اطلاع نہ دے سکی۔۔۔۔۔ قوت مسکرا دی۔

اور ناصرہ بیگم نہ امت آئیز انداز میں جاوید کو تکنے لگیں۔

رینا کی شادی کی تو تم سے معذرت ہے۔ اب ثنا کی شادی پر تیار رہنا۔۔۔۔۔ ناصرہ بیگم نے کہا۔

پہلے آپ جاوید کی شادی پر بلائیے نا۔۔۔۔۔

جاوید کی شادی پر تو تم ہو گی ہی۔۔۔۔۔

ناصرہ بیگم نے معنی خیز بات کی تھی۔

جی۔۔۔۔۔ کیا مطلب ہے آپ کا۔

قوت کچھ عجیب قسم کی الجھن میں پھنس گئی۔

عین اس وقت کرم دین معہ لوازمات کے چائے لے آیا۔۔۔۔۔ اور بات جہاں فی دیں ٹھہر گئی۔

شام کے بعد رات کا بڑا پر تکلف کھانا کھانے کے سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔۔۔۔۔ لیکن جاوید نے آہستہ سے دستک دی۔

دروازہ کھلا ہے۔

قوت نے کہا۔۔۔۔۔ اس کا مطلب تھا کہ شاید کوئی ملازم ہو گا۔ جاوید کو اندر آتے دیکھ کر وہ بستر پر سیدھی بیٹھ گئی۔

تم سوئے نہیں۔۔۔۔۔

تم نے کہا۔۔۔۔۔

قوت

یہاں آکر کس کافر کو نیند آئے۔

جاوید سامنے صوفے پر بے تکلف دراز ہو گیا۔

یہ ایسی بھی حسین جگہ نہیں جو نیندیں اڑا دے۔

قوت کو جاوید کا اس طرح کمرے میں آنا اچھا نہیں لگا۔

جس جگہ آپ موجود ہوں۔۔۔۔۔ وہ جگہ حسین نہ ہو گی تو کیا ہو گی۔

جاوید انتہائی رومان پرور ادا سے بولا۔

قوت کو ساری بات کھلک گئی کہ ماں بیٹا کس لئے اتنے عرصے کے بعد یہاں ٹیپ لائے ہیں۔

ویسے جاوید تمہیں اب آرام کرنا چاہئے۔۔۔ باقی باتیں صبح ہوں گی۔ وہ  
تھکاوٹ محسوس کر رہی تھی۔

نہیں نہیں قنوت صاحبہ۔۔۔ آج سب باتیں طے ہوں گی۔۔۔ تاکہ آئندہ  
کے لئے کچھ ہو سکے۔

جاوید کو یہ خوش فہمی تھی کہ قنوت اسے پسند کرے گی۔

تم جو بھی کہنا چاہتے ہو کھل کر بات کرو۔۔۔ میں بہت برداشت کی مالک ہوں  
قنوت نے اس کے سوال کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا۔

اچھا تو سنئے۔۔۔ میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ بلکہ میری اس  
وقت سے خواہش تھی جب سے آپ کی شادی احمد بھائی سے نہیں ہوئی تھی۔

اس وقت میں ایک معمولی استانی تھی اور اب میں کروڑ پتی عورت ہوں  
قنوت نے نگاہیں اٹھا کر زبردست طنز کیا۔

کیا مطلب ہے آپ کا۔

جاوید کچھ کانپ سا گیا۔

مطلب صاف ظاہر ہے کہ تم لوگ احمد کے بعد صرف اس کی دولت پر قبضہ  
جمانا چاہتے ہو۔۔۔ تو یہ قبضہ تم لوگ صرف مجھ سے شادی کر کے ہی حاصل کر سکتے  
ہو۔۔۔ تمہیں میں نہیں دولت چاہئے جاوید بھائی۔۔۔ وہ بلند آواز میں بولی۔

بھائی کے لفظ پر وہ جھنجھلا سا گیا۔

اور دوسرے لئے ناصرہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔

اے بیٹی ہم تو تمہاری تنہائی دور کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ تم الٹی سیدھی سناری  
ہو۔ ناصرہ بیگم اندر آکر جاوید کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔

آپ کو کس نے کہا کہ میں تنہا ہوں۔۔۔ میرے پاس احمد ہے۔۔۔ وہ ہمہ  
تن میرے ساتھ رہتا ہے۔۔۔ میں تنہا نہیں ہوں۔۔۔ نہیں ہوں تنہا۔۔۔  
قنوت جوش سے بولی۔

جاوید اور ناصرہ بیگم آنکھیں پھاڑے لا جواب قنوت کو گھورے جا رہے تھے۔  
کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو۔۔۔ سب ہی میری تنہائی دور کرنا چاہتے ہیں۔ بہت  
رحم دل لوگ ہیں آپ سب۔۔۔ لیکن مجھے نہیں چاہئے آپ کی ہمدردیاں۔۔۔  
وہ چلا اٹھی۔

جاوید کا حق بنتا ہے کہ تم سے شادی کرے۔۔۔ آخر تم احمد کی بیوہ ہو  
اور احمد جاوید کا چھوٹا زاد ہے۔

ناصرہ بیگم دل خراش انداز میں ہاتھ نچا کر چلاتے ہوئے بولیں۔

تم احمد کی دولت کو تحفظ دینا چاہتے ہو۔

قنوت نے پھر دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

یہ بار بار دولت کا طعنہ مت دو لڑکی۔۔۔ ویسے اس دولت پر ہمارا ہی حق

ہے۔

ناصرہ بیگم نے کھڑے ہو کر کہا۔

قنوت کی رگ رگ میں غصہ زہر بن کر گردش کر گیا۔۔۔ وہ زبردست طیش  
میں آگئی۔

دولت کے بھوکے ہو تم لوگ۔۔۔ تمہارا حق نہیں ہے۔۔۔ جو اس کے  
صحیح وارث ہیں ان کا حق۔۔۔ یہاں سے ابھی چلے جائیں۔۔۔ میرا کمرہ خالی کر  
دیں۔

جاوید اپنی ماں کو لے کر چلے جاؤ۔۔۔ صبح تمہیں ملازم اسٹیشن پر چھوڑ آئے

چلے جائیں۔۔۔

قنوت نے انگلی کے اشارے سے دونوں ماں بیٹا کو نکلنے کے لئے کہا۔

میلے امی۔۔۔ بڑی ہو گئی ہے۔

جاوید ماں کو کھینچ کر کمرے سے نکل گیا۔

وہ ہانپتی ہوئی پٹنگ پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔ اچانک اس کی نظر سامنے احمد کی تصویر پر پڑی۔ احمد سن لیا تم نے۔۔۔۔۔ وہ انھی اور تصویر سے لپٹ گئی۔۔۔۔۔ کیوں چھوڑ کر چلے گئے تم۔۔۔۔۔ کیوں چلے گئے ہو۔۔۔۔۔ تڑپ تڑپ کر روتی رہی۔ کوئی اس کے دکھ کا مداوا نہ کر سکا۔

آنسو موتیوں کی طرح اس کے رخساروں پر گرتے رہے۔ دکھوں کا عذاب پوری طرح قنوت کے وجود میں اتر آیا تھا۔ اسے اس عذابوں تلے زندگی گزارنا ہے۔ وہ بے قرار مضطرب روتی رہی۔۔۔۔۔ یہی محبتوں کا عذاب ہے۔ دوسری صبح بھی ابھی افسردہ سی تیار ہو کر وہ ڈانگنگ ہال میں چلی گئی۔۔۔۔۔ اپنے قریب خالی کرسی نے اسے اور بھی اداس کر دیا۔۔۔۔۔ جہاں ہمیشہ اس کے واسطے جانب احمد ہوتا۔۔۔۔۔ اور سامنے مسز ہارون بیٹھتی تھیں۔۔۔۔۔ وہ کتنی جلدی تنہا رہ گئی تھی۔۔۔۔۔ ان دو شخصیات کی موجودگی میں وہ اپنے آپ کو کتنا محفوظ اور نایاب سمجھتی تھی۔۔۔۔۔ جیسے ساری محبتیں اسی کے لئے ہوں۔۔۔۔۔ اور اب ہر آدمی شادی کی آڑ میں ذلیل و خوار کرنے پر تلا ہوا ہے۔

ناشتہ کیجئے سرکار۔

ملازمہ نے اسے چونکا دیا۔

وہ ایک دم سے چونک پڑی۔

چند لمحوں میں دو چار لقمے زہر مار کئے وہ آفس جانے کے لئے تیار ہو گئی۔۔۔۔۔ بڑی سرکار وہ مہمان تو چلے گئے۔

ملازمہ نے کہا۔

ناصرہ بیگم اور ان کا بیٹا۔۔۔۔۔ کب گئے۔

وہ سوالیہ انداز میں بولی۔

رات کو ہی سرکار۔۔۔۔۔ اپنی گاڑی جو تھی ان کے پاس۔

ہوں ٹھیک ہے اچھا ہوا۔۔۔۔۔

وہ باہر آگئی۔۔۔۔۔

اپنی سرسبز میں بیٹھتی ہی اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

آج اسے آفس سے لیٹ ہونا پڑا۔۔۔۔۔ وہ سیاہ ساڑھی میں ملبوس باوقار چال چلتی آفس میں داخل ہوئی۔

وہ ایک دم ٹھسکی۔۔۔۔۔ تیز بیٹھا تھا۔

اسے دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگوار سے تاثرات ابھر آئے۔

آداب۔۔۔۔۔

تیز نے بیٹھے بیٹھے خوبصورت انداز میں سلام کیا۔

تم کب آئے۔

وہ تلخ انداز میں بولی۔

ابھی۔۔۔۔۔

تیز نے اس کے کڑوے کیلے سوال پر ذرا غصہ تو آیا۔۔۔۔۔ لیکن وہ پی گیا۔ کوئی کام ہے۔

وہ جلی بھنی اپنی آفس چیئر پر بیٹھ گئی۔

کام تو کوئی نہیں۔۔۔۔۔ بس یوں ہی جی چاہا تھا۔

تیز بغور اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

تعلیم ختم ہو گئی تمہاری۔۔۔۔۔ جو فارغ پھر رہے ہو۔

قنوت کو اب اس کی آوارگی پر طیش آگیا۔

نہیں۔۔۔۔۔ پڑھ رہا ہوں۔

وہ مختصر سا جواب دے کر بولا۔

کئی سال ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ تم نے ابھی تک میزک نہیں کیا۔۔۔۔۔ وہ دراز

میں سے کانڈ نکالتے بولی۔

کر لوں گا آپ کو کیوں تشویش ہے۔

دی۔ قوت جانتی تھی کہ یا قوت کو اس سے ملنے پر پابندی ہے۔

آج مجبوری تھی باقی۔۔۔۔۔

قوت نے دیکھا۔۔۔۔۔ یا قوت کی صحت خاصی خراب تھی۔۔۔۔۔ اور وہ پریشان بھی نظر آ رہی تھی۔

کیا مجبوری۔۔۔۔۔

قوت بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔ یا قوت بھی سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

میں نے راسخ کے ساتھ بہت جھگڑا بھی کیا ہے بلکہ ہم دونوں بہت جھگڑے

ہیں۔

کس لئے؟

قوت کی پیشانی پر پل نظر آنے لگے۔

باقی۔۔۔۔۔ تم تمیز سے شادی کر لو نا۔۔۔۔۔

یا قوت۔۔۔۔۔ کیا کہہ رہی ہو تم۔۔۔۔۔

قوت چیخ اٹھی۔ اس کی نس نس پھنسنے کو تیار تھی۔۔۔۔۔ بجلی کی تڑپا دینے والا رد اس کی رگ دپ میں سرایت کر گئی۔۔۔۔۔

کاش۔۔۔۔۔ کاش۔۔۔۔۔ میں تمہارا گلا دبا سکتی۔۔۔۔۔ کاش۔۔۔۔۔ وہ مجبور

لاچار ہو کر اپنے ہی ہاتھوں پر چہرہ رکھ کر رودی۔۔۔۔۔

میرا گلا دبا دو۔۔۔۔۔ میں بھی زندہ نہیں رہنا چاہتی۔۔۔۔۔ میرے بھی خواب

شرمندہ تعبیر نہیں ہوئے۔۔۔۔۔ میں تو زندگی کا قرض اتار رہی ہوں۔۔۔۔۔ جینے کا حق مجھے بھی نہیں ہے۔

یا قوت اپنی محرومیوں نا امیدوں کا رونا روتی رہی۔۔۔۔۔ اور وہ سسکتی رہی۔

حالات کی چیرہ دستیوں پر۔۔۔۔۔

باقی۔۔۔۔۔ تمہیں تمیز سے شادی کرنا پڑے گی۔۔۔۔۔ یا قوت نے کہا۔

کیوں کروں۔۔۔۔۔ وہ مجھ سے بیس سال چھوٹا ہے۔۔۔۔۔ میں چالیس سال کی

مجھے کوئی تشویش نہیں۔۔۔۔۔ چاہے دس سال اور لگا لو۔۔۔۔۔

وہ طنزیہ انداز میں مسکرائی۔

قوت صاحبہ۔۔۔۔۔ آپ میری توہین کر رہی ہیں۔

وہ تڑپ کر کھڑا ہو گیا۔

قوت صاحبہ۔۔۔۔۔ تم تو باجی کہا کرتے تھے۔۔۔۔۔ یہ آج رشتہ کیوں تبدیل

ہو گیا۔

قوت درط حیرت میں اتر گئی۔

یہ بھائی بتائیں گے۔

کھٹاک سے وہ باہر نکل گیا۔۔۔۔۔ لیکن قوت کو سوچوں کے عمیق غار میں

پھینک گیا۔ وہ حیران تھی کہ وہ تمیز جو باجی کے الفاظ بڑے پر خلوص انداز میں دہراتا

تھا اور بڑا احترام کرتا تھا۔۔۔۔۔ آج اس کے کل پرزے نکل آئے تھے۔ عجیب قسم

کے اندیشے زہریلے ناگ بن کر اسے چاٹ رہے تھے۔۔۔۔۔ اس کے چاروں جانب

آسمان تک دیوار کھڑی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ کوئی اس قید سے آزاد کرنے والا نہ تھا۔

دکھوں سے اس کا آنگن بھر گیا تھا۔۔۔۔۔ خوشیاں اس سے روٹھ گئیں تھیں۔ دولت

پرست اڑدے منہ پھاڑے اسے ہڑپ کرنے کو تیار کھڑے تھے۔ رہا سہا سکون تمیز نے

لوٹ لیا تھا۔۔۔۔۔ وہ سارا وقت آفس میں پریشان رہی۔ جب کوئی سکون نصیب نہ ہوا

تو گھر لوٹ گئی۔۔۔۔۔ بے کلی اضطرابیت پریشانی اس کے اعصاب کو کمزور بنا رہی تھی

۔۔۔۔۔ وہ سیدھی کمرے میں چلی گئی۔۔۔۔۔ صوفے پر دراز وہ پسینے میں شرابور وہ

اعصاب شکن سوچوں کے ساتھ مقابلہ کرتی رہی۔۔۔۔۔ وہ تڑپتی رہی۔۔۔۔۔ لیکن اس

کا سفر ختم نہ ہوا۔۔۔۔۔ صوفے پر سے اٹھ کر وہ اپنے پلنگ پر لیٹ گئی۔

باقی۔۔۔۔۔

اچانک یا قوت اندر داخل ہوئی۔

آؤ۔۔۔۔۔ یا قوت۔۔۔۔۔ اتنی مدت کے بعد تمہیں کس طرح راسخ نے اجازت



عمر میں اس چھو کرے سے شادی کیسے کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔ وہ میرے بھائی کی طرح ہے۔ قوت نے چہرے سے آنسو صاف کئے۔

فراز بھی میری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ وہ چند دنوں میں باہر جا رہا ہے۔۔۔۔۔ ویسے بھی وہ میری کیا مدد کرے گا۔ جسے اپنے آپ سے ہی فرصت نہیں وہ سوتیلی بہن کی مدد کیسے کر سکتا ہے۔

یہ مدد کی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ تم مان جاؤ نا باجی۔۔۔۔۔ تمہارا بھی بھلا اور میرا بھی۔ یا قوت ہونٹ دبا گئی۔۔۔۔۔ اور چہرے پر گزشتہ تلخیوں کے انٹ نفوش ابھر آئے۔ مجھے راسخ کا کوئی خوف نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ روز اول سے میرے ہر راستے میں رخنہ اندازی کرتا رہا ہے۔۔۔۔۔ ہاں البتہ تمہیں اس کا خوف ہو گا۔۔۔۔۔ کیونکہ وہ تمہارا شوہر ہے۔۔۔۔۔ تمہیں اس سے خوفزدہ ہونا بھی چاہئے۔

قوت نے کہا۔

لیکن یا قوت نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

بہت دیر ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ میں اب جا رہی ہوں۔۔۔۔۔ وہ رنجیدہ خاطر اٹھ کر بولی۔

قوت نے لب کشائی نہ کی۔ وہ صرف اپنوں کا کرم دیکھ رہی تھی۔ وہ دیکھتی رہی خالی خالی نظروں سے۔۔۔۔۔ یا قوت چلی گئی تھی۔۔۔۔۔ گھر میں داخل ہوتے ہی راسخ کی حرص و ہوس سے بھرپور نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔۔۔۔۔ اسے علم ہو چکا تھا کہ راسخ اس سے جواب کے انتظار میں بیٹھا ہے۔

آگئی۔۔۔۔۔

راسخ آنکھوں میں خواہشات کی چمک بھر کر بولا۔

ہاں۔۔۔۔۔ آگئی ہوں۔۔۔۔۔

وہ ڈھیٹ عورت مانی کہ نہیں۔۔۔۔۔

راسخ کا انداز بڑا پست تھا۔

نہیں۔۔۔۔۔

یا قوت بڑے دکھ کے ساتھ بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

تمہاری بات بھی نہیں مانی اس نے۔

راسخ جھک کر بولا۔

یہ بات تو وہ خدا کی بھی نہیں مان سکتی۔۔۔۔۔ اور نہ یہ ماننے کے قابل ہے۔

یا قوت چلا کر بولی۔

اچھا۔۔۔۔۔ تم بھی اندر ہی اندر۔۔۔۔۔ اس کی طرف داری کر رہی ہو

۔۔۔۔۔ راسخ جلانے پر اتر آیا۔

میری طرف داری نہ اسے فائدہ پہنچا سکتی ہے۔۔۔۔۔ اور نہ نقصان۔۔۔۔۔

یا قوت جل کر بولی۔ اس کے تن بدن میں نفرت کا لاوا بھڑک رہا تھا۔ نہ جانے کیوں

اسے راسخ اب اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس کی حرکات اس قدر ظالمانہ اور اعصاب شکن

تھیں کہ اسے اپنی زندگی اجیرن لگنے لگی تھی۔ یہ ضد میں اس کی پورنی تو نہ ہوئے

دوں گا۔ دیکھوں گا کیسے نہیں مانتی۔۔۔۔۔ دروازہ کھلا اور زینت بیگم افسردہ پریشان

داخل ہوئیں۔

راسخ۔۔۔۔۔ وہ تو پہلے ہی بڑی دکھی ہے۔۔۔۔۔ اسے اور نہ خوار کرو۔

ممائی جان۔۔۔۔۔ میں قوت کے بھٹے کی بات کر رہا ہوں۔۔۔۔۔

راسخ ہنس دیا۔

اس میں کیا بھلا ہے۔۔۔۔۔ اس سے آدھی عمر کے بچے سے تم اس کی شادی

کروا رہے ہو۔۔۔۔۔ جبکہ وہ شادی کرنا پسند بھی نہیں کرتی۔۔۔۔۔ وہ تو تمہارے بچے

بھی شادی کے لئے رضا مند نہ ہوتی تھی۔۔۔۔۔

زینت بیگم نے بہت دلائل کے ساتھ راسخ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن

مرغ کی ایک ٹانگ نے مصداق۔۔۔۔۔ اس کا نکاح میں تمیز سے کروا کر رہوں گا۔

وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم تھا۔

تمہیں کیا مفاد ہے۔

زینت بیگم کو کچھ علم نہیں تھا۔

مفاد کی بات کرتی ہیں آپ۔۔۔ ساری زندگی سنور جائے گی آپ کی بیٹی کی۔  
وہ یا قوت کی طرف اشارہ کرتے بولا۔

تم اپنی بات کرو۔۔۔ تم پر دولت کا بھوت سوار ہے۔۔۔ تم تمیز سے اس  
کی شادی کروا کے۔۔۔ ساری دولت تمیز کے نام کروا گے۔۔۔ اور پھر نصف  
اپنے اپنے نام کرواؤ گے۔ تم اپنے ساتھ تمیز کی زندگی کو بھی داؤ پر لگا رہے ہو۔  
زینت بیگم چیخ اٹھیں۔

بس کیجئے۔۔۔ ہر آدمی بحث پہ اتر آتا ہے۔۔۔  
زینت بیگم غصے سے باہر آگئیں۔

وہ سب گھردالوں کو کوستا رہا۔۔۔ اپنی بد نصیبی پر بڑبڑاتا رہا۔

یا قوت شوہر کی بد مزاجی اور لالچی طبیعت سے خود بھی بیزار آچکی تھی۔ گھر کا  
ماحول بے سکون اور مضطرب ہو چکا تھا۔۔۔ ہنسی غائب ہو چکی تھی۔

بست دن گزر گئے تھے۔

شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ سورج کی خونی کرنیں تھرکتی مغرب کی آغوش  
میں سم سم کر سسک رہی تھیں۔۔۔ ساری کائنات پر یوں احساس ہو رہا تھا جیسے  
سنہری چادر پھیلا دی ہو۔۔۔ ہر چیز پہ حسرت و یاس کے سائے منڈلا رہے تھے۔ وہ  
خود بھی بڑی رنجیدہ سی تھی۔ سیاہ پھول دار ساڑھی میں ملبوس بالوں کو بکھرائے وہ لان  
میں ہی بیٹھی تھی۔

موٹر سائیکل کی آواز پر وہ چونک گئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔

راخ موٹر سائیکل کو کھڑا کر رہا تھا۔

وہ بھی محتاط کرسی پر بیٹھ گئی۔

اسی اثنا میں وہ لان میں اتر آیا۔

آسکتا ہوں۔۔۔

وہ مسکرا کر بولا۔

اجازت نہ دینے پر واپس لوٹ جاؤ گے۔

قوت نے نڈر ہو کر کہا۔

نہیں۔۔۔ میں واپس جانے کے لئے نہیں آیا۔۔۔ وہ بڑی بے باکی سے

قوت کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

یہاں آنے کی وجہ۔

قوت کو اس کی صورت سے ہی نفرت تھی۔

بست بڑی وجہ ہے۔۔۔ تمہیں اس کا اندازہ نہیں۔۔۔

راخ نے ٹانگ پہ ٹانگ رکھی۔

میں تمہاری نیتوں کو جانتی ہوں۔۔۔ تم کیوں یہاں آئے ہو۔۔۔ قوت نے

دانت پس کر کہا۔

اگر تمہیں علم ہے تو مارا کیوں نہیں لیتی۔

راخ نے پہلو بدلا۔

تمہاری یہ بیہودہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔

وہ غصے سے کھڑی ہو گئی۔

زیادہ غصے میں آنے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ اپنی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔۔۔۔۔ قنوت

بدنامی رسوائی کے خوف سے واپس بیٹھ گئی۔

تم تنہا رہتی ہو۔۔۔۔۔ کوئی تمہارا پرسان حال نہیں۔۔۔۔۔ اس لئے اچھا نہیں

کہ تم تمبرز سے شادی کر لو۔

راخ۔۔۔۔۔ وہ چیخ اٹھی۔۔۔۔۔ تمہاری بھی بیٹیاں ہیں۔۔۔۔۔ کیا معلوم ان

کے مقدر کیسے ہوں گے۔

بکواس بند کرو۔۔۔۔۔ میں تم سے تقریر سننے نہیں آیا۔۔۔۔۔

وہ طیش میں بولا۔۔۔۔۔ خوف خدا بھول چکا تھا۔

بکواس تم بند کرو۔۔۔۔۔ میں کمزور عورت نہیں ہوں۔۔۔۔۔ جسے تم اپنی

خواہشات کی بھینٹ چڑھا سکو۔

وہ ترن گئی۔۔۔۔۔

تم چاہے جو کچھ مرضی کر لو۔۔۔۔۔ میں تمہیں تمبرز کی بیوی ضرور بناؤں گا۔

راخ کا ارادہ مضبوط تھا۔

یہ تمہاری بھول ہے۔۔۔۔۔ میں احمد کی ہوں اور ہمیشہ اس کی رہوں گی۔

دیکھ لو۔۔۔۔۔ اگر تم سیدھی طرح نہ مانی تو کبھی ٹیڑھی انگلیوں سے بھی نکالنا

آتا ہے۔

وہ ہاتھ کے اشارے سے انگلیاں پھیلا کر بولا۔

تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔۔۔۔ جاؤ جو تمہارے جی میں آئے کر لو۔۔۔۔۔ وہ

لا پرواہی سے بولی۔

یہ تو تمہیں وقت بتائے گا کہ تمہارا کیا بگڑتا ہے۔

راخ نے تسخیرانہ انداز اختیار کر لیا۔

اگر تم بہتری چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ۔۔۔۔۔ ورنہ بے عزت ہو کر

نکالے جاؤ گے۔

وہ نفرت آمیز رویہ اختیار کر گئی۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تم پرسوں تک تیار رہو۔۔۔۔۔ باقی حالات کا تمہیں بعد میں

علم ہو جائے گا۔

وہ چلا تو گیا۔۔۔۔۔ لیکن قنوت کو مسلسل ذہنی اذیت کا شکار بنا گیا۔۔۔۔۔ وہ

زندگی کو داؤ پر لگا دینا چاہتی تھی۔۔۔۔۔ وہ صرف احمد کی کھانا چاہتی تھی۔۔۔۔۔ وہ

اسی کی تھی۔ بڑی محبت و چاہت سے اس نے اپنی انگلی کی طرف دیکھا جس میں احمد کی

پہنائی ہوئی بیہرے کی انگوٹھی چمک رہی تھی۔۔۔۔۔ چند لمحے سوچنے پر مجبور ہو گئی۔

تمام شب بیٹھ کر اس نے جائیداد اور قنوت کمپنی کے کاغذات مکمل کئے۔ وکیل اور منشی

جی کاشانہ ہارون کے ملازمین کے نام جو جو ہدایات تھیں۔۔۔۔۔ تحریر کیں۔۔۔۔۔

اب سو جائیں سرکار۔۔۔۔۔ رات بہت بیت چکی ہے۔

بہت کام کرنا ہے بابا۔۔۔۔۔ وقت کم ہے۔

وہ سادگی سے پرسکون بیٹھی رہی۔

صبح جانا ہے کہیں۔

ہاں۔۔۔۔۔ بہت دور۔۔۔۔۔

وہ کرم دین کو اتنا ہی کہہ سکی۔

اچھا۔۔۔۔۔ بی بی۔۔۔۔۔

وہ چلا گیا۔۔۔۔۔

قنوت نے سب کام سے فارغ ہو کر تمام کاغذات ایک طرف سیلفے سے رکھے

سب لوگ ہمہ تن گوش کھڑے تھے \_\_\_\_\_ نہ جانے کس کے نام دولت کی گئی ہے \_\_\_\_\_ اور جب وکیل نے کہا۔

کہ قوت صاحبہ کی تمام جائیداد آخری وصیت کے مطابق حامد کے دونوں بیٹوں کو دے دی جائے \_\_\_\_\_ بلکہ وہ اصل حق دار ہیں \_\_\_\_\_ اور قوت صاحبہ کو احمد صاحب کے ساتھ خالی جگہ دفن کیا جائے \_\_\_\_\_ جہاں مسز ہارون کی بھی قبر تھی۔

قوت ایک عظیم عورت \_\_\_\_\_ ایک وفا شعار بیوی \_\_\_\_\_ پیکر الفت محبوبہ \_\_\_\_\_ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے احمد کے پاس منوں مٹی میں دفن کر دی گئی۔ یوں محبت کا

ایک تاج محل تعمیر ہو گیا \_\_\_\_\_ کاشانہ ہارون کے در و دیوار رو رہے تھے \_\_\_\_\_ اسی بال بکھرائے چاروں جانب سو رہی تھی \_\_\_\_\_ ملازم سرخ رہے تھے \_\_\_\_\_ ایک

غریق مائکسن جدا ہو گئی تھی \_\_\_\_\_ اور راسخ اپنی سیاہ بختی پر بری طرح کچھتا رہا تھا۔ وہ

ہیشہ کی طرح تھی دست \_\_\_\_\_ قہمی دامن جھنجھلایا ہوا اپنے کمرے میں پڑا تھا \_\_\_\_\_ اور یا قوت سے آنکھیں چار نہ کر سکتا تھا \_\_\_\_\_ وہ صرف اپنی امیدوں پر پانی پھرتے

دیکھ کر \_\_\_\_\_ وہ اس دولت کے لئے قوت کو اذیت دیتا رہا \_\_\_\_\_ اور تنہائی میں

باتھ ملتا رہا \_\_\_\_\_ اظہار افسوس کا بس یہی ایک طریقہ تھا۔

## تمت بالخیر

اور خود پٹنگ پر سکون سے لیٹ گئی۔ سینے سے پہلے اس نے احمد کی تصویر کو جی بھر کے پیار کیا \_\_\_\_\_ پھر وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھے بستر پر نیم دراز سی ہو گئی \_\_\_\_\_ پردے سر کے ہوئے تھے \_\_\_\_\_ کمرے میں موت کی سی خاموشی اور سناٹا تھا۔ وہ پر سکون نیند سونا چاہتی تھی \_\_\_\_\_ اپنوں نے اس کا قرار لوٹ لیا تھا۔ اس سے جینے کی تمنا چھین لی تھی \_\_\_\_\_ وہ لیٹ گئی \_\_\_\_\_ اور سورج مشرق کی گود سے نمودار ہوا \_\_\_\_\_ کائنات ریزہ ریزہ ہو کر خونی کرجوں کی صورت میں در و بام پر پھیل گئی۔

جب کرم دین چائے لے کر قوت کے کمرے میں گیا۔

لہجے چائے \_\_\_\_\_

لیکن وہاں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی۔

بیٹا \_\_\_\_\_

کرم دین کی آواز حلق میں اٹک گئی \_\_\_\_\_

بیٹا \_\_\_\_\_

خوبصورت ایرانی قالین پر قوت کے جگر کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے \_\_\_\_\_

خون بہ کر ایک پمپتی سی لکیر کی صورت میں قالین کے ریشوں میں جذب ہو رہا تھا \_\_\_\_\_

وہ ہمیرہ چاٹ کر پر سکون بستر پر نیم دراز تھی \_\_\_\_\_ دراز بالوں سے چہرہ چھپا

ہوا تھا \_\_\_\_\_ بوڑھے کی چیخ سے تمام ملازم بھاگ آئے \_\_\_\_\_ کاشانہ ہارون میں

بھگدڑ سی مچ گئی \_\_\_\_\_ آئینہ ٹوٹ گیا تھا \_\_\_\_\_

چند لمحوں میں کاشانہ ہارون لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا \_\_\_\_\_ وکیل اور فشی جی

کو بھی خبر ہو چکی تھی \_\_\_\_\_ راسخ اپنی بار پر جلا بھنا یا قوت اور زینت بیگم کو لے آیا

\_\_\_\_\_ لیکن اب بھی کچھ امید باقی تھی۔

سفر آخرت سے پہلے وکیل نے کہا۔

محترمہ قوت صاحبہ کے عزیز و اقارب قریب آجائیں \_\_\_\_\_ میں ان کی وصیت

سنا رہا ہوں۔